قومی نصاب ۲۳-۲۰۲۲ء کے مطابق

ماڈل درسی کتاب

اُردو

جماعت نہم کے لیے

قومی نصاب کونسل

وفاقی وزارتِ تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت حکومتِ پاکستان

نیشنل بُک فاؤنڈیشن

بطور

وفاقی ٹیکسٹ بُک بورڈ، اسلام آباد

© 2024ء نیشنل بک فاؤنڈیشن بطور وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد
جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ کتاب یا اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی شکل میں
نیشنل بک فاؤنڈیشن کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

ماڈل درسی کتاب: اُردو
جماعت نہم کے لیے

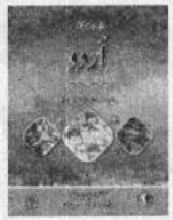

مؤلفین
پروفیسر امجد اقبال، ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ، ڈاکٹر فردوس کوثر، پروفیسر گل ناز، پروفیسر سلمیٰ اعوان، جاوید اقبال راجا

زیر نگرانی
ڈاکٹر مریم چغتائی
ڈائریکٹر، قومی نصاب کونسل
وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت، حکومتِ پاکستان

آئی آر سی ممبران
حاکم خان، بحریہ کالج اسلام آباد، ڈاکٹر حمیرا صادق قریشی، وفاقی تعلیمی ادارہ جات (کینٹ/گیریژن) راولپنڈی، آصفہ ذاکر، وفاقی تعلیمی ادارہ جات (کینٹ/گیریژن) راولپنڈی، رضوانہ ناہید، وفاقی تعلیمی ادارہ جات (کینٹ/گیریژن) راولپنڈی، شاکرہ نسیم، فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن اسلام آباد، کنیز فاطمہ بنگش، فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن اسلام آباد، نسرین الماس، فضائیہ سکولز اینڈ کالجز اسلام آباد، نمیرہ مختار، آرمی پبلک سکولز اینڈ کالجز راولپنڈی، مریم جمیلہ، آرمی پبلک سکولز اینڈ کالجز راولپنڈی

آئی پی سی ڈبلیو۔1۔ ممبران
ڈاکٹر محمد سہیل سرور، پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، حکومت پنجاب، لاہور، زاہدہ بنگش
ڈائریکٹریٹ آف کریکولم، اسسٹنٹ اینڈ ریسرچ، حکومت سندھ جامشورو، محمد زکریا، محکمہ تعلیم، گلگت بلتستان، صابر خان پانیزئی، ادارہ نصابیات وتوسیعی تعلیم حکومت بلوچستان، کوئٹہ، فائزہ علی شاہ، بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، کوئٹہ، تاج ولی خان، نظامت نصابیات وتربیت اساتذہ حکومت خیبر پختونخوا، ایبٹ آباد، راجہ محمد عارف خان، محکمہ تعلیم آزاد جموں وکشمیر، مظفر آباد

ڈیسک آفیسر
سہیل بن عزیز

انتظامیہ
نیشنل بک فاؤنڈیشن

TEST EDITION

اشاعت اول۔ طباعت اول: مارچ 2024 | صفحات: 130 | تعداد: 174000
قیمت: -/215 روپے
کوڈ: STU-495، آئی ایس بی این: 978-969-37-1587-3
طابع: محمود برادرز پرنٹرز، راولپنڈی

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر مطبوعات کے بارے میں معلومات کے لیے رابطہ کیجیے، ویب سائٹ: www.nbf.org.pk یا فون: 051-9261125
یا ای میل: books@nbf.org.pk، اور اس درسی کتاب کے بارے میں اپنی رائے دینے کے لیے ہمیں ای میل کیجیے: nbftextbooks@gmail.com

پیش لفظ

اُردو برائے جماعت نہم قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۳ء کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ جماعت ہشتم کی سطح کے بعد زبان و بیان میں قدرے رفعت اور طرز بیان میں ادبیت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نظم و نثر اور زبان کے دیگر اصول و اسالیب کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ مشقی سلسلے میں بھی نصابی حاصلات کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، چنانچہ نویں جماعت کی درسی کتاب کی تیاری کے دوران ان پہلوؤں کو مدّ نظر رکھا گیا ہے۔ اس میں پاکستانی اُردو کے جدید تقاضوں کی طرف بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ جنھیں اگلی جماعتوں میں بہت حد تک پورا کیا جائے گا۔ خاص طور پر نثر کی مختلف اصناف، صحافتی اُردو، دفتری اُردو، عدالتی اُردو، سائنسی اور تکنیکی اُردو، کمپیوٹر اور موبائل فون کی زبان کے بہت سے ایسے پہلو ہیں، جن سے طلبہ کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔ یاد رہے کہ ہمیں زبان کا استعمال سکھانا ہے۔ اساتذہ کو زیادہ زور اسی پہلو پر دینا ہوگا۔ خاص طور پر کمپیوٹر ٹیکنالوجی، موبائل فون اور ویب سائٹس کے حوالے سے اُردو کو جو حیثیت حاصل ہے، اسے تدریس کا حصّہ بنانا ہوگا۔ یہ ذمہ داری اُردو کے اساتذہ پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے روزمرہ اسباق میں کس طرح سے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ لائبریری سے طلبہ کے ربط و ضبط اور شوق کی ترویج کے لیے کہیں کہیں اضافی معلومات اور سرگرمیاں دی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی اساتذہ کی رہنمائی درکار ہوگی۔ اسباق، منظومات اور غزلیات کے آخر میں طلبا و طالبات کی رہنمائی کے لیے اضافی معلومات کی غرض سے مصنفین اور شعرا کا مختصر تعارف بھی دے دیا گیا ہے اور اساتذہ کرام کی رہنمائی کے لیے سبق کے آغاز میں حاصلاتِ تعلم بھی درج کر دیے گئے ہیں۔

معیار کی رفعت، تدریسی حاصلات، ذہنی رسائی اور اُسلوب کی پیروی ہمارا نصب العین ہے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے موثر تدریسی مراحل کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اور خصوصی کاوشیں بروئے کار لاتے ہوئے مواد اور مثالوں سے اس درسی کتاب کو شائع کیا ہے۔ اس ضمن میں تمام رفقا کی مساعی لائقِ تحسین ہیں۔

حتیٰ الامکان کوشش کی ہے کہ کتاب غلطیوں سے پاک ہو۔ حکومتِ پاکستان کی ہدایات کے مطابق کتابوں میں اس بات کو بھی یقینی بنایا گیا ہے کہ مختلف حوالوں سے وزارتِ مذہبی امور کی جانب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جو نوٹیفکیشن جاری ہوتے رہے ہیں ان پر بھی مکمل طور پر عمل کیا جائے۔ ان کی روشنی میں درستی کر دی گئی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ سے درخواست ہے کہ اگر اس کتاب میں کسی قسم کی لسانی اور علمی نوعیت کی غلطیاں ملیں تو ہمیں ان سے آگاہ فرمائیں اور مزید بہتری کے لیے اپنی تجاویز پیش کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کی درستی کی جاسکے۔ اس کے لیے ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ڈاکٹر راجہ مظہر حمید

مینیجنگ ڈائریکٹر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

فہرست اسباق

نمبر شمار	عنوان		صفحہ نمبر
	حصہ نثر		
۱۔	اخلاقِ حسنہ (سیرت نگاری)	سید سلیمان ندوی	05
۲۔	کتبہ (افسانہ)	غلام عباس	12
۳۔	بھیڑیا (پشتو ادب۔ افسانہ)	فاروق سرور	22
۴۔	آرام و سکون (ڈراما)	امتیاز علی تاج	28
۵۔	کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ (ناول: توبۃ النصوح)	ڈپٹی نذیر احمد	37
۶۔	نام دیو مالی (خاکہ)	مولوی عبدالحق	46
۷۔	ابتدائی حساب، (طنز و مزاح)	ابنِ انشا	52
۸۔	لڑی میں پروئے ہوئے منظر (سفر نامہ)	رضا علی عابدی	61
۹۔	اپنی مدد آپ (مضمون)	سر سید احمد خان	68
	حصہ نظم		
۱۔	حمد	مظفر وارثی	76
۲۔	نعت	ظفر علی خان	80
۳۔	جاوید کے نام	علامہ اقبال	86
۴۔	محنت کی برکات	الطاف حسین حالی	90
۵۔	کرکٹ اور مشاعرہ (طنز و مزاح)	دلاور فگار	94
۶۔	پیامِ لطیف (سندھی زبان کی شاعری)، تعارف و انتخاب: پروفیسر امجد اقبال	مترجم شیخ ایاز	99
	حصہ غزل		
۷۔	فقیرانہ آئے صدا کر چلے	میر تقی میر	104
۸۔	سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا	خواجہ حیدر علی آتش	109
۹۔	غم ہے یا خوشی ہے تو	ناصر کاظمی	113
۱۰۔	کاش طوفاں میں سفینے کو اُتارا ہوتا	پروین فنا سید	117
	فرہنگ		121

۱ اخلاقِ حسنہ

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- مختلف سمعی ذرائع سے کہانی، نظم، واقعہ، تقریر، اعلان، خطبہ، گفتگو، خبر، ڈراما، ہدایت اور فیچر وغیرہ سُن کر عمدہ سامع کے طور پر تیز رفتار سماعت کا مظاہرہ کر سکیں۔
- ذرائع ابلاغ سے خبروں، ڈراموں اور فیچروں میں اٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سُن کر اہم نکات مع تبصرہ و تشریح بیان کر سکیں۔
- اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی امور وغیرہ سے متعلق اپنی گفتگو میں موزوں الفاظ و تراکیب پر مشتمل روز مرہ اور بامحاورہ زبان استعمال کر سکیں۔
- لائبریری کی درجہ بندی اور فہرست کی ترتیب کو سمجھتے ہوئے اس کو استعمال کر سکیں۔
- مفہوم برقرار رکھتے ہوئے متفرق طریقوں سے عبارت یا جملوں میں تبدیلی کرتے ہوئے انھیں مزید آگے بڑھا سکیں۔
- مضمون نویسی کے مختلف انداز (بیانیہ، مدلل، بحثی اور تفصیلی) کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مختلف موضوعات کو قلم بند کریں۔
- کسی بھی رسمی وغیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ وغیرہ) کی جزئیات کو سمجھتے ہوئے اس پر تنقید و تبصرہ کر سکیں۔
- مختلف حروف (اضافت، شرط، استفہام، جار) کی نشان دہی کر سکیں۔

پڑھیں

عقائد اور عبادات کے بعد تعلیماتِ نبوی کی کتاب کا تیسرا باب اخلاق ہے۔ اخلاق سے مقصود باہم بندوں کے حقوق و فرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کو ادا کرنا ہر انسان کے لیے مناسب بلکہ ضروری ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کی ہر شے سے تھوڑا بہت اس کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی تعلق کے فرض کو بہ حُسن و خوبی انجام دینا اخلاق ہے، اس کے اپنے ماں باپ، اہل و عیال، عزیز و رشتہ دار، دوست و احباب سب سے تعلقات ہیں بلکہ ہر اُس انسان کے ساتھ اِس کا تعلق ہے جس سے وہ محلّہ، وطن، قومیت، جنسیت یا اور کسی نوع کا علاقہ رکھتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کے سبب سے اس پر کچھ فرائض عائد ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دنیا کے سارے مذہبوں کی بنیاد اخلاق پر ہی ہے، چناں چہ اس عرصۂ ہستی میں جس قدر پیغمبر اور مصلح آئے، سب کی یہی تعلیم رہی کہ سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ بولنا بُرا ہے۔ انصاف بھلائی اور ظلم برائی ہے۔ خیرات، نیکی اور چوری بدی ہے لیکن مذہب کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بعثت تکمیلی حیثیت رکھتی ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ (مشکوٰۃ: ۵۰۹۶)

چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اس فرض کو انجام دینا شروع کر دیا۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مکہ ہی میں تھے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو اس نئے پیغمبر کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لیے مکہ بھیجا۔ انھوں نے واپس آکر اس کی نسبت اپنے بھائی کو جن الفاظ میں اطلاع دی وہ یہ تھے:

ترجمہ: میں نے اس کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتا ہے۔

حبشہ کی ہجرت کے زمانے میں نجاشی نے جب مسلمانوں کو بُلوا کر اسلام کی نسبت تحقیقات کیں، اس وقت حضرت جعفر طیارؓ نے جو تقریر کی، اس کے چند فقرے یہ ہیں:

''اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہم سایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے، اس اثنا میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا، اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خوں ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہم سایوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔''

اسی طرح قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے جو ابھی تک کافر تھے، آں حضرت ﷺ کی اصلاحی دعوت کا جو مختصر خاکہ کھینچا اس میں یہ تسلیم کیا کہ وہ خدا کی توحید اور عبادت کے ساتھ لوگوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ ''وہ پاک دامنی اختیار کریں، سچ بولیں اور قرابت کا حق ادا کریں۔''

قرآن مجید نے جا بہ جا آں حضرت ﷺ کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ:

ترجمہ: یہ پیغمبر اَن پڑھ جاہلوں کو پاک وصاف کرتا اور ان کو کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

اسلام میں اخلاق کو جو اہمیت حاصل ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ آں حضرت ﷺ نماز میں جو دعا مانگتے تھے، اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہوتا تھا:

ترجمہ: اور اے میرے خدا تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے، اور ان کو نہیں پھیر سکتا لیکن تو۔

اسلام میں اخلاق ہی وہ معیار ہے جس سے باہم انسانوں میں درجے اور رتبے کا فرق نمایاں ہوتا ہے، فرمایا:

ترجمہ: تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

ترجمہ: (قیامت کی) ترازو میں حسنِ خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی کہ حسنِ اخلاق والا اپنے حسنِ خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔

اس بشارت نے اخلاقِ حسنہ کی نعمت کو تمام انسانی نعمتوں سے بالاتر بنا دیا۔ ایک اور حدیث میں آں حضرت ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

ان کے علاوہ کثرت سے ایسی حدیثیں ہیں جن میں آں حضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ فلاں فلاں اوصاف و اخلاق ایمان کے لوازم اور خصوصیات ہیں، جس قدر اِن لوازم اور خصوصیات میں زیادتی اور کمی ہوگی گویا اسی قدر اس ایمان کے منشا میں زیادتی و کمی ہوگی، یعنی ہمارے یہ ظاہری اخلاق ہماری اندرونی ایمانی کیفیت کا معیار اور پیمانہ ہیں، ہمارے دل کے اندر کا ایمان ہمارے گھر کا چراغِ زیرِ دامن ہے جس کی چمک دمک اور روشنی کا اندازہ اس کی باہر نکلنے والی شعاعوں سے کیا جائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ا۔ ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں جن میں سے ایک حیا ہے۔

۲۔ ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں سب سے بڑھ کر توحید کا اقرار ہے اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ تم راستے سے کسی تکلیف کی چیز کو ہٹا دو تاکہ تمھارے دوسرے بھائی کو تکلیف نہ ہو۔

۳۔ جس میں یہ تین باتیں ہوں اس نے ایمان کا مزہ پایا: حق بات کے سامنے جھگڑنے سے باز رہنا، مزاحمت کے باوجود جھوٹ نہ بولنا اور یقین کرنا کہ جو کچھ پیش آیا وہ ہٹ نہیں سکتا تھا۔

۴۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

۵۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور مومن وہ ہے جس پر لوگ اتنا بھروسہ کریں کہ اپنی جان و مال اس کی امانت میں دے دیں۔

۶۔ ایک شخص آکر پوچھتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے، فرمایا: (بھوکوں کو) کھانا کھلانا اور جانے ان جانے ہر ایک کو سلامتی کی دعا دینا (سلام کرنا)

۷۔ ایک شخص پوچھتا ہے کہ اے خدا کے رسول ﷺ! اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اچھی بات بولنا اور کھانا کھلانا، پھر پوچھا: ایمان کیا ہے؟ فرمایا: صبر کرنا اور اخلاقی جواں مردی دکھانا۔

۸۔ مومن وہ ہے جو دوسروں سے الفت کرتا ہے اور جو نہ دوسرے سے الفت کرتا اور نہ کوئی اس سے الفت کرتا ہے، اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

۹۔ مومن نہ تو کسی پر طعن کرتا ہے نہ کسی کو بددعا دیتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔

۱۰۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر وہ ظلم کرے اور نہ اس کو گالی دے جو اپنے کسی بھائی کی مدد میں ہوگا خدا اس کی مدد میں ہوگا جو کسی مسلمان کی کسی مصیبت کو دُور کرے گا تو خدا اس کی مصیبت دُور فرمائے گا۔

۱۱۔ جو صاحب ایمان ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

۱۲۔ بے ایمان (منافق) کی پہچان تین ہے: بولے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف کرے، اس کو امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔

چوں کہ نبی اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہمارے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں آپ ﷺ کے ارشادات پر عمل کریں۔ (سیرت النبی ﷺ)

سید سلیمان ندوی

علامہ سید سلیمان ندوی نومبر 1884ء میں موضع دیسنہ ضلع عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد کا نام ابوالحسن تھا۔ حصولِ تعلیم کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں چلے گئے۔ اسی زمانے میں علامہ شبلی نعمانی نے مولانا ندوی صاحب کو اپنے حلقۂ تلمذ میں شامل کر لیا۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسی ادارے سے وابستہ ہو گئے۔ سید صاحب نے کچھ عرصہ دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں جبکہ کچھ عرصہ تک ''الہلال'' میں مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ کام کیا۔ اس کے بعد وہ دکن کالج پونا میں دو سال تک فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر رہے۔ 1941ء میں جب علامہ شبلی نعمانی کا انتقال ہوا تو سید صاحب دکن کالج پونا میں لیکچرار تھے۔ علامہ صاحب نے ان کو وصیت کی تھی کہ سب کام چھوڑ کر سیرۃ النبی ﷺ کی تکمیل اور اشاعت کا فرض ادا کریں۔ چنانچہ سید صاحب نے ملازمت ترک کر دی۔ سیرۃ النبی ﷺ کی تصنیف و تالیف کو بڑی خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا اس کی وجہ سے علمی دنیا میں ان کا نام دور دور تک مشہور ہو گیا۔ سیرت کی چھ جلدوں میں ابتدائی پونے دو جلدیں ان کے

استاد شبلی نعمانی کی ہیں جب کہ بقیہ سوا چار کتابیں انھوں نے خود مرتب کیں۔ سید سلیمان ندوی کو تاریخ اور ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ انھوں نے سیرت، سوانح، مذہب زبان و ادب کے مسائل پر تحقیقی کام کیا اور ماہنامہ ''معارف'' جاری کیا اور اس کے ذریعے دین و ادب کی ٹھوس خدمت کی۔ 1950ء میں ندوی صاحب پاکستان آگئے اور کراچی میں آباد ہوئے۔ ندوی صاحب ایک بلند پایہ عالم، مورخ، مصنف اور مدبر تھے۔ ان کی تصانیف میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم حصہ سوم تا ششم، خطبات مدراس، عرب و ہند کے تعلقات، عربوں کی جہاز رانی، سیرت عائشہ، حیات شبلی، خیام اور نقوش سلیمان شامل ہیں۔ علامہ سلیمان ندوی کو شعر و سخن کا بھی شوق تھا۔ ان کا شعری مجموعہ ''ارمغان سلیمان'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ان کو ''نشان سپاس'' سے نوازا۔ نومبر 1953ء کو مولانا دار فانی سے کوچ کر گئے اور مالک حقیقی سے جا ملے۔ مولانا کی آخری آرام گاہ اسلامیہ کالج کراچی کے عقب میں واقع ہے۔

مشق

۱۔ درست جواب کو منتخب کریں۔

i۔ ہر مذہب کی بنیاد کس چیز پر رکھی گئی ہے؟

الف۔ تصوف　ب۔ اقربا پروری　ج۔ اخلاق　د۔ مال و اسباب

ii۔ دنیا کی خوش حالی اور امن و امان کا دار و مدار ہے:

الف۔ معاشی ترقی پر　ب۔ سیاسی ترقی پر　ج۔ سیاسی ترقی پر　د۔ اخلاقی ترقی پر

iii۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ وہ:

الف۔ خانہ کعبہ کی صورتِ حال معلوم کرے۔　ب۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تعلیمات کو دیکھے

ج۔ اہل قریش کے رسم و رواج معلوم کرے۔　د۔ اخلاقِ حسنہ کی تعلیم حاصل کرے۔

iv۔ قیامت کے روز سب سے وزنی نیکی ہوگی:

الف۔ نماز　ب۔ اخلاق　ج۔ روزے۔　د۔ زکوۃ

v۔ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق کامل مومن بننے کے لیے ضروری ہے کہ:

الف۔ جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے۔　ب۔ ہمیشہ اپنے مہمانوں کی خاطر مدارت کرے۔

ج۔ کسی پر طعن نہ کرے اور بد دعا نہ دے۔　ج۔ دوسروں سے الفت رکھے اور گالی نہ دے۔

۲۔ سبق کے متن کے مطابق درج ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

الف۔ اخلاق کا مقصد کیا بیان کیا گیا ہے؟

ب۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں کیا تقریر کی؟

ج۔ ابوسفیان نے قیصر روم کے دربار میں کس چیز کا اعتراف کیا؟

د۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سب سے پیارا کون ہے؟

ہ۔ حضرت ابوذرؓ کے بھائی نے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کیا بتایا؟

و۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا کیا مقصد بیان فرمایا؟

ز۔ بہ حیثیت مجموعی سید سلیمان ندوی کا اسلوبِ بیان کیسا ہے؟

۳۔ ایک طالب علم اونچی آواز میں روانی کے ساتھ درج ذیل اقتباس پڑھے۔ باقی طلبہ توجہ سے سنیں اور اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

"اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہم سایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے، اس اثنا میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا، اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خوں ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہم سایوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔"

۴۔ مصنف نے سبق کے کس حصے میں تعلیمات نبوی ﷺ کا خلاصہ بیان کیا ہے؟ اُس خلاصے کے چند اہم نکات لکھیں۔

۵۔ لائبریری کی کتابوں کی درجہ بندی اور فہرست

لائبریری میں کتابوں کی درجہ بندی مختلف انداز سے کی جاتی ہے اور کسی بھی لائبریری کے لیے یہ درجہ بندی نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ کتابوں یا دیگر مواد کو کسی خاصیت کی بنا پر الگ الگ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مختلف علوم کی کتب کو ایک خانے میں، مذہبی کتب، افسانوی، غیر افسانوی، شاعری کی کتب بھی الگ الگ خانوں میں رکھی جاتی ہیں۔ لائبریری میں موجود مصادر اور کتب کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

عمومی انسائیکلوپیڈیاز، لغات، سوانح عمریاں، حوالہ جاتی کتب، تحقیقی مقالات، رسائل واخبارات، نایاب کتابیں، فہارس، مخطوطات

❖ اپنے سکول کی لائبریری میں افسانوی اور غیر افسانوی کتابوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے پچیس پچیس کتابوں کی فہرست تیار کریں۔

۶۔ مضمون نویسی:

اردو نثر میں مضمون کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کسی موضوع پر اپنے افکار و خیالات اور جذبات کو مربوط اور مدلّل انداز میں لکھنا اور اپنی رائے کا اظہار کرنا مضمون نویسی کہلاتا ہے۔ مضمون لکھتے وقت کچھ اصول و ضوابط کا خیال رکھنا پڑتا ہے جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی، سنجیدہ یا مزاحیہ موضوعات کا احاطۂ تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ مضمون تین حصّوں پر مشتمل ہوتا ہے:

(i)۔ تمہید یا تعارف (ii)۔ اصل مضمون/نفس مضمون/متن (iii)۔ اختتام یا ذاتی رائے

مضمون کئی زاویوں اور انداز سے لکھا جا سکتا ہے۔ دلیل والا مضمون؛ تحقیقاتی مواد، اعداد و شمار اور مضمون نگار کی ذاتی رائے پر مشتمل ہوگا۔ بڑے پیمانے پر کی گئی تحقیقات پر مشتمل اس مضمون کی زبان سیدھی سادی زبان استعمال ہوتی ہے۔ وضاحتی مضمون میں کسی موضوع پر وضاحت کے ساتھ غیر جانب داری کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ وضاحتی مضمون کا مقصد کسی موضوع پر رائے بنائے بغیر اس کا تجزیہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ کسی خاص شعبے میں مضمون نگار کی مہارت کا اظہار ہوتا ہے۔

موازنہ اور تضاد مضمون دو پہلوؤں پر بحث کرتا ہے، مماثلت اور فرق کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ اس مضمون میں ایک پیرا گراف مماثلت اور ایک پیرا گراف اختلاف پر بحث کے لیے مختص کیا جاتا ہے۔ وجہ اور اثر مضمون میں بتایا جاتا ہے کہ چیزیں اس طرح کیوں ہیں؛ وہ کیسے وقوع پذیر ہوئیں؛ اور آگے کیا

ہو گا۔اس قسم کا مضمون لکھتے وقت واقعات کے دو مجموعوں کے درمیان ایک منطقی تعلق پیدا کیا جاتا ہے۔

بیانیہ مضمون ایک کہانی بتاتا ہے اور عمومی طور پر ذاتی نوعیت کا ہوتا ہے۔ یہ مضمون باہمی تجربے کو پھیلانے کے لیے رقم کیا جاتا ہے۔اس مضمون نے مختلف قسم کے چیلنجز کی کھوج لگانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔وضاحتی مضمون ایک مختصر قسم کا مضمون ہوتا ہے اور عام طور پر ایک صفحے کو محیط ہوتا ہے۔ جہاں ادب، کتاب، ناول، افسانے، ڈرامے یا شاعری کی وضاحت کی جاتی ہے۔جب کہ تفصیلی مضمون میں کسی بھی موضوع پر حتی المقدور تمام تفصیلات لکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ان تفصیلات کو مختلف پیرا گرافوں میں ایک مربوط انداز میں تحریر کیا جاتا ہے۔ بحثی مضمون میں مضمون نگار اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ موضوع کے دو مقامات، پہلوؤں اور زاویوں سے آگاہ ہے۔

۷۔درج ذیل موضوعات پر تفصیلی مضمون تحریر کریں۔

الف۔ بہترین طالب علم کے اوصاف

ب۔اچھے تعلیمی ادارے کی خصوصیات

۸۔اپنے دوست کو خط یا ای میل تحریر کریں جس میں اُسے اپنے ہاں مدعو کریں کہ وہ موسم گرما کی کچھ تعطیلات آپ کے ساتھ گزارے۔

۹۔ حروف کی اقسام

حروفِ اضافت: ایسے حروف جو ایک اسم کا تعلق دوسرے اسم سے ظاہر کریں۔ مثلاً: کا، کی کے

حروفِ استفہام: ایسے حروف جو سوال پوچھنے کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: کیا، کون، کیوں

حروف بیان: ایسے حروف کسی وضاحت کے لیے استعمال کیے جائیں۔ استاد نے کہا کہ سب کھڑے ہو جاؤ۔اس مثال میں ''کہ'' حرفِ بیان ہے۔

حروف جار: وہ حروف جو کسی اسم کو فعل سے ملاتے ہیں۔ مثلا: کتاب میز پر رکھ دو۔اس مثال میں ''پر'' حرف جار ہے۔اسی طرح کو'' سے'' تک نے ساتھ وغیرہ حروفِ جار ہیں۔

حروفِ شرط:

وہ حروف جو کسی شرط کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: اگر محنت کرو گے تو کامیابی ملے گی۔

اگر، اگرچہ، جب، جب تک، تاوقتیکہ، جوں ہی، حروف شرط ہیں۔

❖ درج ذیل حروف کی نشان دہی کریں۔

کی، جب تک، کہاں، کہ، کو، پر، اگر، کے

۱۱۔ مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے متفرق طریقوں سے عبارت یا جملوں میں تبدیلی کر کے مزید آگے بڑھانے کے لیے درج ذیل دو عبارات پڑھیں جن کا مفہوم ایک ہی ہے۔

عبارت ا: ایک آدمی نے پہاڑی سے گرتے ہوئے درخت کی ایک شاخ مضبوطی سے تھام لی اور موت کے خوف سے نہ چھوڑی لیکن سخت مایوسی کے عالم میں شاخ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ خوش قسمتی سے نیچے پانی کی ایک ندی تھی جس میں گرنے سے اُسے بہت معمولی چوٹیں آئیں۔

عبارت ۲: ایک شخص رات کی تاریکی میں جنگل میں ایک پہاڑی رستے پہ سفر کر رہا تھا۔ اچانک پاؤں پھسلنے سے وہ بلندی سے گر پڑا۔ گرتے گرتے اُس نے ایک درخت کی شاخ پکڑ لی۔ وہ شاخ کو کافی دیر تک تھامے لٹکا رہا کہ اگر شاخ چھوٹ گئی تو نیچے گر کر مر جاؤں گا۔ آخر جب کوئی چارہ نظر نہ آیا تو انتہائی مایوسی کے عالم میں شاخ چھوڑ دی۔ خوش بختی کی بات یہ رہی کہ اس درخت کے نیچے صاف شفاف پانی کی ایک ندی بہہ رہی تھی۔ وہ آدمی اس میں جا گرا۔ پانی میں گرنے کے باعث اُسے کوئی بڑی چوٹ نہ آئی اور وہ بچ گیا۔

سرگرمیاں

۱۔ اپنی پسند کے کسی مقامی اُردو اخبار میں سے کوئی رسمی و غیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ) وغیرہ غور سے پڑھیں، اس کی جزئیات کو سمجھیں اور اپنے ساتھی طلبہ کے ساتھ مختلف زاویوں، پہلوؤں سے اس پر تنقید و تبصرہ کریں۔

۲۔ اپنے کسی پسندیدہ ٹی وی چینل پر کوئی ایسا پروگرام، ڈراما یا خبر وغیرہ دیکھیں سنیں جس میں کسی اخلاقی، معاشی، معاشرتی یا ثقافتی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہو اس کے بعد درج ذیل جدول مکمل کریں۔

ٹی وی چینل کا نام	پروگرام کا نام	وقت اور تاریخ	پروگرام کی نوعیت			
			معاشی	معاشرتی	ادبی	اخلاقی

کوئی سے چار اہم نکات لکھیں۔

الف: .... ب: ....

ج: .... د: ....

آپ کی رائے: ....

۳۔ کلاس میں دو طلبہ ایک خاکے کی صورت میں "گاہک اور دکان دار بن کر" ایمان داری اور سچائی کے اخلاقی موضوع کو عملی نمونے کے طور پر پیش کریں۔ اس سلسلے میں اُستاد محترم / اُستانی صاحبہ سے رہنمائی بھی لی جا سکتی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

"سیرت النبی ﷺ" کی جلد اوّل کا تعارف کرائیں کیوں کہ وہ شبلی نعمانی کی تحریر کردہ ہے۔ "سیرت النبی ﷺ جلد اوّل پر استحسانی و تنقیدی گفتگو بھی کریں تاکہ طلبہ خود بھی کسی تحریر کے متعلق تنقیدی و استحسانی بحث میں حصہ لے سکیں۔

۲ کتبہ

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظم / نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات (براہِ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- منثور / منظوم کلام سے متعلق اشارات اور اہم نکات سن کر ان کی فہم کا تجزیہ کر سکیں۔
- مباحثوں، مذاکروں میں موضوع کے حق یا مخالفت میں حصہ لے سکیں۔
- مختلف منظوم / منثور اصناف ادب پڑھ کر مصنفین کے طرزِ تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- کہانی / مضمون / افسانے / ڈرامے کو پڑھ کر اس کے اجزا (پیراگراف، اس کے کرداروں کا تعارف، ابتدا، مناظر کا بیان، اختتام) کو شناخت کر سکیں۔
- کسی بھی نظم یا نثر کو پڑھ کر اس کے اہم نکات کا خلاصہ لکھ سکیں۔
- کسی بھی نظم / نثر کو پڑھ کر قاری کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے مرکزی خیال تحریر کر سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہارِ رائے کر سکیں۔
- مختلف حروف (ندا، تاسف، تشبیہ، تحسین، انبساط، نفرین) کی نشان دہی کر سکیں۔

پڑھیں

شہر سے کوئی ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر پُر فضا باغوں اور پھلواریوں میں گھری ہوئی قریب قریب ایک ہی وضع کی بنی ہوئی عمارتوں کا ایک سلسلہ ہے جو دُور تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ عمارتوں میں کئی چھوٹے بڑے دفتر ہیں جن میں کم و بیش چار ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ دِن کے وقت اس علاقے کی چہل پہل اور گہما گہمی عموماً کمروں کی چار دیواریوں ہی میں محدود رہتی ہے۔ مگر صبح کو ساڑھے دس بجے سے پہلے اور سہ پہر کو ساڑھے چار بجے کے بعد وہ سیدھی اور چوڑی چکلی سڑک جو شہر کے بڑے دروازے سے اِس علاقے تک جاتی ہے ایک ایسے دریا کا روپ دھار لیتی ہے جو پہاڑوں پر سے آیا ہو اور اپنے ساتھ بہت سا خَس و خاشاک بہا لایا ہو۔

گرمی کا زمانہ، سہ پہر کا وقت، سڑکوں پر درختوں کے سائے لمبے ہونے شروع ہو گئے تھے مگر ابھی تک زمین کی تپش کا یہ حال تھا کہ جوتوں کے اندر تلوے جُھلسے جاتے تھے۔ ابھی ابھی ایک چھڑکاؤ گاڑی گزری تھی۔ سڑک پر جہاں جہاں پانی پڑا تھا بُخارات اُٹھ رہے تھے۔ شریف حسین کلرک درجہ دوم، معمول سے کچھ سویرے دفتر سے نکلا اور اُس بڑے پھاٹک کے باہر آ کر کھڑا ہو گیا جہاں سے تانگے والے شہر کی سواریاں لے جایا کرتے تھے۔

گھر لَوٹتے ہوئے آدھے راستے تک تانگے میں سوار ہو کر جانا ایک ایسا لُطف تھا جو اُسے مہینے کے شروع کے چار پانچ روز ہی ملا کرتا تھا اور آج کا دِن انھی مبارک دِنوں میں سے ایک تھا۔ آج خلافِ معمول تنخواہ کے آٹھ روز بعد اُس کی جیب میں پانچ روپے کا نوٹ اور کچھ آنے پیسے پڑے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اس کی بیوی مہینے کے شروع ہی میں بچوں کو لے کر میکے چلی گئی تھی اور گھر میں وہ اکیلا رہ گیا تھا۔ دِن میں دفتر کے حلوائی سے دو چار پُوریاں لے کر

کھالی تھیں اور اُوپر سے پانی پی کر پیٹ بھر لیا تھا۔ رات کو شہر کے کسی سستے سے ہوٹل میں جانے کی ٹھہرائی تھی۔ بس بے فکری ہی بے فکری تھی۔ گھر میں کچھ ایسا اثاثہ تھا نہیں جس کی رکھوالی کرنی پڑتی۔ اِس لیے وہ آزاد تھا کہ جب چاہے گھر جائے اور چاہے تو ساری رات سڑکوں پر گھومتا رہے۔

تھوڑی دیر میں دفتروں سے کلرکوں کی ٹولیاں نکلنی شروع ہوئیں اور ان میں ٹائپسٹ، ریکارڈ کیپر، ڈسپیچر، اکاؤنٹینٹ، ہیڈ کلرک، سپر نٹنڈنٹ، غرض ادنیٰ و اعلیٰ ہر درجے اور حیثیت کے کلرک تھے۔ اور اسی لحاظ سے ان کی وضع قطع بھی ایک دوسرے سے جدا تھی۔ مگر بعض ٹائپ خاص طور پر نمایاں تھے۔ سائیکل سوار آدھی آستینوں کی قمیص، خاکی زین کے نیکر، اور چپل پہنے، سر پر سولا ہیٹ رکھے، کلائی پر گھڑی باندھے، رنگ دار چشمہ لگائے، بڑی بڑی توندوں والے بابُو، چھاتہ کھولے، مُنہ میں بیڑی، بغلوں میں فائلوں کے گٹھے دبائے۔ ان فائلوں کو وہ قریب قریب ہر روز اِس اُمید میں ساتھ لے جاتے کہ جو گتھیاں وہ دفتر کے غل غپاڑے میں نہیں سُلجھا سکے۔ ممکن ہے گھر کی یک سُوئی میں ان کا کوئی حل سُوجھ جائے۔ مگر گھر پہنچتے ہی وہ گرہستی کے کاموں میں ایسے اُلجھ جاتے کہ انھیں دیکھنے تک کا موقع نہ ملتا اور اگلے روز انھیں یہ مفت کا بوجھ جُوں کا تُوں واپس لے آنا پڑتا۔

بعض منچلے تانگے، سائیکل اور چھاتے سے بے نیاز، ٹوپی ہاتھ میں، کوٹ کاندھے پر، گریبان کھلا ہوا، جسے بٹن ٹُوٹ جانے پر انھوں نے سیفٹی پِن سے بند کرنے کی کوشش کی تھی اور جس کے نیچے سے چھاتی کے گھنے بال پسینے میں تَر بہ تر نظر آتے تھے۔ نئے رنگروٹ سستے، سِلے سِلائے، ڈھیلے ڈھالے بد قطع سُوٹ پہنے، اس گرمی کے عالَم میں واسکٹ اور نکٹائی کالر تک سے لیس، کوٹ کی بالائی جیب میں دو دو تین تین فونٹین پن اور پنسلیں لگائے خراماں خراماں چلے آ رہے تھے۔

گو اِن میں سے زیادہ تر کلرکوں کی مادری زبان ایک ہی تھی مگر وہ لہجہ بگاڑ بگاڑ کر غیر زبان میں باتیں کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اِس کی وجہ وہ طمانیت نہ تھی جو کسی غیر زبان پر قدرت حاصل ہونے پر اس میں باتیں کرنے پر اُکساتی ہے بلکہ یہ کہ انھیں دفتر میں دِن بھر اپنے افسروں سے اِسی غیر زبان میں بولنا پڑتا تھا اور وہ باہم بات چیت کر کے اس کی مشق بہم پہنچا رہے تھے۔

اِن کلرکوں میں ہر عمر کے لوگ تھے۔ ایسے کم عمر بھولے بھالے اور ناتجربہ کار بھی جن کی ابھی مسیں بھی پوری نہیں بھیگی تھیں اور جنھیں ابھی سکول سے نکلے تین مہینے بھی نہیں ہوئے تھے اور ایسے عمر رسیدہ، جہاں دِیدہ گھاگ بھی، جن کی ناک پر سالہا سال عینک کے استعمال کے باعث گہرا نشان پڑ گیا تھا اور جنھیں اس سڑک کے اُتار چڑھاؤ دیکھتے دیکھتے پچیس پچیس، تیس تیس برس ہو چکے تھے۔ بیشتر کارکنوں کی پیٹھ میں گُدی میں ذرا نیچے خَم سا آ گیا تھا اور کند اُستروں سے متواتر داڑھی مونڈتے رہنے کے باعث ان کے گالوں اور ٹھوڑی پر بالوں میں جڑیں پُھوٹ نکلی تھیں جنھوں نے بے شمار ننھی پھنسیوں کی شکل اختیار کر لی تھی۔ پیدل چلنے والوں میں بُہتیرے لوگ بخُوبی جانتے تھے کہ دفتر سے ان کے گھر کو جتنے راستے جاتے ہیں ان کا فاصلہ کتنے ہزار قدم ہے۔ ہر شخص افسروں کے چڑچڑے پن یا ماتحتوں کی نالائقی پر نالاں نظر آتا تھا۔

ایک تانگے کی سواریوں میں ایک کی کمی دیکھ کر شریف حُسین لپک کر اس میں سوار ہو گیا۔ تانگہ چلا اور تھوڑی دیر میں شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔ شریف حسین نے اِکنی نکال کر کوچوان کو دی اور گھر کی بجائے شہر کی جامع مسجد کی طرف چل پڑا۔ جس کی سیڑھیوں کے گرداگرد ہر روز شام کو کہنہ فروشوں اور سستا مال بیچنے والوں کی دکانیں سجا کرتی تھیں اور میلہ سا لگا کرتا تھا۔ دنیا بھر کی چیزیں اور ہر وضع اور ہر قماش کے لوگ یہاں ملتے تھے۔ اگر مقصد خرید و فروخت نہ ہو تو بھی یہاں اَور لوگوں کو چیزیں خریدتے، مول تول کرتے دیکھنا بجائے خود ایک پُرلُطف تماشا تھا۔

شریف حسین لیکچر باز حکیموں، سنیاسیوں، تعویذ گنڈے بیچنے والے سیانوں اور کھڑے کھڑے تصویر اتار دینے والے فوٹو گرافروں کے

جمگھٹوں کے پاس ایک ایک دودومنٹ رُکتا، سَیر دیکھتااس طرف جانکلاجہاں کباڑیوں کی دُکانیں تھیں۔

یہاں اُسے مختلف قسم کی بے شمار چیزیں نظر آئیں۔ ان میں سے بعض ایسی تھیں جو اپنی اصلی حالت میں بِلاشبہ صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہوں گی مگر ان کباڑیوں کے ہاتھ پڑتے پڑتے یا تو ان کی صورت اِس قدر مسخ ہوگئی تھی کہ پہچانی ہی نہ جاتی تھی یا ان کا کوئی حصہ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا جس سے وہ بے کار ہوگئی تھیں۔ چینی کے ظروف اور گُل دان، ٹیبل لیمپ، گھڑیاں، جلی ہوئی بیٹریاں، چوکھٹے، گراموفون کے کل پُرزے، جراحی کے آلات، ستار، بُھس بھرا ہرن،، پیتل کے لم ڈھینگ، بُدھ کا نیم قد مجسمہ۔۔۔۔

ایک دُکان پر اس کی نظر سنگِ مَرمَر کے ایک ٹکڑے پر پڑی جو معلوم ہوتا تھا کہ مغل بادشاہوں کے کسی مقبرے یا بارہ دری سے اُکھاڑا گیا ہے۔۔اس کا طُول کوئی سَوا فٹ تھا اور عَرض ایک فٹ۔ شریف حسین نے اس ٹکڑے کو اُٹھا کر دیکھا۔ یہ ٹکڑا ایسی نفاست سے تراشا گیا تھا کہ اس نے محض یہ دیکھنے کے لیے کہ بھلا کباڑی، اس کے کیا دام بتائے گا، قیمت دریافت کی۔

"تین روپے!" کباڑی نے اس کے دام کچھ زیادہ نہیں بتائے تھے۔ مگر آخر اسے اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس نے ٹکڑا رکھ دیا اور چلنے لگا۔

"کیوں حضرت چل دیے؟ آپ بتایے کیا دیجیے گا!"

وہ رک گیا۔ اُسے یہ ظاہر کرتے ہوئے شرم سی آئی کہ اسے اس چیز کی ضرورت نہ تھی اور اس نے محض اپنے شوقِ تحقیق کو پورا کرنے کے لیے قیمت پوچھی تھی۔ اس نے سوچا دام اِس قدر کم بتاؤ کہ جو کباڑی کو منظور نہ ہوں۔ کم از کم وہ اپنے دل میں یہ تو نہ کہے گا کہ یہ کوئی کنگلا ہے جو دکان داروں کا وقت ضائع اور اپنی حرص پوری کرنے آیا ہے۔

"ہم تو ایک روپیہ دیں گے۔" یہ کہہ کر شریف حسین نے چاہا کہ جَلد جلد قدم اُٹھاتا ہوا کباڑی کی نظروں سے اوجھل ہوجائے مگر اس نے اس کی مہلت ہی نہ دی۔ "اجی سنیے تو، کچھ زیادہ نہیں دیں گے؟ سَوا روپیہ بھی نہیں۔۔۔اچھالے جایئے۔"

شریف حسین کو اپنے آپ پر غصہ آیا کہ مَیں نے بارہ آنے کیوں نہ کہے۔ اب لَوٹنے کے سِوا کوئی چارہ ہی کیا تھا۔ قیمت ادا کرنے سے پہلے اس نے اس مرمریں ٹکڑے کو اٹھا کر دوبارہ دیکھا بھالا کہ اگر ذرا سا بھی نَقص نظر آئے تو اس سودے کو منسُوخ کردے۔ مگر وہ ٹکڑا بے عیب تھا۔ نہ جانے کباڑی نے اسے اس قدر سستا کیوں بیچنا قبول کیا تھا۔

رات کو جب وہ کھلے آسمان کے نیچے اپنے گھر کی چھت پر اکیلا بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا تو اس سنگِ مرمر کے ٹکڑے کا ایک مصرَف اس کے ذہن میں آیا۔ خدا کے کارخانے عجیب ہیں۔ وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ کیا عجب اس کے دِن پِھر جائیں۔ وہ کلرک درجہ دوم سے ترقی کرکے سپرنٹنڈنٹ بن جائے اور اس کی تنخواہ چالیس سے بڑھ کر چار سو ہوجائے۔۔۔۔ یہ نہیں تو کم سے کم ہیڈ کلرک ہی سہی۔ پھر اسے ساجھے کے مکان میں رہنے کی ضرورت نہ رہے بلکہ وہ کوئی چھوٹا سا مکان لے لے اور اس مرمریں ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کرا کے دروازے کے باہر نصب کردے۔ مستقبل کی یہ خیالی تصویر اس کے ذہن پر کچھ اس طرح چھا گئی کہ یا تو وہ اس مرمریں ٹکڑے کو بالکل بے مصرف سمجھتا تھا یا اب اسے محسوس ہونے لگا گویا وہ ایک عرصے سے اس قسم کے ٹکڑے کی تلاش میں تھا اور اگر اسے نہ خریدتا تو بڑی بُھول ہوتی۔

شروع شروع میں جب وہ ملازم ہُوا تھا تو اس کا کام کرنے کا جوش اور ترقی کا ولولہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ مگر دو سال کی سعیِ لاحاصل کے بعد رفتہ رفتہ اس کا یہ جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور مزاج میں سکون آچلا تھا مگر سنگِ مرمر کے ٹکڑے نے پھر اس کے خیالوں میں ہَل چل ڈال دی۔ مستقبل کے متعلق

طرح طرح کے خوش آئند خیالات ہر روز اس کے دماغ میں چکر لگانے لگے۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، دفتر جاتے، دفتر سے آتے، کوٹھیوں کے باہر لوگوں کے نام کے بورڈ دیکھ کر، یہاں تک کہ جب مہینہ ختم ہُوا اور اسے تنخواہ ملی تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سنگِ مرمر کے ٹکڑے کو شہر کے ایک مشہور سنگ تراش کے پاس لے گیا۔ جس نے بہت چابک دستی سے اس پر اس کا نام کندہ کر کے کونوں میں چھوٹی چھوٹی خوش نما بیلیں بنادیں۔ سنگِ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام کُھدا دیکھ کر اُسے ایک عجیب سے خُوشی ہوئی۔ زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اپنا نام اس قدر جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا تھا۔

سنگ تراش کی دکان سے روانہ ہُوا تو بازار میں کئی مرتبہ اس کا جی چاہا کہ کتبہ پر سے اس اخبار کو اُتار ڈالے جس میں سنگ تراش نے اسے لپیٹ کر دیا تھا۔ اور اس پر ایک نظر اور ڈال لے مگر ہر بار ایک نامعلوم حجاب جیسے اس کے ہاتھ پکڑ لیتا۔ شاید وہ راہ چلتوں کی نگاہوں سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ اس کتبے کو دیکھ کر اس کے اُن خیالات کو نہ بھانپ جائیں جو پچھلے کئی دِنوں سے اس کے دماغ پر مُسلط تھے۔

گھر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اس نے اخبار اتار پھینکا اور نظریں کتبے کی دل کش تحریر پر گاڑے دِھیرے دِھیرے سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ بالائی منزل میں اپنے مکان کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ جیب سے چابی نکالی۔ قُفل کھولنے لگا۔ پچھلے دو برس میں آج پہلی مرتبہ اس پر یہ انکشاف ہُوا کہ اس کے مکان کے باہر ایسی کوئی جگہ ہی نہیں کہ اس پر کوئی بورڈ لگایا جاسکے۔ اگر جگہ ہوتی بھی تو اس قسم کے کتبے وہاں تھوڑا ہی لگائے جاتے ہیں۔ ان کے لیے تو بڑا سا مکان چاہیے جس کے پھاٹک کے باہر لگایا جائے تو آتے جاتے کی نظر پڑے۔

قُفل کھول کر مکان کے اندر پہنچا اور سوچنے لگا کہ فی الحال اس کتبہ کو کہاں رکھوں۔ اس کے ایک حصہ مکان میں دو کوٹھریاں، ایک غسل خانہ اور ایک باورچی خانہ تھا۔ الماری صرف ایک ہی کوٹھری میں تھی مگر اس کے کواڑ نہیں تھے۔ بالآخر اس نے کتبے کو اس بے کواڑ کی الماری میں رکھ دیا۔ ہر روز شام کو جب وہ دفتر سے تھکا ہارا واپس آتا تو سب سے پہلے اس کی نظر اس کتبہ ہی پر پڑتی۔ اُمیدیں اسے سبز باغ دکھاتیں اور دفتر کی مشقت کی تکان کسی قدر کم ہو جاتی۔ دفتر میں جب کبھی اس کا کوئی ساتھی کسی معاملے میں اس کی رہ نمائی کا جُویا ہوتا تو اپنی برتری کے احساس سے اس کی آنکھیں چمک اُٹھتیں۔ جب کبھی کسی ساتھی کی ترقی کی خبر سنتا۔ آرزوئیں اس کے سینے میں ہیجان پیدا کر دیتیں۔ افسر کی ایک ایک نگاہِ لُطف و کرم کا نشہ اسے آٹھ آٹھ دن رہتا۔

جب تک اس کی بیوی بچے نہیں آئے وہ اپنے خیالوں میں مگن رہا۔ نہ دوستوں سے ملتا نہ کھیل تماشوں میں حصہ لیتا۔ رات کو جلد ہی ہوٹل سے کھانا کھا کر گھر آجاتا اور سونے سے پہلے گھنٹوں عجیب عجیب خیالی دنیاؤں میں رہتا، مگر ان کے آنے کی دیر تھی کہ نہ تو وہ فراغت ہی رہی اور نہ وہ سکون ہی مِلا۔ ایک بار پھر گرہستی کے فکروں نے اسے ایسا گھیر لیا کہ مستقبل کی یہ سہانی تصویریں رفتہ رفتہ دُھندلی پڑ گئیں۔

کتبہ سال بھر تک اسی بے کواڑ کی الماری میں پڑا رہا۔ اس عرصے میں اس نے نہایت محنت سے کام کیا۔ اپنے افسروں کو خوش رکھنے کی انتہائی کوشش کی مگر اس حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ اب اس کے بیٹے کی عمر چار برس کی ہوگئی تھی اور اس کا ہاتھ اس بے کواڑ کی الماری تک بہ خوبی پہنچ جاتا تھا۔ شریف حسین نے اس خیال سے کہ کہیں اس کا بیٹا کتبہ کو گرا نہ دے اسے وہاں سے اُٹھا لیا اور اپنے صندوق میں کپڑوں کے نیچے رکھ دیا۔

ساری سردیاں یہ کتبہ اسی صندوق ہی میں پڑا رہا۔ جب گرمی کا موسم آیا تو اس کی بیوی کو اس صندوق سے فالتو چیزوں کو نکالنا پڑا۔ چناں چہ دوسری چیزوں کے ساتھ بیوی نے کتبہ بھی نکال کر کاٹھ کے اس پرانے بکس میں ڈال دیا جس میں ٹوٹے ہوئے چوکھٹے، بے بال کے برش، بے کار صابن

دانیاں، ٹوٹے ہوئے کھلونے اور ایسی ہی دوسری چیزیں پڑی رہتی تھیں۔

شریف حسین نے اپنے مستقبل کے متعلق زیادہ سوچنا شروع کر دیا تھا۔ دفتروں کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچ گیا تھا کہ ترقی لطیفۂ غیبی سے نصیب ہوتی ہے۔ کڑی محنت جھیلنے اور جان کھپانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس کی تنخواہ میں ہر دوسرے برس تین روپے کا اضافہ ہو جاتا جس سے بچوں کی تعلیم وغیرہ کا خرچ نکل آتا اور اسے زیادہ تنگی نہ اُٹھانی پڑتی۔ پے در پے مایوسیوں کے بعد جب اس کو ملازمت کرتے بارہ برس ہو چکے تھے اور اس کے دل سے رفتہ رفتہ ترقی کے تمام ولولے نکل چکے تھے اور کتبے کی یاد تک ذہن سے محو ہو چکی تھی تو اس کے افسروں نے اس کی دیانت داری اور پرانی کار گزاری کا خیال کر کے اسے تین مہینے کے لیے عارضی طور پر درجہ اول کے ایک کلرک کی جگہ دے دی جو چھٹی جانا چاہتا تھا۔

جس روز اسے یہ عہدہ ملا اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس نے تانگے کا بھی انتظار نہ کیا بلکہ تیز تیز قدم اُٹھاتا ہُوا پیدل ہی بیوی کو یہ مژدہ سنانے چل دیا۔ شاید تانگہ اسے کچھ زیادہ جلدی گھر نہ پہنچا سکتا!

اگلے مہینے اس نے نیلام گھر سے ایک سستی سی لکھنے کی میز اور گھومنے والی کرسی خریدی۔ میز کے آتے ہی اسے پھر کتبے کی یاد آئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی سوئی ہوئی امنگیں جاگ اٹھیں۔ اس نے ڈھونڈ ڈھانڈ کے کاٹھ کی پیٹی میں سے کتبہ نکالا، صابن سے دھویا پونچھا اور دیوار کے سہارے میز پر ٹکا دِیا۔

یہ زمانہ اس کے لیے بہت کٹھن تھا کیوں کہ اپنے افسروں کو اپنی برتر کار گزاری دکھانے کے لیے چھُٹی پر گئے ہوئے کلرک سے دُگنا کام کرتا۔ اپنے ماتحتوں کو خُوش رکھنے کے لیے بہت سا اُن کا کام بھی کر دیتا گھر پر آدھی رات تک فائلوں میں غرق رہتا۔ پھر بھی وہ خُوش تھا۔۔ ہاں جب کبھی اسے اس کلرک کی واپسی کا خیال آتا تو اس کا دِل بجھ سا جاتا۔ کبھی کبھی وہ سوچتا، ممکن ہے وہ اپنی چھٹی کی میعاد بڑھوا لے۔۔۔۔ ممکن ہے وہ بیمار پڑ جائے۔۔۔ ممکن ہے وہ کبھی نہ آئے۔

مگر جب تین مہینے گزرے تو نہ اس کلرک نے چھٹی کی میعاد بڑھوائی اور نہ بیمار ہی پڑا۔ اس کے بعد جو دن گزرے وہ اس کے لیے بڑی مایوسی اور افسردگی کے تھے۔ تھوڑی سی خوش حالی کی جھلک دیکھ لینے کے بعد اب اسے اپنی حالت پہلے سے بھی زیادہ ابتر معلوم ہونے لگی تھی۔ اس کا جی کام میں مطلق نہ لگتا تھا۔ مزاج میں آلکس اور حرکات میں سُستی سی پیدا ہونے لگی۔ ہر وقت بے زار بے زار سا رہتا۔ نہ کبھی ہنستا، نہ کسی سے بولتا چالتا۔ مگر یہ کیفیت چند دن سے زیادہ نہ رہی۔ افسروں کے تیور جلد ہی اسے راہِ راست پر لے آئے۔

اب اس کا بڑا لڑکا چھٹی میں پڑھتا تھا اور چھوٹا چوتھی میں اور منجھلی لڑکی ماں سے قرآن مجید پڑھتی، سینا پرونا سیکھتی اور گھر کے کام کاج میں اس کا ہاتھ بٹاتی۔ باپ کی میز کرسی پر بڑے لڑکے نے قبضہ جما لیا۔ وہاں بیٹھ کر وہ اسکول کا کام کیا کرتا۔ چوں کہ میز کے ہِلنے سے کتبہ گر جانے کا خدشہ رہتا تھا اور پھر اس نے میز کی بہت سی جگہ بھی گھیر رکھی تھی۔ اس لیے اس لڑکے نے اسے اُٹھا کر پھر اسی بے کواڑ کی الماری میں رکھ دِیا۔

سال پر سال گزرتے گئے۔ اس عرصے میں کتبے نے کئی جگہیں بدلیں۔ کبھی بے کواڑ کی الماری میں تو کبھی میز پر، کبھی صندوقوں کے اوپر تو کبھی چارپائی کے نیچے۔ کبھی بوری میں تو کبھی کاٹھ کے بکس میں۔ ایک دفعہ کسی نے اُٹھا کر باورچی خانے کے اس بڑے طاق میں رکھ دیا جس میں روز مرہ استعمال کے برتن رکھے رہتے تھے۔

شریف حسین کی نظر پڑ گئی۔ دیکھا تو دھوئیں سے اس کا سفید رنگ پِیلا پڑ چلا تھا۔ اُٹھا کر دھویا پونچھا اور پھر بے کواڑ کی الماری میں رکھ دیا۔ مگر چند

ہی روز میں اسے پھر غائب کر دیا گیا اور اس کی جگہ وہاں کاغذی پھولوں کے بڑے بڑے گملے رکھ دیے گئے جو شریف حسین کے بڑے بیٹے کو کسی دوست نے اسے تحفے میں دیے تھے۔ رنگ پیلا پڑ جانے سے کتبہ الماری میں رکھا ہُوا بد نُما معلوم ہوتا تھا مگر اب کاغذی پھولوں کے سرخ سرخ رنگوں سے الماری میں جیسے جان پڑ گئی تھی اور ساری کوٹھری دہک اٹھی تھی۔

اب شریف حسین کو ملازم ہوئے پورے بیس سال گزر چکے تھے۔ اس کے سر کے بال نصف سے زیادہ سفید ہو چکے تھے اور پیٹھ میں گُدی سے ذرا نیچے خَم آ گیا تھا۔ اب بھی کبھی کبھی اس کے دماغ میں خوش حالی اور فارغ البالی کے خیالات چکر لگاتے مگر اب ان کی کیفیت پہلے کی سی نہ تھی کہ خواہ وہ کوئی کام کر رہا ہو۔ تصورات کو اُڑا لے جاتی اور پھر بیٹی کی شادی، لڑکوں کی تعلیم، اس کے بڑھتے ہوئے اخراجات، پھر ساتھ ہی ساتھ ان کے لیے نوکریوں کی تلاش۔۔۔ یہ ایسی فکریں نہ تھیں کہ پل بھر کو بھی اس خیال کو کسی اور طرف بھٹکنے دیتیں۔

پچپن برس کی عمر میں اسے پنشن مل گئی۔ اب اس کا بیٹا ریل کے مال گودام میں کام کرتا تھا۔ چھوٹا کسی دفتر میں ٹائپسٹ تھا اور اس سے چھوٹا انٹرنس میں پڑھتا تھا۔ اپنی پنشن اور لڑکوں کی تنخواہیں سب ملا کر کوئی ڈیڑھ سو روپے ماہوار کے لگ بھگ آمدنی ہو جاتی تھی جس میں باخوبی گزر ہونے لگی۔ علاوہ ازیں اس کا ارادہ کوئی چھوٹا موٹا بیوپار شروع کرنے کا بھی تھا مگر مندے کے ڈر سے ابھی پورا نہ ہو سکا تھا۔ اپنی کفایت شعاری اور بیوی کی سلیقہ مندی کی بادولت اس نے بڑے بیٹے اور بیٹی کی شادیاں خاصی دھوم دھام سے کر دی تھیں۔ ان ضروری کاموں سے نمٹ کر اس کے جی میں آئی کہ حج کر آئے مگر اس کی توفیق نہ ہو سکی۔ البتہ کچھ دنوں مسجدوں کی رونق خوب بڑھائی مگر پھر جلد ہی بڑھاپے کی کم زوریوں اور بیماریوں نے دبانا شروع کر دیا اور زیادہ تر چارپائی ہی پر پڑا رہنے لگا۔

جب اسے پنشن وصول کرتے تین سال گزر گئے تو جاڑے کی ایک رات کو وہ کسی کام سے بستر سے اُٹھا۔ گرم گرم لحاف سے نکلا تھا، پچھلے پہر کی سرد اور تُند ہوا تیر کی طرح اس کی سینے میں لگی اور اسے نمونیا ہو گیا۔ بیٹوں نے اس کے بہتیرے علاج معالجے کرائے۔ اس کی بیوی اور بہو، دِن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں مگر افاقہ نہ ہُوا۔ وہ کوئی چار دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد مر گیا۔

اس کی موت کے بعد اس کا بڑا بیٹا مکان کی صفائی کرا رہا تھا کہ پرانے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے ایک بوری میں اسے یہ کتبہ مل گیا۔ بیٹے کو باپ سے بے حد محبت تھی۔ کتبے پر باپ کا نام دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر آئے اور وہ دیر تک ایک محویت کے عالَم میں اس کی خطاطی اور نقش و نگار کو دیکھتا رہا۔ اچانک اسے ایک بات سوجھی جس نے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا کر دی۔

اگلے روز کتبے کو ایک سنگ تراش کے پاس لے گیا اور اس سے کتبہ کی عبارت میں تھوڑی سی ترمیم کرائی اور پھر اسی شام اسے اپنے باپ کی قبر پر نصب کر دیا۔

(آنندی)

غلام عباس (۱۹۰۹ـ۱۹۸۲ء)

غلام عباس اُردو کے نام ور افسانہ نگاروں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ آپ امرتسر کے ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے حاصل کرنے کے بعد پندرہ سال کی عمر سے لکھنے کا آغاز کیا۔ بچوں کے لیے کتب لکھنے کے ساتھ ساتھ رسائل میں بہ طور معاون مدیر اپنے فرائض انجام دیے۔ محکمہ تعلقاتِ عامہ اور ریڈیو پاکستان سے بھی منسلک رہے۔ آپ ترکی ادب سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ کی باوقار اور کام یاب تخلیقی زندگی اور ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے ''ستارۂ امتیاز'' سے نوازا۔

پریم چند کے بعد آپ کو افسانہ نگاری میں عروج اور شہرت حاصل ہے۔ ''کتبہ'' آپ کا شاہ کار ہے۔ آپ نے اپنے افسانوں میں حقیقت کی ترجمانی کی ہے آپ نے نہایت کمال سے عام افراد اور ان کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ وہ عام سے موضوع پر اس خوب صورتی سے قلم اٹھاتے ہیں کہ تمام سماج ان کے افسانے کا کردار اور موضوع محسوس ہوتا ہے، آپ نے جب افسانہ نگاری کا آغاز کیا مغربی تعلیم اور تہذیب اپنا رنگ جما رہی تھی اور لوگ کش مکش کا شکار تھے کہ مشرقی روایات کو تھامے رکھیں یا نئی تہذیب کا دامن تھام لیں آپ نے اس کیفیت کو خوب صورت سے اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔

آپ کا اسلوب بیان نہایت سادہ اور پُر اثر ہے۔ آپ افسانوں میں نفسیاتی تجزیہ موجود ہے۔ زبان کی صحت و صفائی کا افسانوں میں التزام ہے۔ آپ کے اسلوب نے معمولی موضوعات کو غیر معمولی بنا دیا۔ آپ کا قلم جذبات کے بہہ جائے تعقل پسندی کا قائل رہا۔ آپ نے زندگی کے تلخ حقائق کو حقیقت پسندانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے آپ کے کردار ہماری زندگی کے جیتے جاگتے کردار ہوتے ہیں۔ آپ کے افسانوں میں ''آنندی'' جاڑے چاندنی کی، کن رس، دھنک اور گوندنی والا تکیہ زیادہ مشہور ہیں۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل میں سے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

i۔ غلام عباس کا تعلق کس صدی سے ہے؟

الف۔ اٹھارویں　ب۔ انیسویں　ج۔ بیسویں　د۔ اکیسویں

ii۔ غلام عباس کس ادب سے زیادہ متاثر تھے؟

الف۔ انگریزی　ب۔ عربی　ج۔ فارسی　د۔ تُرکی

iii۔ قواعد کے اعتبار سے ''کہ'' کون سا حرف ہے؟

الف۔ شرط　ب۔ جاد　ج۔ بیان　د۔ تمنا

iv۔ ایسے حروف کو کیا کہیں گے جو ایک اسم کا تعلق دوسرے اسم سے ظاہر کریں؟

الف۔ حروف استفہام　ب۔ حروف اضافت　ج۔ حرروف عطف　د۔ حروف بیان

v۔ صنفِ نثر مضمون کتنے حصّوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

الف۔ ایک　ب۔ دو　ج۔ تین　د۔ چار

vi۔ غلام عباس کے اسلوب کی نمایاں خوبی کیا ہے؟

الف۔ جانب داری　ب۔ حقیقت پسندی　ج۔ معاشی کش مکش　د۔ جذبات نگاری

۲۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

''پچپن برس کی عمر میں اسے پنشن مل گئی۔ اب اس کا بیٹا ریل کے مال گودام میں کام کرتا تھا۔ چھوٹا کسی دفتر میں ٹائپسٹ تھا اور اس سے چھوٹا انٹرنس میں پڑھتا تھا۔ اپنی پنشن اور لڑکوں کی تنخواہیں سب ملا کر کوئی ڈیڑھ سو روپے ماہ وار کے لگ بھگ آمدنی ہو جاتی تھی جس میں باخوبی گزر ہونے لگی۔ علاوہ ازیں اس کا ارادہ کوئی چھوٹا موٹا بیوپار شروع کرنے کا بھی تھا مگر مندے کے ڈر سے ابھی پورا نہ ہو سکا تھا۔ اپنی کفایت شعاری اور بیوی کی سلیقہ مندی کی بادولت اس نے بڑے بیٹے اور بیٹی کی شادیاں خاصی دھوم دھام سے کر دی تھیں۔ ان ضروری کاموں سے نمٹ کر اس کے جی میں آئی کہ حج کر آئے مگر اس کی توفیق نہ ہو سکی۔ البتہ کچھ دنوں مسجدوں کی رونق خوب بڑھائی مگر پھر جلد ہی بڑھاپے کی کمزوریوں اور بیماریوں نے دبانا شروع کر دیا اور زیادہ تر چارپائی ہی پر پڑا رہنے لگا۔ جب اسے پنشن وصول کرتے تین سال گزر گئے تو جاڑے کی ایک رات کو وہ کسی کام سے بستر سے اُٹھا۔ گرم گرم لحاف سے نکلا تھا، پچھلے پہر کی سرد اور تُند ہوا تیر کی طرح اس کے سینے میں لگی اور اسے نمونیا ہو گیا۔ بیٹوں نے اس کے بہتیرے علاج معالجے کرائے۔ اس کی بیوی اور بہو، دِن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں مگر افاقہ نہ ہوا۔۔۔ کوئی چار دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد مر گیا۔''

الف۔ شریف حسین کو کتنے برس کی عمر میں پینشن مل گئی؟

ب۔ پینشن ملنے کے وقت شریف حسین کے تینوں بیٹے کیا کر رہے تھے؟

ج۔ شریف حسین کوئی کاروبار شروع کیوں نہ کر سکا؟

د۔ آخری عمر میں شریف حسین کے چارپائی پر پڑے رہنے کا سبب کیا تھا؟

ز۔ شریف حسین کو نمونیہ کیوں ہوا؟

ہ۔ ''اس کی بیوی اور بہو دن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں''   اس جملے کا مفہوم لکھیں؟

ی۔ کتنے دن بیمار رہنے کے بعد شریف حسین مر گیا؟

۳۔ افسانہ

لغت میں افسانہ ایک جھوٹی کہانی کو کہتے ہیں ادبی اصطلاح میں یہ ایک ایسی کہانی ہے جو زندگی کا ایک جُزو پیش کرتی ہے۔ افسانہ اختصار اور وحدت تاثر کی حامل ایک کہانی ہوتی ہے۔ افسانہ یا مختصر افسانہ کم سے کم آدھے گھنٹے میں پڑھا جانے والا ایسا قصہ ہوتا ہے جس میں کسی ایک واقعہ یا زندگی کے کسی ایک پہلو کو اختصار اور دلچسپی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

افسانہ کے اجزائے ترکیبی: پلاٹ، کردار، نقطہ نظر یا مرکزی خیال، مکالمہ، آغاز و اختتام، اسلوب بیان

۴۔ طلبہ سے ''کتبہ'' کے درج ذیل اہم نکات اور اشارات کی بلند خوانی کرائی جائے۔ ان نکات اور اشارات کو سن کر ہر طالب علم جزئیات نگاری اور موضوع کا اپنے اپنے طور پر تجزیہ پیش کرے۔

سرکاری عمارتیں

دفتر سے چھٹی

مختلف کلرکوں کے حُلیے

شریف حسین کا گھر کے بہ جائے جامع مسجد جانا

کباڑی کی دکان سے کتبہ خریدنا

کتبے سے متعلق مستقبل کی خیالی تصاویر بنانا

سینئر کلرک کی جگہ تعیناتی اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرنا

کتبے کی جگہوں کی تبدیلی

بچوں کی ملازمت، شادی اور دیگر خانگی ذمہ داریاں

خواہشات کی تکمیل نہ کر سکنا

موت کا شکار ہونا اور کتبے کا قبر پر نصب ہونا

۵۔افسانہ ''کتبہ'' آپ نے پڑھا۔استاد محترم کی راہ نمائی سے غلام عباس کے اسلوب تحریر پر مختصر انداز میں روشنی ڈالیے۔

۶۔ ''کتبہ'' افسانے کے درج ذیل اقتباس کو پڑھ کر اس کے اجزا (ابتدا، مناظر کا بیان اور اختتام) کو شناخت کریں۔

شہر سے کوئی ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر پُر فضا باغوں اور پھلواریوں میں گھری ہوئی قریب قریب ایک ہی وضع کی بنی ہوئی عمارتوں کا ایک سلسلہ ہے جو دُور تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ عمارتوں میں کئی چھوٹے بڑے دفتر ہیں جن میں کم و بیش چار ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔دِن کے وقت اس علاقے کی چہل پہل اور گہما گہمی عموماً کمروں کی چار دیواریوں ہی میں محدود رہتی ہے۔ مگر صبح کو ساڑھے دس بجے سے پہلے اور سہ پہر کو ساڑھے چار بجے کے بعد وہ سیدھی اور چوڑی چکلی سڑک جو شہر کے بڑے دروازے سے اِس علاقے تک جاتی ہے ایک ایسے دریا کا رُوپ دھار لیتی ہے جو پہاڑوں پر سے آیا ہو اور اپنے ساتھ بہت سا خَس و خاشاک بہا لایا ہو۔ گرمی کا زمانہ، سہ پہر کا وقت، سڑکوں پر درختوں کے سائے لمبے ہونے شروع ہو گئے تھے مگر ابھی تک زمین کی تپش کا یہ حال تھا کہ جُوتوں کے اندر تلوے جُھلسے جاتے تھے۔ابھی ابھی ایک چھڑکاؤ گاڑی گزری تھی۔ سڑک پر جہاں جہاں پانی پڑا تھا بخارات اُٹھ رہے تھے۔

۷۔اہم نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے افسانہ کتبہ کا خلاصہ تحریر کریں۔

۸۔افسانہ کتبہ کا مرکزی خیال لکھیں۔

۹۔ شیخ جمن کو بھی اپنی عظیم الشان ذمے داری کا احساس ہوا۔اس نے سوچا، میں اس وقت انصاف کی اونچی مسند پر بیٹھا ہوں۔ میری آواز اس وقت حکم خدا ہے اور خدا کے حکم میں میری نیت کو مطلق دخل نہ ہونا چاہیے، حق اور راستی سے جو بھر ٹلنا بھی مجھے دنیا اور دین ہی میں سیاہ بنا دے گا۔

پنچایت شروع ہوئی، فریقین نے اپنے حالات بیان کیے، جرح ہوئی، شہادتیں گزریں۔ فریقین کے مددگاروں نے بہت کھینچ تان کی، جمن نے بہت غور سے سنا اور تب فیصلہ سنایا۔ ''الگو چودھری اور سمجھو سیٹھ، پنچوں نے تمھارے معاملے پر غور کیا ہے سمجھو کو بیل کی پوری قیمت دینا واجب ہے، جس وقت بیل ان کے گھر آیا، اس کو کوئی بیماری نہ تھی اگر قیمت اسی وقت دے دی گئی ہوتی تو آج سمجھو اسے واپس لینے کا ہر گز تقاضا نہ کرتے۔

رام دھن مصر نے کہا: ''قیمت کے علاوہ ان سے تاوان بھی لیا جائے، سمجھو نے بیل کو دوڑا دوڑا کر مار ڈالا۔''

جمن نے کہا: ''اس کا اصل معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔''

گوڈر شاہ نے کہا سمجھو کے ساتھ کچھ رعایت ہونی چاہیے۔ان کا بہت نقصان ہوا ہے اور اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے۔

❖ **مندرجہ بالا اقتباس پریم چند کے افسانے ''پنچایت'' سے منتخب کیا گیا ہے۔ شیخ جمن کا کردار آپ کو کیسا لگا، اپنی رائے کا اظہار کریں۔**

۱۰۔ افسانہ ''پنچایت'' کے درج بالا متن کے حصے کو طلبہ باری باری دہرائیں نیز حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہار رائے کریں۔ اس سلسلے میں استاد محترم سے رہ نمائی بھی حاصل کریں۔

۱۱۔ حروف کی اقسام

حروفِ ندا:

کسی کو پکارنے یا آواز دینے کے لیے استعمال ہونے والے حروف کو حروفِ ندا کہتے ہیں۔

مثلاً: یا اللہ! اے، اے، اجی، او، ابے وغیرہ بھی حروفِ ندا ہیں۔

حروفِ تاسف:

یہ حروف غم یا افسوس کے اظہار کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، افسوس، حیف، وائے، ہائے، اُف، ہے ہے حروف، تاسف ہیں۔

حروف تشبیہ:

یہ حروف ایک شے کو دوسری شے کی طرح بتانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

مانند، مثل، طرح، سا، جیسا، بعینہٖ، حرف تشبیہ ہیں۔

حروفِ تحسین یا انبساط:

کسی کی تعریف یا خوشی کے اظہار کے لیے بولے جانے والے حروف کو حروفِ تحسین یا حروفِ انبساط کہتے ہیں۔ مثلاً:

سبحان اللہ، شاباش، بہت خوب، واہ واہ، مرحبا، وغیرہ

حروفِ نفرین:

نفرت یا ملامت کے اظہار کے لیے استعمال ہونے والے حروف مثلاً: تُف، لعنت، پھٹکار، ہزار لعنت، اخ تھو وغیرہ

۱۲۔ مندرجہ ذیل دیے گئے حروف کی نشان دہی کریں۔

تف، اخ تھو، بہت خوب، مرحبا، حیف،، جیسا، مثل، اے، ابے، کا، کی، اگر، جب تک

سرگرمی

۱۔ افسانہ ''کتبہ'' کو ڈرامے اور اس کے فنی لوازم کو سامنے رکھتے ہوئے جماعت کے کمرے میں جوڑیوں میں ڈرامائی انداز میں پیش کریں۔

۲۔ سکول میں ''بزرگوں کا احترام'' کے عنوان سے ایک مباحثہ یا مذاکرہ منعقد کرائیں جس میں خود بھی موضوع کے حق میں حصّہ لیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- سبق خوانی سے قبل اردو افسانہ نگاری کی روایت کی روشنی میں غلام عباس کے افسانوں اوور کوٹ، کن رس، فینسی ہیئر کٹنگ سیلون اور بہروپیا کے حوالے سے ان کے فکر و فن پر گفت گو کریں تاکہ طلبہ خود بھی غلام عباس کے طرزِ تحریر شناخت کرتے ہوئے اس کے متعلق تحریر کر سکیں۔

۳ بھیڑیا

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کلام/بات درمیان سے سن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتا سکیں اور عبارت کو درست تلفظ اور لب و لہجے کے ساتھ ادا کر سکیں۔
- مصنف/شاعر کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی سوالات کے جوابات دے سکیں۔ نظم و نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات کے جوابات دے سکیں۔
- افسانوی/غیر افسانوی انتخاب پڑھ کر اس میں موجود معلومات اخذ کرتے ہوئے استعمال کر سکیں۔
- مختلف نثری اصناف ادب (کہانی، داستان، افسانہ، ڈراما اور ناول) پڑھ کر اُس کی طرز تحریر سے آگاہ ہو سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہار رائے کر سکیں۔
- متعلقہ معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف دستاویزی فارم مثلاً: داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلوے رعایت کرایہ فارم، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی بچت فارم، خدمات افادی فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- عالمی ثقافتوں، معاشرتی، معاشی و سماجی رابطوں کے لیے تحاریر کو پڑھ سکیں اور ان سے معلومات حاصل کر سکیں۔
- مختلف حروف (تردید، اضراب، تنبیہ، استعجاب، قسم، عطف، علت) کی نشان دہی اور استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا غرا رہا ہے۔ بہت دیر سے میں نے ایک درخت میں پناہ لے رکھی ہے۔ میں اب تھک چکا ہوں اور میری یہ خواہش ہے کہ نیچے اتروں لیکن کم بخت بھیڑیا مجھے اترنے نہیں دیتا۔ وہ نیچے کھڑا مجھے مسلسل خوف ناک نظروں سے دیکھ رہا ہے اور اس انتظار میں ہے کہ میں کب اتروں گا اور وہ مجھے چیر پھاڑ کر کھا جائے گا۔

جس درخت پر اب میرا مسکن ہے۔ یہ ایک عجیب سا درخت ہے بل کہ اگر میں اسے جادو کا درخت کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ میں یہاں جو بھی خواہش کرتا ہوں وہ فوراً پوری ہو جاتی ہے؛ اگر نرم اور گرم بستر کے بارے میں سوچوں تو وہ میرے قریب بچھ جاتا ہے؛ اکتا جاؤں تو میرے سامنے ایک شان دار ٹی وی سیٹ آ جاتا ہے؛ جس کے اسٹیریو اسپیکرز ہوتے ہیں اور جو دنیا کا ہر اسٹیشن پکڑ کر سکتا ہے، اگر کسی بھی کھانے کے لیے میرا جی چاہے تو وہ فوراً حاضر ہوتا ہے۔ یہاں سب کچھ ہے ہر طرح کی آسائشیں ہیں لیکن یہاں جس چیز کی کمی ہے اور جس چیز کے لیے میں تڑپ رہا ہوں وہ ہے آزادی لیکن یہ آزادی مجھ سے قربانی کا تقاضا کرتی ہے اور قربانی، یہ کہ مجھے نیچے اترنا پڑے گا اور بھیڑیے کو ہلاک کرنا ہوگا لیکن مجھ میں اتنی جرات نہیں، میں بھیڑیے سے خوف زدہ ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔

کبھی کبھی جب میں اس وقت کو یاد کرتا ہوں جب بھیڑیا میرا پیچھا کر رہا تھا، تو میرا پسینہ چھوٹ جاتا؛ ایک سنسنی سی جسم میں پھیل جاتی ہے، دل ڈوبنے لگتا ہے۔ تب میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر یہ درخت میرے سامنے نہ آتا اور مجھے پناہ نہ دیتا تو بھیڑیا کب کا مجھے ہلاک کر چکا ہوتا۔

مایوسی کے اس گھپ اندھیرے میں کبھی کبھار اس بات پر بھی خوش ہو جاتا ہوں کہ درخت کافی اونچا ہے اور میں یہاں ہر طرح سے محفوظ ہوں اور بھیڑیا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ دن کے وقت تو میری حالت ٹھیک رہتی ہے، کوئی نہ کوئی مصروفیت نکل آتی ہے لیکن جوں ہی رات ہوتی ہے، ایک عجیب سی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سو جاتا ہوں تو خوف ناک خواب مجھے ڈراتے ہیں۔ ایک قیامت سی مجھ پر گزرتی ہے، تمام جسم تھکا ہوتا ہے اور ایک ایک انگ یوں دُکھ رہا ہوتا ہے جیسے کسی نے چابک سے مجھے سخت مارا ہو۔

اکثر میں سوچتا ہوں کہ میں کب تک اس عذاب میں مبتلا رہوں گا، کب تک انتظار کروں گا کہ بھیڑیا بھوک سے مر جائے لیکن وہ بہ جائے مرنے کے پہلے سے زیادہ طاقت ور ہو جاتا ہے۔

ایک صبح جب میری آنکھ کھلتی ہے تو اچانک درخت کے گھنے پتوں سے مجھے کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ خوف سے ایک تیز سی چیخ میرے مُنھ سے نکلتی ہے اور مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ بھیڑیا بالآخر اپنی کوشش میں کام یاب ہو ہی گیا۔ پھر میری حیرت کی انتہا نہیں رہتی، جب مجھے پتہ چلتا ہے کہ وہ میرے ہی جیسا ایک شخص ہے، پریشان اور گھبرایا ہوا۔ اس اجنبی نے درخت پر ایک اور بھیڑیے کے خوف سے پناہ لے رکھی ہے۔ اس کا بھیڑیا بھی نیچے کھڑا غرا رہا تھا۔ درخت پر پنجے گاڑ رہا ہے لیکن تمام کوششوں کے باوجود اونچے درخت پر چڑھ نہیں پاتا۔

ہم دونوں لوگ ہیں جو اپنے اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔ باوجود یہ کہ درخت میں ہمارے لیے ہر طرح کی آسائشیں موجود ہیں لیکن ہم ان آسائشوں سے خوش نہیں، جبر اور اکتاہٹ کا احساس دن بہ دن ہمیں کھائے جا رہا ہے۔ اب تو ہمیں رات کو نیند بھی نہیں آتی جوں ہی آنکھ لگتی ہے بھیڑیے کا خوف ناک چہرہ ہمیں دوبارہ جگا دیتا ہے۔ کم بخت اب ہمارے خوابوں میں بھی گھس گیا ہے وہ ہمیں یہاں سکون سے رہنے نہیں دیتا۔

ہم دونوں کے بھیڑیے اکثر اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی ان دونوں پر ایسا جنون سوار ہو جاتا ہے کہ وہ درخت پر حملہ کر دیتے ہیں اس کے موٹے تنے پر دانت اور پنجے گاڑ دیتے ہیں اور اس وقت خوف ناک سی غراہٹ ہوتی ہے۔

دونوں کے بھیڑیوں کا یہ اچانک کا باؤلا پن ہمیں مزید ڈرا دیتا ہے لیکن ایک بات یہ ہے ہم دونوں کے بھیڑیوں کا تعلق اپنے اپنے آدمی سے ہے۔ میرے ساتھی کا بھیڑیا مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور میرا بھیڑیا اس سے، خاص بات یہ ہے کہ دونوں بھیڑیے بھی ایک دوسرے سے لاتعلق رہتے ہیں اور ہم اس بات سے حیران ہوتے ہیں۔

ایک دن کافی سوچ بچار کے بعد ہم دونوں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم دونوں نیچے اتریں گے اور اپنے اپنے بھیڑیے سے مقابلہ کریں گے جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا ورنہ یہ عذاب کی زندگی کب تک ہم گزاریں گے تب ہم دونوں آنکھیں بند کر کے نیچے کودنے کا ارادہ کرتے ہیں میرا ساتھی تو کود جاتا ہے مگر میں اپنی بزدلی کے باعث ایسا نہیں کر پاتا اور اپنی جگہ بیٹھا رہ جاتا ہوں۔

اس کا بھیڑیا جوں ہی اسے نیچے دیکھتا ہے تو فوراً اس کی طرف لپکتا ہے اور اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ میرا بھیڑیا بھی خبر دار ہو جاتا ہے اور اس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن جب میں نیچے نہیں اترتا تو وہ غصے سے آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور پاگلوں کی طرح درخت کے موٹے تنے کے ساتھ لڑنا شروع کر دیتا ہے اس سے پیشتر کہ میرے ساتھی کا بھیڑیا اسے زمین پر گرائے وہ اس چھوٹی سی شاخ سے بھیڑیے کو مارتا ہے جو اس نے درخت سے توڑی ہوتی ہے۔ اس کا بھیڑیا اسی وقت زمین پر گرتا ہے اور چند ہی لمحوں میں مر جاتا ہے۔

میرا ساتھی اب آزاد ہے۔ اس نے اپنی بہادری سے آزادی حاصل کرلی لیکن میں اب تک اس پرانے عذاب میں مبتلا ہوں اور خود کو کوس رہا ہوں۔ میرا بھیڑیا اب پہلے سے زیادہ خوف ناک ہو جاتا ہے۔ وہ وحشی بن چکا ہے اور ہر وقت درخت سے ٹکراتا رہتا ہے شاید اس کا یہ خیال ہے کہ اس طرح میں درخت سے نیچے گرپڑوں گا یا درخت ٹوٹ جائے گا۔ مگر میں نے ہر وقت درخت کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑا ہوتا ہے اور مارے خوف کے میرا جسم پسینے میں ڈوبا ہوتا ہے دن ہو یا رات میں مسلسل بھیڑیے کو بددعائیں بھی دیتا ہوں لیکن وہ کم بخت ہے کہ باز نہیں آتا۔

میرا ساتھی مسلسل مجھے آوازیں دیتا ہے۔ وہ قسمیں کھاتا ہے۔ ''اگر تم نیچے اترو تو بھیڑیا'' تمھارا کچھ نہیں بگاڑے گا وہ بہت کم زور ہے تم اسے آسانی سے مار سکتے ہو۔ لیکن مجھے اس کی بات پر یقین نہیں اور اوپر کھڑا خوف سے کانپ رہا ہوتا ہوں۔ اب چند ایسے واقعات شروع ہو جاتے ہیں کہ مجھے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ میں بالآخر مر جاؤں گا۔ اچانک درخت میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ میں فوراً نیچے دیکھتا ہوں کہ بھیڑیے نے اسے ہلایا تو نہیں لیکن بھیڑیا اپنی جگہ لیٹا ہوتا ہے۔ یہ کیا؟

میں چیخ اٹھتا ہوں درخت لحہ بہ لحہ چھوٹا ہو رہا ہے میں مارے گھبراہٹ کے درخت کی موٹی شاخوں پر زور زور سے اچھلتا ہوں کہ ہو سکتا ہے اس طرح سے درخت رک جائے لیکن درخت نہیں رکتا اور چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ اب ایک دوسری چیز مجھے مزید خوف زدہ کرتی ہے۔ بھیڑیا بھی بڑا ہو رہا ہے اور تھوڑی دیر میں ایک بیل جتنا بڑا ہو جاتا ہے۔

میں چیختا ہوں، چلاتا ہوں، درخت کے اندر اِدھر اُدھر بھاگتا ہوں، لیکن بے سُود۔ اب میں خود کو ذہنی طور پر موت کے لیے تیار کر لیتا ہوں اور ارد گرد کی تمام چیزوں کو الوداعی نظروں سے دیکھتا ہوں۔ بھیڑیا اور میں لحہ بہ لحہ ایک دوسرے کے قریب آرہے ہیں۔

میرا ذہن اب بالکل ماؤف ہے، میری آنکھیں بند ہیں اور میں پھانسی چڑھنے والے اس مجرم کی طرح موت کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں جس کی گردن میں رسی کا پھندا ڈالا جا چکا ہے اور جو اب اس انتظار میں ہے کہ جلاد کب لیور کھینچے گا۔ میں اس وقت اگر کوئی آوازیں سن رہا ہوں تو وہ صرف میرے ساتھی کی ہیں۔ جو نیچے سے مجھے بلا رہا ہے کہ خدارا نیچے اترو۔ تم بھیڑیے سے زیادہ طاقت ور ہو۔ بھیڑیا یوں ہی ایک خوف ہے، روئی کا ایک پہاڑ ہے جسے تم ایک ہی ٹھوکر سے اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہو۔ بالآخر میں ہمت کرتا ہوں اور درخت سے نیچے کودتا ہوں۔ میرا بھیڑیا جوں ہی مجھے اپنے سامنے پاتا ہے مجھ پر حملہ کر دیتا ہے لیکن پیشتر اس کے کہ وہ مجھے ہلاک کر دے، میں اسے ایک اس پتلی اور نازک سی شاخ سے مارتا ہوں جو میں نے درخت سے توڑی ہوتی ہے ہاتھی جیسا بڑا بھیڑیا دھڑام سے نیچے گرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے مر جاتا ہے۔ اب میں آزاد ہوں۔

کتنی حسین ہے آزادی۔ کتنا خوب صورت ہے اس کا احساس، میں خوشی سے چیخ اٹھتا ہوں، رقص کرتا ہوں، دیوانوں کی طرح اچھلتا ہوں۔

کچھ دیر کے بعد جب میرا جوش کچھ کم ہو جاتا ہے تو اپنے ساتھی کی طرف دیکھتا ہوں تاکہ اس کا شکریہ ادا کروں لیکن میرا ساتھی اپنی جگہ موجود نہیں ہوتا۔ میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا غرا رہا ہے۔

اب میں زور زور سے ہنستا ہوں، قہقہے لگاتا ہوں اور ان سادہ اور معصوم لوگوں کی طرف بڑھتا ہوں جو ناحق اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔

(ندی کی پیاس)

فاروق سرور

خطۂ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے نام ور صحافی، افسانہ نگار اور قانون دان فاروق سرور ۱۹۶۲ء میں کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ کوئٹہ ہی سے ایم اے انگریزی اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ روزنامہ جنگ سمیت متعدد اخبارات میں کالم نگاری بھی کرتے ہیں۔ متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ پشتو زبان میں بھی لکھتے ہیں۔ طبع شدہ پندرہ کتابوں میں سے تین پشتو زبان میں ہیں۔ پشتو افسانوں کا ایک مجموعہ ''ندی کی پیاس'' اردو ترجمے کی صورت میں بھی شائع ہو کر صاحبانِ علم و فن سے داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔ بلوچستان ٹائمز، روزنامہ جنگ اور روزنامہ باخبر کوئٹہ میں انگریزی، اردو کالم لکھتے رہے ہیں۔

فاروق سرور کے افسانوں میں علامتی رنگ غالب ہے۔ ماحول کا جبر اور اندر کا خوف اُن کے افسانوں میں اپنے ایک خاص معروض کی عکاسی کرتا ہے۔

فاروق سرور ۲۰۲۱ء سے حکومتِ بلوچستان میں بہ طور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن میں بہ طور اداکار اور مصنف کے بھی کام کیا۔ حکومتِ بلوچستان کی طرف سے تین بار آپ کی تصنیف کو ''بہترین کتاب'' کے اعزاز سے نوازا گیا۔ ''ساگوان، ناول لکھنے پر اکادمی ادبیات اسلام آباد کی جانب سے خوش حال خان خٹک ایوارڈ'' بھی اپنے نام کر چکے ہیں۔ ۲۰۱۸ء میں اپنی علمی ادبی خدمات پر صدارتی ایوارڈ، پرائڈ آف پرفارمنس حاصل کیا۔ ان ایوارڈز کے علاوہ بھی مختلف اداروں نے متعدد ایوارڈ سے نوازا ہے۔ آپ کی کتابوں میں دریا، لیوا، ندی کی پیاس، سکاروواتی، ادب سیر، ساگوان، بھیڑیا اور مجرم کے علاوہ دیگر تصانیف شامل ہیں۔

مشق

۱۔ افسانے کی مندرجہ ذیل عبارت کو ایک طالب علم درست تلفظ، آہنگ، اتار چڑھاؤ اور تاثر کے ساتھ پڑھے۔ عبارت کو سننے کے بعد ہر طالب علم اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ پورے افسانے کے اہم نکات باری باری بیان کریں۔

"ایک دن کافی سوچ بچار کے بعد ہم دونوں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم دونوں نیچے اُتریں گے اور اپنے اپنے بھیڑیے سے مقابلہ کریں گے جو بھی ہو گا دیکھا جائے ورنہ یہ عذاب کی زندگی کب تک ہم گزاریں گے۔ تب ہم دونوں آنکھیں بند کر کے نیچے کودنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ میرا ساتھی تو کود جاتا ہے مگر میں اپنی بزدلی کے باعث ایسا نہیں کر پاتا اور اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہوں۔"

۲۔ علامت کے لغوی معنٰی

نشان، اشارہ، شناخت کے ہیں۔ ادبی اصطلاح کے طور پر علامت اُسے کہتے ہیں جب کسی شئے یا حقیقت کو کسی مجازی مفہوم یا معنی میں ادا یا ظاہر کیا جائے۔ علامت نگاری کا لفظ، انگریزی کے لفظ (Symbolism) کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ادب میں علامتیں مختلف طریقوں اور ذرائع سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً: معاشرے سے، ذاتی تجربے سے۔ ہمارے ہاں علامت نگاری کی روایت انگریزی ادب سے آئی ہے۔ فاروق سرور نے ''بھیڑیا'' افسانے میں بڑی کامیابی کے ساتھ مختلف علامتوں کے استعمال کی تکنیک اور اسلوب کو استعمال کیا ہے۔ گویا کہ مقصد یہ ہے کہ ہر انسان اپنے خوف کے خول میں بند ہے لیکن اس خوف پر قابو پانے کے لیے تھوڑی سی ہمت درکار ہے پھر یہ بھیڑیا اپنی موت آپ مر جائے گا۔ الغرض انسان کوشش اور ہمت کرے تو اپنے اندر کے ہر خوف کے بھیڑیے کو بآسانی مار سکتا ہے۔

گزشتہ سطور میں درج عبارت کو غور سے پڑھیں اور افسانے کی اس تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔

الف۔ علامت کے لغوی معنی کیا ہیں؟

ب۔ ادبی اصطلاح میں علامت کسے کہتے ہیں؟

ج۔ اُردو ادب میں علامت نگاری کی روایت کہاں سے آئی؟

د۔ عبارت کی روشنی میں بتائیے کہ بھیڑیا کی علامت کس انسانی جذبے کی عکاسی کرتی ہے؟ (ڈر خوف کی، لالچ کی، بہادری کی؟)

۳۔ افسانہ ''بھیڑیا'' آپ نے پڑھا۔ اس میں موجود مختلف معلومات اور تصورات کو اخذ کریں اور انھیں اپنے الفاظ میں استعمال کریں۔

۴۔ پڑھے گئے سبق ''بھیڑیا'' کے متن درج ذیل حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہار رائے کریں۔

کچھ دیر کے بعد جب میرا جوش کم ہو جاتا ہے تو اپنے ساتھی کی طرف دیکھتا ہوں تاکہ اس کا شکریہ ادا کروں لیکن میرا ساتھی اپنی جگہ موجود نہیں ہوتا۔ میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا غرا رہا ہے۔ اب میں زور زور سے ہنستا ہوں۔ قہقہے لگاتا ہوں اور ان سادہ اور معصوم لوگوں کی طرف بڑھتا ہوں جو ناحق اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔

۵۔ ''بھیڑیا'' افسانہ آپ نے پڑھا۔ اُستادِ محترم سے رہ نمائی لے کر بتائیے کہ اس افسانے کی فضا کس طرح افسانہ نگار کے سماج کی عکاسی کرتی ہے۔ بلوچی ادب سے مزید آگاہی حاصل کرتے ہوئے بلوچی اور پشتون تہذیب و ثقافت کا موازنہ کریں۔

۶۔ انٹرنیٹ کو استعمال کرتے ہوئے مختلف دستاویزی فارم مثلاً داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلوے رعایت کرایہ نامہ، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی بچت فارم، خدمات افادی فارم وغیرہ کو متعلقہ اداروں کے ویب سائٹس سے ڈاؤن لوڈ کریں اور جماعت کے کمرے میں بیٹھ کر ان فارم کو پُر کرنے کی مشق کریں۔ کسی دقت کے پیش نظر استاد محترم سے رہنمائی بھی لی جاسکتی ہے۔

مثلاً: رجسٹریشن فارم نمونے کے طور پر دیا جارہا ہے۔

18 سال سے کم عمر کے بچوں کی رجسٹریشن

حکومت خیبر پختونخوا کی ہدایات کے مطابق صوبے بھر میں تمام 18 سال سے کم عمر بچوں کی اندراج ویلج کونسل کی سطح پر کروانا چاہتی ہے۔ تاکہ مستقبل میں ان بچوں کو مفت تعلیم، صحت اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں مالی معاونت کی جائے۔

لہٰذا تمام والدین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے تمام ان بچوں کی جن کی عمر 18 سال سے کم ہو اپنے ویلج کونسل میں یہ فارم پُر کر کے 10 دن کے اندر اندر پہنچا دیں۔ تاکہ سیکرٹری ویلج کونسل بروقت آپ کے بچوں کا اندراج کروا سکے۔ اس اندراج میں آپ کا اور آپ کے بچوں کا فائدہ ہے۔

برتھ رجسٹریشن فارم

درخواست کنندہ کا نام: ________ شناختی کارڈ نمبر [| | | | | - | | | | | | | - |]

درخواست کنندہ کا بچوں سے رشتہ: ________

والد کا نام ________ شناختی کارڈ نمبر [| | | | | - | | | | | | | - |]

والدہ کا نام ________ شناختی کارڈ نمبر [| | | | | - | | | | | | | - |]

دادا کا نام ________ شناختی کارڈ نمبر [| | | | | - | | | | | | | - |]

مستقل پتہ: محلہ ________ گاؤں ________ تحصیل ________ ضلع پشاور

نمبر شمار	بچوں کا نام	تاریخ پیدائش بمطابق سکول	جنس	معذور ہاں ☑	معذور نہیں ☑
1				☐	☐
2				☐	☐
3				☐	☐
4				☐	☐
5				☐	☐
6				☐	☐
7				☐	☐

دستخط والد اور درخواست دہندہ: ________

۷۔ حروف کی اقسام

حروفِ تردید:

وہ حروف جو دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے موقع پر استعمال کیے جائیں۔

امیر ہو یا غریب، اچھا ہو کہ بُرا۔ خواہ سو جاؤ، خواہ کھیل لو، چاہے بیٹھ جاؤ، چاہے کھڑے رہو۔

ہو یا، ہو کہ، خواہ، چاہے حروفِ تردید ہیں۔

حروفِ اضراب:

ایک بات کو ترقی دے کر اعلیٰ کو ادنیٰ یا ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دینے کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف مثلاً: وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے بلکہ حرفِ اضراب ہے۔

حروفِ تنبیہ:

وہ حروف جو خبردار کرنے اور ڈرانے کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: خبردار، زنہار، دیکھنا، سنو وغیرہ

حروف استعجاب:

تعجب اور حیرانی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف۔ اللہ اللہ۔ اللہ اکبر۔ حاشاکلا۔ اوہو وغیرہ

حروفِ قسم:

وہ حروف جو قسم کھانے کے لیے استعمال ہوں جیسے: بہ خدا، واللہ، وغیرہ

حروفِ عطف:

دو اسموں یا دو جملوں کو ملانے والے حروف۔ مثلاً: اور، و، نیز وغیرہ

حروفِ علت: کسی وجہ یا سبب کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہونے والے حروف، کیوں کہ، چوں کہ، تاکہ، لہٰذا، اس لیے

❖ مندرجہ حروف کی اقسام پر مشتمل پانچ سے سات منٹ کی ایک تقریر تیار کریں اور اپنے دیگر ساتھی طلبہ کے سامنے پیش کریں۔

سرگرمیاں

۱۔ لوک کہانی کسی بھی ملک یا علاقے کے معاشرتی، ثقافتی، معاشی اور سماجی حالات کی عکاس ہوتی ہے۔ لائبریری سے چینی لوک کہانیوں، پاکستانی لوک کہانیوں، افریقہ کی لوک کہانیوں پر مشتمل ایک ایک کتاب جاری کروائیں۔ ان تحریروں کو پڑھ کر مختلف ثقافتوں سے متعلق معلومات حاصل کریں۔

۲۔ سبق خوانی سے قبل چند طلبہ مل کر اس افسانے کی کہانی کی ڈرامائی تشکیل کریں۔ ڈرامائی تشکیل کے حوالے سے استاد محترم سے بھی رہ نمائی حاصل کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- سبق خوانی سے قبل طلبہ کو اُردو افسانے میں حقیقت نگاری، رومانویت اور علامت نگاری کی روایت سے آگاہ کریں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ کس طرح بیسویں صدی عیسوی میں اردو افسانے سے انگریزی افسانے کے زیر اثر آغاز و ارتقا کی منزلیں طے کرنا شروع کیں اور طلبہ کو یہ بھی بتائیں کہ درج ذیل افسانہ نگاروں نے اردو ادب میں کس طرح کے افسانے لکھے۔

پریم چند، باجرا مسرور ۔ اشفاق احمد ۔ احمد ندیم قاسمی

۴

آرام و سکون

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :

- کلام/بات کو آغاز/درمیان سے سن کر نظم و نثر کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے موضوع بیان کر سکیں۔
- کسی بات، پیغام، کلام، نشریات، کہانی، مکالمے کو سن کر دہرا سکیں۔
- مرکب ناقص، مرکب تام (جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ) کی شناخت، امتیاز کر کے تحریر میں استعمال کر سکیں۔
- پڑھے ہوئے ڈرامے کو محاورات، ضرب الامثال کا استعمال کرتے ہوئے کہانی میں تبدیل کر سکیں اور پڑھی ہوئی کہانی/افسانے کی ڈرامائی تشکیل کر سکیں۔
- کسی ڈرامے کو پڑھتے ہوئے اس میں موجود مکالمے کو کردار کے مطابق تاثر کے ساتھ ادا کر سکیں۔
- ہدایات و اشارات کے مطابق کسی نادیدہ اقتباس (منظوم/منثور) کی تفہیم/تنقید و تجزیہ/تبصرہ کر سکیں۔

پڑھیں

کردار: ڈاکٹر۔ میاں۔ بیوی۔ للّو (ملازم)۔ فقیر۔ بچہ

منظر: گھر کا ایک کمرا، جس میں دیوار کے ساتھ چارپائی بچھی ہے۔ ایک طرف دو کرسیاں دھری ہیں اور میز پر دواؤں کی شیشیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر میاں کا معائنہ کر رہا ہے۔

ڈاکٹر: جی نہیں بیگم صاحبہ! تردّد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے۔ صرف تھکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔ ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔

بیوی: ڈاکٹر صاحب! ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔

ڈاکٹر: جبھی تو! میرے خیال میں انھیں دوا سے زیادہ آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ کاروبار کی پریشانیاں اور الجھنیں بھُلا کر ایک بھی روز آرام و سکون سے گزرا تو طبیعت ان شاءاللہ بحال ہو جائے گی۔

بیوی: بیسیوں مرتبہ کہہ چکی ہوں۔ اتنا کام نہ کیا کرو، نہ کیا کرو۔ نصیبِ دشمناں صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مگر خاک اثر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی کہہ دیتے ہیں، کیا کیا جائے۔ ان دنوں کام بے طرح زوروں پر ہے۔

ڈاکٹر: ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت آرام و سکون کے لیے نہ نکالا جائے تو پھر بیمار پڑ کر بہت زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

بیوی: یہ بات آپ نے انھیں بھی سمجھائی! میں نے کہا سُن رہے ہو۔ ڈاکٹر صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

میاں: ہوں!

ڈاکٹر: جی ہاں! میں نے سمجھا کر اچھی طرح تاکید کر دی ہے کہ دن بھر خاموش لیٹے رہیں۔

بیوی: تو تاکید کیا میں نہیں کرتی! مگر ان پر کسی کے کہنے کا کچھ اثر بھی ہو!

ڈاکٹر: جی نہیں! ابھی انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پورے طور سے میری ہدایات پر عمل کریں گے۔

بیوی: اور دوا کس کس وقت دینی ہے؟

ڈاکٹر: جی نہیں! دوا کی مطلق ضرورت نہیں۔ بس آپ صرف ان کے آرام و سکون کا خیال رکھیے۔ غذا جو کچھ دینی ہے، میں لکھ چکا ہوں۔

بیوی: بڑی مہربانی آپ کی۔

ڈاکٹر: تو پھر اجازت۔

بیوی: فیس میں آپ کو بھجوا دوں گی۔

ڈاکٹر: اس کی کوئی بات نہیں۔ آجائے گی۔

بیوی: (اونچی آواز سے پکار کر) ارے للّو! میں نے کہا ڈاکٹر صاحب کا بیگ باہر کار میں پہنچا دیجیو۔

ڈاکٹر: ایک بات عرض کردوں بیگم صاحبہ! مریض کے کمرے میں شور غل نہیں ہونا چاہیے۔ اعصاب پر اس کا بہت مضر اثر پڑتا ہے۔ خاموشی اعصاب کو ایک طرح کی تقویت بخشتی ہے۔

بیوی: مجھے کیا معلوم نہیں ڈاکٹر صاحب! آپ اطمینان رکھیں۔ ان کے کمرے میں پرندہ پَر نہ مارے گا۔

(ملازم آتا ہے)

للّو: حضور!

ڈاکٹر: اٹھالو یہ بیگ۔ تو آداب!

بیوی: آداب! (ڈاکٹر اور ملازم جاتے ہیں۔ قریب آکر) میں نے کہا سو گئے کیا؟

میاں: ہوں! یوں ہی چپکا پڑا ہوا تھا۔

بیوی: بس بس۔ بس بس۔ چپکے ہی پڑے رہیے۔ ڈاکٹر صاحب بہت سخت تاکید کر گئے ہیں کہ نہ آپ بات کریں نہ کوئی آپ کے کمرے میں بات کرے۔ اس سے بھی تھکان ہوتی ہے۔ تمام دن پورے آرام و سکون میں گزاریں۔ سمجھ گئے نا؟

میاں: ہوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کیوں بدن ٹوٹ رہا ہے کیا؟

میاں: ہُوں۔

بیوی: کہو تو دبا دوں؟

میاں: ہُوں۔

بیوی: سونے کو جی چاہ رہا ہو تو چلی جاؤں؟

میاں: اچھی بات۔ (کراہتا ہے)

بیوی: اگر پیچھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو! اچھا بلانے کی گھنٹی پاس رکھے جاتی ہوں۔ گھنٹی کہاں گئی؟ رات میں نے آپ یہاں میز پر رکھی تھی۔ اللہ جانے یہ کون اللہ مارا میری چیزوں کو الٹ پلٹ کرتا ہے؟

(کنڈی کی آواز) کون ہے یہ نامراد؟ ارے للّو! دیکھو، یہ کون کواڑ توڑے ڈال رہا ہے؟

للّو: (دور سے) سقّا ہے بیوی جی!

بیوی: سقّا؟ گھر میں بہرے بستے ہیں جو کم بخت اس زور سے کنڈی کھٹکھٹاتا ہے؟ اللہ ماروں کو اتنا خیال بھی تو نہیں آتا کہ گھر میں کوئی بیمار پڑا ہے۔ ڈاکٹر نے تاکید کر رکھی ہے کہ شور غل نہ ہونے پائے اور اس سے کہو یہ کیا وقت ہے، پانی لانے کا۔ اچھی خاصی دوپہر ہونے آگئی ہے۔ کل سے اتنی دیر میں آیا تو نوکری سے الگ کر دوں گی۔ میں نامراد کو بیسیوں مرتبہ کہلا چکی ہوں کہ صبح سویرے ہو جایا کرے۔ کان پر جوں نہیں رینگتی۔

میاں: ارے بھئی اب بخشو اسے۔

بیوی: بخشوں کیسے؟ ذرا طرح دو، یہ لوگ سر پر سوار ہو جاتے ہیں۔

میاں: ہُوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کیوں۔ زیادہ درد محسوس ہو رہا ہے؟

میاں: ہُوں۔

بیوی: للّو سے کہوں آکر دبا دے؟

میاں: اُوں ہُوں!

بیوی: یہ دیکھو۔ یہاں انگیٹھی پر رکھی ہے۔ آپ بتائیے آپ سے آپ آگئی یہاں؟ پاؤں تھے اس کے؟ یہ سب حرکتیں اس للّو کی ہیں۔ کم بخت نے قسم کھا رکھی ہے کہ کبھی کوئی چیز ٹھکانے پر نہ رہنے دے گا۔ اللہ جانے یہ نامراد میری چیزوں کو ہاتھ لگاتا کیوں ہے؟ للّو! ارے للّو !

میاں: ارے بھئی کیوں ناحق غُل مچا رہی ہو۔ گھنٹی رات میں نے خود میز پر سے اٹھا کر انگیٹھی پر رکھی تھی۔ ہوں! (کراہتا ہے)

بیوی: تم نے؟ اے ہے وہ کیوں؟

میاں: ننّھا بار بار بجائے جا رہا تھا۔ میرا دم الجھنے لگا تھا۔ ہوں (کراہتا ہے)

للّو: (آکر) مجھے بلایا ہے، بیوی جی؟

بیوی: کم بخت اتنی دیر سے آوازیں دے رہی ہوں، کہاں مر گیا تھا؟

للّو: آپ نے ریٹھے کوٹنے کو کہا۔ وہ گودام میں ڈھونڈ رہا تھا۔

میاں: ہُوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: صبح سویرے کہا تھا، کم بخت تجھے اب تک ریٹھے مل نہیں چکے؟

للّو: جی مہلت بھی ملے۔ ادھر گودام میں جاتا ہوں، ادھر کوئی بلا لیتا ہے۔

بیوی: ہاں بڑا کام رہتا ہے نا! بے چارے کو سر کھجانے کو فرصت نہیں ملتی۔ بھاگ یہاں سے...، نکل، جا کر ریٹھے ڈھونڈ (للّو جاتا ہے) تو یہ گھنٹی یہاں تمھارے سرھانے رکھ جاتی ہوں۔

میاں: (کرّاہ کر) کواڑ بند کرتی جانا۔

بیوی: پیچھے اکیلے میں جی تو نہ گھبرائے گا تمھارا؟

میاں: (تنگ آکر) نہیں بابا نہیں۔

بیوی: ارے ہاں۔ یہ تو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کھانے کے لیے کیا کیا چیزیں لکھ گئے ہیں۔ کہاں گیا ان کا لکھا ہوا کاغذ؟ اے لو یہ نیچے پڑا ہوا ہے۔ ابھی کہیں کوڑے میں چلا جاتا تو۔ مالٹڈ ملک (MALTED MILK) نارنگی کا رس، ساگودانے کی کھیر، یخنی، کیا تیار کروا دوں اس وقت کے لیے؟

میاں: جو جی چاہے۔

بیوی: اس میں میرے جی چاہنے کا کیا سوال؟ کھانا آپ کو ہے یا مجھے؟

میاں: سا گودانہ بنادینا تھوڑا سا۔

بیوی: بس! اس سے کیا بنے گا؟ یخنی پی لیتے تھوڑی سی۔ چوزے کی یخنی بنوائے دیتی ہوں۔ مقوّی چیز ہے۔

میاں: بنوادو۔

بیوی: (دو قدم چلتی ہے) مگر میں نے کہا۔ دیر لگ جائے گی یخنی کی تیاری میں، چوزہ بازار سے منگوانا ہوگا۔ اس للّو کو تو جانتے ہو۔ بازار جاتا ہے تو وہیں کا ہو رہتا ہے۔

میاں: اُوں ہُوں۔

بیوی: تو پھر یوں کرتی ہوں۔ (صحن میں بچہ پٹ پٹ گاڑی چلانے لگتا ہے)

میاں: ارے بھئی، اب یہ کیا کھٹ پٹ شروع ہوگئی۔

بیوی: ننّھا ہے آپ کا۔ عید کے روز میلے میں سے یہ کھلونا گاڑی لے آیا تھا۔ نہ اس کم بخت کا دل اس سے بھرتا ہے، نہ وہ کم بخت ٹوٹتی ہے۔ ارے میں نے کہا ننّھے نہیں مانے گا نامراد! چھوڑ اس اپنی پٹ پٹ کو۔ جب دیکھو لیے لیے پھر رہا ہے۔ صاحب زادے کا دل کسی طرح پُر ہونے ہی میں نہیں آتا۔ چولھے میں جھونک دوں گی اس کم بخت کو، اتنا خیال بھی نہیں آتا کہ ابّا بیمار پڑے ہیں۔ شور غُل سے ان کی طبیعت گھبراتی ہے۔

میاں: ہُوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کم نہیں ہوا درد؟

میاں: اُوں ہُوں۔

بیوی: دبوا لیتے تو گھٹ جاتا۔

میاں: اُوں ہُوں۔

بیوی: تو میں کیا کہ رہی تھی؟ کھانے کا پوچھ رہی تھی۔

(پھر ننّھے کی پٹ پٹ کی آواز) پھر وہی۔ نہیں مانے گا نامراد! ٹھہر تو جا (غصّے میں جاتی ہے۔ میاں کراہتا ہے۔ دور سے بیوی کی آواز آرہی ہے) چھوڑ اپنی یہ پٹ پٹ۔ (بچہ رونے لگتا ہے) چپ نامراد! اتنا خیال نہیں ابّا بیمار پڑے ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے شور غُل نہ ہو، انھیں تکلیف ہوگی۔ چپ! خبردار جو آواز نکالی۔ گلا گھونٹ ڈالوں گی۔ (بچہ رونا بند کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے) کم بخت کا جو کھیل ہے، ایسا ہی بے ڈھنگا ہے۔ چل ادھر۔ نہیں چپ ہوگا تُو؟ (کھینچتی ہوئی لے جاتی ہے۔ میاں اس ہنگامے سے زِچ ہو کر کراہے جا رہا ہے۔ بیوی کی آواز غائب ہوتے ہی کمرے میں جھاڑو پھرنے کی آواز آنے لگتی ہے)۔

میاں: (چونک کر) ہُوں؟ ارے بھئی یہ گرد کہاں سے آنے لگی؟ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ۔ ارے کیا ہو رہا ہے؟

ملازم: جھاڑو دے رہا ہوں میاں۔

میاں: کم بخت دفع ہو یہاں سے۔

ملازم: جھاڑو نہ دی تو خفا ہوں گی بی بی جی۔

میاں: بی بی جی کا بچہ! نکل یہاں سے۔ کہ دے ان سے (ملازم جاتا ہے) کواڑ بند کر کے جا۔ (میاں کراہ کر چپ ہو جاتا ہے، ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے اور بجتی رہتی ہے) ارے بھئی کہاں گئیں؟ ارے کوئی ٹیلی فون سننے تو آؤ۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ (خود اٹھتا ہے) ہیلو، میں اشفاق بول رہا ہوں۔ بیگم اشفاق کسی کام میں مصروف ہیں۔ اس وقت کمرے میں نہیں ہیں جی۔ یہاں کوئی ایسا نہیں جو انھیں بلا لائے۔ میں علیل ہوں۔ کیا فرمایا آپ نے؟ آواز دینے کے لیے ضروری نہیں کہ گلا بھی خراب ہو۔ آپ پھر کسی وقت فون کر لیجیے گا۔ میں نے عرض کیا ناں، چوں کہ میں بیمار ہوں، کمرے سے باہر نہیں جا سکتا۔ (زور سے فون بند کرتا ہے) بد تہذیب۔ گستاخ کہیں کی۔ ہُوں۔

بیوی: مجھے بلایا تھا؟ ہے ہے!! تم اٹھے کیوں۔

میاں: اتنی آوازیں دیں۔ کوئی سنے بھی۔

بیوی: توبہ توبہ، لیٹو لیٹو، میں ذرا گودام میں چلی گئی تھی۔ للّو کو ریٹھے نکال کر دے رہی تھی۔ بلایا کیوں تھا؟ (ہمسائے کے ہاں گانا شروع ہوتا ہے)۔

میاں: فون تھا تمھارا۔

بیوی: کس نے کیا تھا؟

میاں: ہو گا کوئی۔ اب مجھے کیا پتا۔

بیوی: جب اٹھ ہی کھڑے ہوئے تھے تو نام پوچھ لینا کوئی گناہ تھا؟

میاں: میں نے کہ دیا تھا پھر کر لیں فون۔

بیوی: مفت کی الجھن میں ڈال دیا۔ اللہ جانے کون تھی اور کیا چاہتی تھی؟

میاں: ارے بھئی کوئی ایسا ضروری کام نہیں تھا ورنہ مجھے پیغام نہ دے دیتیں۔ تم خدا کے لیے ان ہمسائے کے صاحب زادے کا ہارمونیم اور گانا بند کراؤ۔ میرا سر پھٹا جا رہا ہے۔

بیوی: اب اسے کیوں کر روک دوں میں؟

میاں: بابا ایک دفعہ لکھ کر بھیج دو۔ میں بیمار ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا، میرے لیے آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ ایک روز ان صاحب زادے نے نغمہ سرائی نہ فرمائی تو دنیا کسی بہت بڑی نعمت سے محروم نہ ہو جائے گی!

بیوی: کہے تو دیتی ہوں مگر کہیں چِڑ نہ جائیں۔

میاں: مناسب الفاظ میں لکھونا۔ ہُوں (کراہتا ہے)

(بے سُرے گانے کا شور جاری ہے۔ میاں کراہ رہا ہے۔ یک لخت بچے کے رونے کی آواز)

بیوی: ارے کیا ہو گیا ننھے؟

بچہ: (زور سے) گر پڑا خون نکل آیا۔

بیوی: (زور سے) خط لکھ رہی ہوں۔ ابھی آئی، چپ ہو جا۔

میاں: (کراہتے ہوئے) یک نہ شُد دو شُد۔

بیوی: توبہ آپ تو بوکھلا دیتے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں، خط لکھ رہی ہوں۔ بچے کو چپ کیوں کر کرا سکتی ہوں؟ نامراد! چپ ہو جا۔ خون نکل آیا تو قیامت آگئی۔ ابھی آ رہی ہوں دو سطریں لکھ لوں۔

(میاں کراہتا ہے۔ بے سرے گانے اور بچے کے رونے کی آواز جاری ہے)۔

میاں: ختم نہیں ہوا خط؟ جانے کیا دفتر لکھنے بیٹھ گئی ہو۔

بیوی: ابھی ہوا جاتا ہے ختم۔

(اس غُل میں ایک فقیر کی آواز بھی شامل ہو جاتی ہے)

فقیر: بال بچے کی خیر۔ راہِ مولا کچھ مل جائے فقیر کو۔

میاں: (کراہ کر) بس ان ہی کی کسر رہ گئی تھی، ہُوں۔

بیوی: تو اب میں تو اسے بلا کر لے نہیں آئی۔

میاں: ارے تو خدا کے لیے اسے رخصت تو کر آؤ۔

بیوی: اولّلو! ارے اولّلو!

(للّو ہاون دستے میں ریٹھے کوٹنے شروع کر دیتا ہے۔ بے سُرے گانے میں بچے کے رونے اور فقیر کی صدا اور ہاون دستے کی دھمک اور شامل ہو جاتی ہے)۔

میاں: ہائے توبہ، توبہ، ہائے!

بیوی: ارے نامراد! ریٹھے پھر کُوٹ لینا۔ پہلے اس فقیر کو رخصت تو کر دے (للّو ریٹھے کُوٹنے میں بیوی کی آواز نہیں سنتا)

میاں: (جلدی جلدی کراہتا ہوا گھبرا کر اٹھ بیٹھتا ہے) میری ٹوپی اور شیروانی دینا۔

بیوی: ٹوپی اور شیروانی!!

میاں: ہاں! میں دفتر جا رہا ہوں، ابھی دفتر جا رہا ہوں۔

بیوی: ہے ہے! وہ کیوں؟

میاں: آرام و سکون کے لیے۔

(امتیاز علی تاج کے یک بابی ڈرامے)

امتیاز علی تاج (۱۹۷۰ء۔۱۹۰۰ء)

اُردو کے کام یاب ڈراما نگاروں کی فہرست میں امتیاز علی تاج کا نام سرِ فہرست ہے۔ امتیاز علی تاج لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شمس العلما مولوی ممتاز علی تھا۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے حاصل کی اور پھر صحافت کی طرف متوجہ ہوئے بہت سے رسائل کے مدیر رہے۔ ریڈیو کے لیے ڈرامے اور فیچر لکھنے کے ساتھ ساتھ فلمی کہانیاں بھی لکھیں۔ زمانہ طالب علمی سے ہی اُردو ادب خصوصاً ڈراموں سے آپ کو دلچسپی تھی۔ "انار کلی" آپ کا شاہ کار ہے جو اپنی کردار نگاری، مکالموں اور منظر کشی کی وجہ سے آج بھی اُردو ادب میں مقبول و معروف ڈراما ہے۔ اس کے علاوہ "چچا چھکن" کا مزاحیہ کردار آپ کی تخلیق ہے جو بہت مقبول ہے۔

امتیاز علی تاج کے ڈراموں میں برجستگی، بے ساختگی، سادگی اور بے تکلفی جیسی خصوصیات موجود ہیں آپ نے الفاظ اس سلیقے سے استعمال کیے ہیں کہ قاری کے ذہن پر اَن مٹ نقوش چھوڑتے ہیں۔ ان کے کردار بے مثال ہیں جو چلتے پھرتے اور متحرک ہوتے ہیں یعنی آپ نے کرداروں کو نفسیاتی تجزیے کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آپ کے ڈراموں میں مکالمہ نگاری کے ساتھ جذبات نگاری کی عمدہ مثالیں موجود ہیں آپ نے مزاحیہ تحریروں میں معاشرے کے ناہموار پہلوؤں کو دلچسپ اور شگفتہ انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ تحریریں تفنن طبع کے ساتھ ساتھ اصلاح کا کام بھی دیتی ہیں مختصر یہ کہ تاج کی شخصیت بڑی متنوع تھی، ان کی زندگی کے آخری لمحے بہت درد اور کرب میں بسر ہوئے۔ اپریل ۱۹۷۰ء میں ان کو نامعلوم شخص نے قتل کر دیا اور آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل میں سے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

i۔ حیرانی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف کو کیا کہتے ہیں؟

الف۔ حروف تنبیہہ　ب۔ حروفِ اضراب　ج۔ حروف تعجب　د۔ حروفِ قسم

ii۔ سبق "آرام و سکون" صنفِ نثر کے اعتبار سے کیا ہے ؟

الف۔ افسانہ　ب۔ ڈراما　ج۔ ناول　د۔ انشائیہ

iii۔ قواعد کی رُو سے "و" اور کون سے حروف ہیں؟

الف۔ حروفِ عطف　ب۔ حروفِ شرط　ج۔ حروفِ اضافت　د۔ حروفِ علت

iv خبردار، دیکھنا، زنہار　قواعد کے اعتبار سے کون سے حروف ہیں؟

الف۔ حروفِ علت　ب۔ حروفِ تنبیہ　ج۔ حروفِ جار　د۔ حروفِ استفہام

v۔ امتیاز علی تاج کی وجہ شہرت کون سی صنف ہے؟

الف۔ افسانہ　ب۔ ناول　ج۔ ڈراما　د۔ مضمون

vi۔ امتیاز علی تاج کی تحریر کی نمایاں خوبی کیا ہے؟

الف۔ برجستگی اور بے ساختگی　ب۔ مشکل پسندی　ج۔ پیکر تراشی　د۔ بے ربط انداز/ تجسس

۲۔ امتیاز علی تاج کا ڈراما "بیگم کی بلی" طلبہ کو سنوایا جائے اور اس کے اہم نکات پر بات چیت کی جائے، اساتذہ طلبہ کی راہ نمائی کریں تاکہ طلبہ ڈرامے کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے موضوع کو بیان کر سکیں۔

۳۔ "آرام و سکون" ڈراما کے درج ذیل ابتدائی حصے کو ایک طالب علم بلند آواز سے درست تلفظ کے ساتھ ادا کرے جب کہ باقی طلبہ اسے سن کر ڈرامے کے مرکزی خیال یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے باری باری موضوع کو بیان کریں۔

ڈاکٹر: جی نہیں بیگم صاحبہ! تردد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے۔ صرف تھکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔ ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔

بیوی: ڈاکٹر صاحب! ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔

ڈاکٹر: جبھی تو! میرے خیال میں انھیں دوا سے زیادہ آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ کاروبار کی پریشانیاں اور الجھنیں بھلا کر ایک بھی روز آرام و سکون سے گزرا تو طبیعت ان شاء اللہ بحال ہو جائے گی۔

بیوی: بیسیوں مرتبہ کہہ چکی ہوں۔ اتنا کام نہ کیا کرو، نہ کیا کرو۔ نصیبِ دشمناں صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مگر خاک اثر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی کہہ دیتے ہیں، کیا کیا جائے۔ ان دنوں کام بے طرح زوروں پر ہے۔

ڈاکٹر: ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت آرام و سکون کے لیے نہ نکالا جائے تو پھر بیمار پڑ کر بہت زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

۴۔ ذیل میں ڈرامے "لہو اور قالین" کا ایک حصہ درج کیا جا رہا ہے تاکہ طلبہ ہدایات اور اشارات کی مدد سے کسی نادیدہ اقتباس کی تفہیم/ تنقید و تبصرہ کر سکیں۔ طلبہ باری باری افسانے کے اس حصے کو دہرائیں اور دیے گئے تفہیمی سوالات کے جوابات دیں۔

آپ مجھے نواز رہے تھے مگر ایک خاص مقصد کی خاطر اور وہ مقصد یہ تھا کہ آپ سوسائٹی کو بتانا چاہتے تھے، دیکھو میں کتنا اچھا ہوں، میں نے ایک غریب اور مفلس مصور کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اب یہ جو کہہ بنا رہا ہے محض میری سرپرستی کا نتیجہ ہے۔ میں نے اس کی صلاحیتوں کو زندہ رکھا ہے ورنہ یہ کب کی ختم ہو چکی ہوتیں۔ جس طرح بڑی بڑی دکانوں کے دروازوں پر انسانی پیکروں کو نہایت خوب صورت اور شفاف لباس پہنا کر انھیں الماریوں کے اندر سجا دیا جاتا ہے تاکہ لوگ ان حسین و جمیل مجسموں کو دیکھ کر دکان داروں کے اعلیٰ ذوق اور ان کی شان و شوکت سے مرعوب ہو جائیں، اسی طرح آپ بھی اپنی امارت اور اپنی شخصیت کی نمائش کے لیے میری ذات اور میرے فن کو استعمال کر رہے ہیں۔

الف۔ اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ درج شدہ عبارت کے اہم نکات بتائیں۔

ب۔ دی گئی عبارت کو درست تلفظ، لب و لہجے، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھیں۔

ج۔ ڈرامے میں تجمل اختر کو کیوں نواز رہا تھا؟

د۔ تجمل نے اختر کے بقول اس کی سرپرستی کس مقصد کے تحت کی؟

ر۔ اس پیراگراف کا موضوع کیا ہے؟

ہ۔ اس اقتباس کو مدنظر رکھتے ہوئے "خلوص نیت" کی اہمیت بیان کریں کہ بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور دنیاوی شان و شوکت کی غرض سے کیا گیا کوئی کام تسکین قلب کا سبب نہیں بن سکتا۔

۵۔ سبق "آرام و سکون" پڑھنے کے بعد طلبہ جوڑیوں / گروہ کی شکل میں میاں، بیوی، ملازم اور ڈاکٹر کے مکالمے ڈرامائی انداز اور تاثر کے ساتھ جماعت کے کمرے میں ادا کریں اساتذہ ان کی راہ نمائی کریں۔

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں استعمال کریں۔

تردد۔ تقویت۔ مطلق۔ شوروغل۔ مقوی۔ معائنہ

۷۔ جملے کے اجزائے ترکیبی (مرکب ناقص اور مرکب تام)

ہر جملے کے دو حصے ہوتے ہیں جن میں ایک خاص تعلق ہوتا ہے اور سننے یا پڑھنے والے تک مکمل مفہوم پہنچ جاتا ہے۔ جملے کے ان حصوں کو اسناد کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں کچھ کہا جائے اُسے مسند الیہ اور جو کچھ کہا جائے اسے مسند کہا جاتا ہے۔

i۔ جملہ اسمیہ

یہ جملۂ خبریہ کی ایک قسم ہے۔ اس کا مسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوتے ہیں۔ درج ذیل جملے غور سے پڑھیے:

۱۔ سلمان ذہین ہے۔ ۲۔ آمنہ ایمان دار ہے۔

۳۔ اکرم محنتی تھا۔ ۴۔ بچے شرارتی ہیں۔

کسی جملے کے اجزا الگ الگ کرنے اور ان کا باہمی تعلق ظاہر کرنے کو ترکیبِ نحوی کہتے ہیں۔

جملہ اسمیہ کے مسند الیہ کو مبتدا اور مسند کو خبر کہتے ہیں۔ درج بالا جملوں کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہو گی:

سلمان، آمنہ، اکرم، بچے	مسند الیہ	مبتدا
ذہین، ایمان دار، محنتی، شرارتی	مسند	خبر
ہے، ہیں، تھا		فعل ناقص

ii۔ جملہ فعلیہ

اس جملے میں بعض اوقات تو صرف فاعل اور فعل آتا ہے مثلاً: استاد صاحب آئے۔ شائستہ نے پڑھا۔ یعنی جملہ فعلیہ کے مسند الیہ کو فاعل اور اور مسند کو فعل کہتے ہیں۔ ان دونوں جملوں میں استاد صاحب اور شائستہ ؛ فاعل ہیں جب کہ آئے اور پڑھا ؛ فعل ہیں۔

بعض اوقات جملہ فعلیہ میں فاعل، علامتِ فاعل، مفعول اور فعل بھی آتے ہیں۔ مثلاً: شکاری نے شیر مارا۔

اس جملے میں شکاری؛ فاعل (مسند الیہ) نے؛ علامت فاعل، شیر (مفعول) اور مارا بطور مسند (فعل) استعمال ہوا ہے

❖ درج ذیل جملوں کے اجزائے ترکیبی کی نشان دہی کریں۔

پاکستان میرا وطن ہے۔

آمنہ نے سبق پڑھا۔

۸۔ ڈراما

ڈراما یونانی زبان کے لفظ ڈراؤ (Drao) سے مشتق ہے۔ جس کے معنی عمل کر کے دکھانا۔ ڈرامے کی ابتدا بھی یونان سے ہوئی۔ بر صغیر میں بھی قدیم زمانوں سے ڈرامے کا سراغ ملتا ہے۔ راجہ بکرما جیت کے عہد کا لکھا ہوا ڈرامہ شکنتلا دنیا بھر میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ قدیم زمانے میں لوگ اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے ڈراما کھیلا کرتے تھے۔ مگر بعد میں میں ترقی کر کے فن کی منزل تک پہنچ گیا۔ ڈرامے کی دو مشہور اقسام ہیں۔

ا۔ طربیہ ڈراما: وہ ڈرامہ جس میں ہنسی اور مزاح کے ذریعے سماج کی کمزوریوں سے پردہ اٹھایا جائے۔

المیہ ڈراما: وہ ڈرامہ جس میں پیش آنے والے واقعات اندوہناک ہوں اور اس کا انجام المیہ ہو۔

ڈرامے کے اجزائے ترکیبی: پلاٹ، کردار نگاری، ارتقائی عمل، کشمکش، مکالمے، اسٹیج، حرکات و سکنات، اختتامی عمل

❖ جملہ اسمیہ، جملیہ فعلیہ اور ڈراما صنفِ ادب کی تعریف لکھیں۔

سرگرمیاں

ا۔ سبق خوانی کے بعد ایک طالب علم ڈراما "آرام و سکون" کے کرداروں 'میاں' یا 'بیگم' کے مکالموں کو ان کے کرداروں کے مطابق تاثر کے ساتھ ادا کریں۔

۲۔ میرزا ادیب کے ڈرامے "لہو اور قالین" کی ڈرامائی تشکیل کر کے سکول کے کسی فنکشن میں اسٹیج پر پیش کریں۔

۳۔ اسی ڈرامے کو محاورات اور ضرب الامثال کا استعمال کرتے ہوئے کہانی کی صورت میں بھی تبدیل کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- سبق خوانی قبل ڈرامے کا تعارف اور پس منظر بیان کریں۔ طلبہ کو بتائیں کہ آغا حشر کو اُردو ڈراما نویسی کا شیکسپیئر کہا جاتا تھا۔ امتیاز علی تاج کے فن اور اسلوب کی وضاحت کی جائے اور "چچا چھکن" کے مزاحیہ کردار کا تعارف پیش کیا جائے۔
- طلبہ کو ڈرامے کی تعریف، روایت، ارتقا، اور حصوں سے آگاہ کرتے ہوئے اردو زبان میں لکھے گئے اسٹیج، ریڈیائی اور ٹی وی ڈراموں سے روشناس کرائیں۔
- طلبہ کو کسی تخلیق پارے کے مرکزی خیال اور سیاق و سباق سے آگاہ کریں۔

۵ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم/نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات (براہ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- مختلف نثری اصناف ادب (ناول) پڑھ کر اس کے طرز تحریر سے آگاہ ہو سکیں۔
- کسی بات، پیغام، کلام، نشریات، کہانی اور مکالمے کو سن کر دہرا سکیں۔
- عبارت کو اس کے اسلوب اور بیان کر پیش نظر رکھ کر خاص مقاصد کے لیے پڑھ سکیں۔
- مختلف تحاریر (روداد، مضامین، سفرنامہ۔ خطوط، اداریے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) پڑھ کر ان کے مقاصد کی ترجمانی کر سکیں۔
- متعلقہ معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف دستاویزی فارم مثلاً: داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلوے رعایت کرایہ فارم، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی بچت فارم، خدمات افادی فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- مختلف مصنفین/شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- مختلف تحریری سرگرمیوں میں الفاظ کے درست املا کا خیال رکھتے ہوئے تحریر کام پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کر سکیں۔
- ذو معانی الفاظ کو جملے سے الگ کر سکیں اور ان کو تحریر میں استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

کلیمؔ سے اور مرزا سے محفلِ مشاعرے میں تعارف پیدا ہوا۔ شُدہ شُدہ مرزا صاحب کلیمؔ کے مکان پر تشریف لانے لگے۔ یہاں تک کہ اب چند روز سے تو دونوں میں ایسی گاڑھی چھننے لگی تھی کہ گویا ایک جان دو قالب تھے۔ کلیمؔ کو تو مرزا کے مکان پر جانے کا کبھی بھی اتفاق نہیں ہوا مگر مرزا شام کو تو کبھی کبھی لیکن صبح کو بلا ناغہ آتے اور تمام تمام دن کلیمؔ کے پاس رہتے۔ مرزا نے اپنا حالِ اصلی کلیمؔ پر ظاہر ہونے نہ دیا۔ کلیمؔ یہی جانتا تھا کہ جماعہ دار کا تمام ترکہ مرزا کو ملا اور وہ جماعہ دار کی محل سرا کو مرزا کی محلسرا اور جماعہ دار کے دیوان خانے کو مرزا کا دیوان خانہ اور جماعہ دار کے بیٹے پوتوں کے نوکروں کو مرزا کے نوکر سمجھتا تھا اور اسی غلط فہمی میں وہ گھر سے نکلا تو سیدھا جماعہ دار کی محل سرا کی ڈیوڑھی پر جا موجود ہوا۔ بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑکھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں اور اُن میں سے ایک نے پوچھا کون صاحب ہیں اور اتنی رات گئے کیا کام ہے۔ کلیم، جاؤ مرزا کو بھیج دو۔ لونڈی: کون مرزا، کلیم: مرزا ظاہر دار بیگ جن کا مکان ہے اور کون مرزا۔

لونڈی: یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر قریب تھا کہ لونڈی پھر کواڑ بند کر لے کہ کلیم نے کہا کہ کیوں جی کیا یہ جماعہ دار صاحب کی محل سرا نہیں ہے۔

لونڈی: ہے کیوں نہیں۔

کلیم: پھر تم نے یہ کیا کہا کہ یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں۔ کیا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کے وارث اور جانشین نہیں ہیں۔

لونڈی: جماعہ دار کے وارثوں کو خدا سلامت رکھے۔ مُوا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کا وارث بننے والا کون ہوتا ہے۔

دوسری لونڈی: اری کم بخت یہ کہیں مرزا بانکے کے بیٹے کو نہ پوچھتے ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنے تئیں جماعہ دار کا بیٹا بتایا کرتا ہے۔ (کلیم کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں میاں وہی ظاہر دار بیگ، جن کی رنگت زرد زرد ہے۔ آنکھیں کرنجی، چھوٹا قد، ڈبلا ڈیل اپنے تئیں بہت سنوارے بنائے رہا کرتے ہیں۔

کلیم: ہاں ہاں وہی ظاہر دار بیگ۔

لونڈی: تو میاں اس مکان کے پچھواڑے اُپلوں کی ٹال کے برابر چھوٹا سا کچا مکان ہے وہ اُس میں رہتے ہیں۔ کلیم نے وہاں جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب تنگ دھڑنگ جانگیہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا! آپ ہیں، معاف کیجیے گا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بندے کو کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں۔ میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ہم رکاب چلوں۔

کلیم: چلیے گا کہاں میں آپ ہی کے پاس آیا تھا۔

مرزا: پھر اگر کچھ دیر تشریف رکھنا منظور ہو تو میں اندر پردہ کرادوں۔

کلیم: میں آج شب کو آپ ہی کے ہاں رہنے کی نیت سے آیا ہوں۔

مرزا: بسم اللہ تو چلیے اسی مسجد میں تشریف رکھیے۔ بڑی فضا کی جگہ ہے میں ابھی آیا۔ کلیم نے جو مسجد میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نہایت پُرانی چھوٹی سی مسجد ہے، وہ بھی مسجد ضرار کی طرح ویران وحشت ناک۔ نہ کوئی حافظ ہے۔ نہ مُلانہ طالب علم نہ مسافر۔ ہزار ہا چمگادڑ اُس میں رہتی ہیں کہ اُن کی تسبیح بے ہنگام سے کان کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ فرش پر اس قدر بیٹ پڑی ہے کہ بہ جائے خود کُھرنجے کا فرش بن گیا ہے۔ مرزا کے انتظار میں کلیم کو چاروناچار اُسی مسجد میں ٹھہرنا پڑا۔ مرزا آئے بھی تو اتنی دیر کے بعد کہ کلیم مایوس ہو چکا تھا۔ قبل اس کے کہ کلیم شکایت کرے مرزا صاحب بہ طور دفع دخل مقدر فرمانے لگے کہ بندے کے گھر میں کئی دن سے طبیعت علیل ہے خفقان کا عارضہ، اختلاج قلب کا روگ ہے اب جو میں آپ کے پاس سے گیا تو اُن کو غشی میں پایا۔ اس وجہ سے دیر ہوئی پہلے یہ تو فرمائیے کہ اس وقت بندہ نوازی فرمانے کی کیا وجہ ہے؟ کلیم نے باپ کی طلب، اپنا انکار، بھائی کی اِلتجا، ماں کا اصرار، تمام ماجرا کہہ سُنایا۔ مرزا: پھر اب کیا ارادہ ہے۔ کلیم: سوائے اس کے کہ اب گھر لوٹ کر جانے کا تو نہیں ہے اور جو آپ کی صلاح ہو۔ مرزا: خیر نیت شب حرام صبح تو ہو۔ آپ بے تکلف استراحت فرمایئے۔ میں جا کر بچھونا وغیرہ بھیجے دیتا ہوں اور مجھ کو مریضہ کی تیمارداری کے لیے اجازت دیجیے کہ آج اُس کی علالت میں اشتداد ہے۔ کلیم: یہ ماجرا کیا ہے۔ تم تو کہا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں دوہری محل سرائیں متعدد دیوان خانے کئی پائیں باغ ہیں۔ حوض اور حمام اور کٹڑے اور گنج اور دُکانیں اور سرائیں؛ میں جانتا ہوں عمارت کی قسم سے کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جس کو تم نے اپنی مِلک نہ بتایا ہو۔ یا یہ حال ہے کہ ایک متنفس کے واسطے ایک شب کے لیے تم کو جگہ میسر نہیں جو جو حالات تم نے اپنی زبان سے بیان کیے اُن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ جماعہ دار کے تمام ترکہ پر تم قابض اور متصرف ہو لیکن میں اُس تمام جاہ وحشت کا ایک شمّہ بھی نہیں دیکھتا۔ مرزا: آپ کو میری نسبت سخن سازی کا احتمال ہونا سخت تعجب کی بات ہے۔ اتنی مدت مجھ سے آپ کی صحبت رہی مگر افسوس ہے کہ آپ نے میری طبیعت اور میری عادت کو نہ پہچانا۔ یہ اختلاف حالت جو آپ دیکھتے ہیں اُس کی ایک وجہ ہے۔ بندے کو جماعہ دار صاحب مرحوم مغفور نے متبنّیٰ کیا تھا اور اپنا جانشین کر مرے تھے۔ شہر کے کُل رؤسا اس سے واقف اور آگاہ ہیں۔ اُن کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس میں رخنہ اندازیاں کیں۔ بندے کو آپ جانتے ہیں کہ بکھیڑے سے کوسوں بھاگتا ہے۔ صحبت ناملائم دیکھ کر کنارہ کش ہو گیا لیکن کسی کو انتظام کا سلیقہ بندوبست کا حوصلہ نہیں۔ اُسی روز سے اندر باہر واویلا مچی ہوئی ہے اور اس بات کے مشورے ہو رہے ہیں

کہ بندے کو منالے جائیں۔

کلیم: لیکن آپ نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ مرزا: اگر میں آپ سے یا کسی سے تذکرہ کرتا تو استقلال مزاج سے بے بہرہ اور غیرت و حمیت سے بے نصیب ٹھہرتا اب آپ کو کھڑے رہنے میں تکلیف ہوتی ہے اجازت دیجیے کہ میں جا کر بچھونا بچھوا دوں اور مریضہ کی تیمار داری کروں۔ کلیم: خیر مقام مجبوری ہے لیکن پہلے ایک چراغ تو بھیج دیجیے۔ تاریکی کی وجہ سے طبیعت اور بھی گھبراتی ہے۔ مرزا: چراغ کیا میں نے تو لیمپ روشن کرانے کا ارادہ کیا تھا لیکن گرمی کے دن ہیں پروانے بہت جمع ہو جائیں گے اور آپ زیادہ پریشان ہو جیے گا اور اس مکان میں ابابیلوں کی کثرت ہے۔ روشنی دیکھ کر گرنی شروع ہوں گی اور آپ کا بیٹھنا دشوار کر دیں گی۔ تھوڑی دیر صبر کیجیے کہ ماہتاب نکلا آتا ہے۔

کلیم جب گھر نکلا تو کھانا تیار تھا لیکن وہ اس قدر طیش میں تھا کہ اُس نے کھانے کی مطلق پروا نہ کی اور بے کھائے نکل کھڑا ہوا۔ مرزا سے ملنے کے بعد وہ منتظر تھا کہ آخر مرزا خود پوچھیں گے تو کہہ دوں گا۔ مرزا کو ہر چند کھانے کی نسبت پوچھنا ضرور تھا کیوں کہ اول تو کچھ ایسی رات زیادہ نہیں گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ اُس کو معلوم ہو چکا تھا کہ کلیم گھر سے لڑ کر نکلا ہے۔ تیسرے دونوں میں بے تکلفی غایت درجہ کی تھی لیکن مرزا قصداً اس بات سے متعرض نہ ہُوا اور کلیم بے چارے کا بھوک کے مارے یہ حال کہ مسجد میں آنے سے پہلے اُس کی انتڑیوں نے قُل ہو اللہ پڑھنی شروع کر دی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ مرزا کسی طرح اس پہلو پر نہیں آتا اور عنقریب تمام شب کے لیے رخصت ہوا چاہتا ہے تو بے چارے نے بے غیرت بن کر خود کو کہا کہ سُنو یار! میں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ مرزا: مرد خدا! تو آتے ہی کیوں نہیں کہا۔ اب اتنی رات گئے کیا ہو سکتا ہے۔ دکانیں سب بند ہو گئیں اور جو دو ایک کھلی بھی ہیں تو باسی چیزیں رہ گئی ہوں گی جن کے کھانے سے فاقہ بہتر ہے۔ گھر میں آج آگ تک نہیں سُلگی مگر ظاہر اُتم سے بھوک کی سہار ہونی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ دیو اشتہا کو زیر کرنا بڑی ہمت والوں کا کام ہے۔ ایک تدبیر سمجھ میں آتی ہے کہ جاؤں چھدامی بھڑ بھونجے کے یہاں سے گرم خستہ چنے کی دال بنوالاؤں بس ایک دھیلے کی مجھ کو تم کو دونوں کو کافی ہو گی۔ رات کا وقت ہے ابھی کلیم کچھ کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ مرزا جلدی سے اُٹھ باہر گئے اور چشم زدن میں چنے بھنوا لائے مگر دھیلے کے کہہ کر گئے تھے یا توکم کے لائے یا راہ میں دو چار پھنکے لگائے۔ اس واسطے کہ کلیم کے رُوبرو تین مٹھی چنے سے زیادہ نہ تھے۔ مرزا: یار ہو تُم بڑے خوش قسمت کہ اس وقت بھاڑ مل گیا۔ واللہ ہاتھ تو لگاؤ دیکھو تو کیسے جُھلس رہے ہیں اور سوندھی سوندھی خوشبو بھی عجب ہی دل فریب ہے کہ بس بیان نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ لوگوں نے خس اور مٹی کا عطر نکالا مگر بُھنے ہوئے چنوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ کوئی فن ہو کمال بھی کیا چیز ہے۔ دیکھیے اتنی تو رات گئی ہے مگر چھدامی کی دُکان پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ بندہ نے بہ تحقیق سُنا ہے کہ حضور والا کے خاصے میں چھدامی کی دُکان کا چنا بلا ناغہ لگ کر جاتا ہے اور واقع میں ذرا غور سے دیکھیے کیا کمال کرتا ہے کہ بُھوننے میں چنوں کو سڈول بنا دیتا ہے۔ بھئی تمھیں میرے سر کی قسم، سچ کہنا ایسے خوب صورت خوش قطع سڈول چنے تُم نے پہلے بھی کبھی دیکھے تھے۔ دال بنانے میں اُس کو یہ کمال حاصل ہے کہ کسی دانے پر خراش تک نہیں، ٹوٹنے پھوٹنے کا کیا مذکور اور دانوں کی رنگت دیکھیے کوئی بسنتی ہے کوئی پستئی۔ غرض دونوں رنگ خوش نما۔ یوں تو صدہا قسم کے غلے اور پھل زمین سے اُگتے ہیں لیکن چنے کی لذت کو کوئی نہیں پاتا۔

غرض مرزا نے اپنی چرب زبانی سے چنوں کو گھی کی تلی دال بنا کر اپنے دوست کلیم کو کھلایا۔ کلیم بھوکا تو تھا ہی اُس کو بھی ہمیشہ سے کچھ زیادہ مزے دار معلوم ہوئے۔ مرزا نے گھر جا کر ایک میلی دری اور ایک کثیف سا تکیہ بھیج دیا۔ دو ہی گھڑی میں کلیم کی حالت کا اس قدر متغیر ہو جانا عبرت کا مقام ہے یا تو خلوت خانہ اور عشرت منزل میں تھا یا اب ایک مسجد میں آکر پڑا اور مسجد بھی ایسی جس کا تھوڑا سا حال ہم نے اوپر بیان کیا۔ گھر کے ایوانِ نعمت کو لات مار کر

نکلا تھا تو پہلے ہی وقت چنے چبانے پڑے۔ نہ چراغ نہ چارپائی نہ بہن نہ بھائی۔ نہ مونس نہ غم خوار نہ نوکر نہ خدمت گار۔ مسجد میں اکیلا ایسا بیٹھا تھا جیسے قید خانے میں حاکم کا گنہ گار یا قفس میں مرغِ نَو گرفتار اور کوئی ہوتا تو اس حالت پر نظر کرکے تنبیہ پکڑتا اپنی حرکت سے توبہ اور اپنے افعال سے استغفار کرتا اور اسی وقت نہیں تو سویرے گجر دم باپ کے ساتھ نماز صبح میں جا شریک ہوتا لیکن کلیم کو اور بہت سے مضمون سوچنے کو تھے اُس نے رات بھر میں ایک قصیدہ تو مسجد کی ہجو میں تیار کیا اور ایک مثنوی مرزا کی شان میں کہی۔

صبح ہوتے آنکھ لگ گئی تو نہیں معلوم مرزا یا محلے کا کوئی اور عیار ٹوپی۔ جوتی۔ رومال۔ چھڑی۔ تکیہ، دری یعنی جو چیز کلیم کے بدن سے منفک اور اُس کے جسم سے جُدا تھی لے کر چنپت ہوا۔ یوں بھی کلیم بہت دیر کو سو کے اُٹھتا تھا اور آج تو ایک وجہ خاص تھی کوئی پہر سوا پہر دن چڑھے جاگا تو کیا دیکھتا ہے کہ فرش مسجد پر پڑا ہے اور نیند کی حالت میں جو کروٹیں لی ہیں تو سیروں گرد کا بَھبھُوت اور چمگادڑوں کی بیٹ کا ضماد بدن پر تھپا ہوا ہے حیران ہوا کہ قلب ماہیت ہو کر میں کہیں بُھتنا تو نہیں ہو گیا۔ مرزا کو اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا کہیں پتہ نہیں۔ مسجد تھی ویران اُس میں پالی کہاں صبر کر کے بیٹھ رہا کہ کوئی اللہ کا بندہ اِدھر کو آنکلے تو اس کے ہاتھ مرزا کو بلواؤں اور یا مُنھ ہاتھ دھو کر خود مرزا تک جاؤں۔ اس میں دو پہر ہونے آئی بارے ایک لڑکا کھیلتا ہوا آیا جو نہی زینے پر چڑھا کہ کلیم اس سے عرض مطلب کرنے کے لیے لپکا وہ لڑکا اُس کی ہیئت کذائی دیکھ ڈر کر بھاگا، خدا جانے اُس نے اُس کو بھوت سمجھا یا سڑی خیال کیا۔ کلیم نے بہتیرا پکارا اُس لڑکے نے پیٹھ پھیر کر نہ دیکھا۔ ناچار کلیم نے بہ ہزار مصیبت دوسرے فاقہ سے شام پکڑی اور جب اندھیرا ہوا تو اُلو کی طرح اپنے نشیمن سے نکلا۔ سیدھا مرزا کے مکان پر گیا، آواز دی تو یہ جواب ملا کہ وہ تو بڑے سویرے کے قطب صاحب سدھارے ہیں۔ کلیم نے چاہا کہ اپنا تعارف ظاہر کرکے ممکن ہو تو منھ دھونے کو پانی مانگے اور مرزا کی پھٹی پرانی جوتی اور ٹوپی تاکہ کسی طرح گلی کوچے میں چلنے کے قابل ہو جائے۔ یہ سوچ کر اُس نے کہا کیوں حضرت آپ مجھ سے بھی واقف ہیں۔ اندر سے آواز آئی ہم تمھاری آواز تو نہیں پہچانتے اپنا نام و نشان بتاؤ تو معلوم ہو۔ کلیم: میرا نام کلیم ہے اور مجھ سے اور مرزا ظاہر دار بیگ سے بڑی دوستی ہے بلکہ میں شب کو مرزا صاحب ہی کی وجہ سے مسجد میں تھا۔ گھر والے: وہ دری اور تکیہ کہاں ہے جو رات تمھارے سونے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ تکیے اور دری کا نام سُن کر تو کلیم بہت چکرایا اور ابھی جواب دینے میں متامل تھا کہ اندر سے آواز آئی: مرزا زبردست بیگ! دیکھنا یہ مردوا کہیں چل نہ دے، دوڑ کر تکیہ دری تو اس سے لو۔ کلیم یہ بات سُن کر بھاگا۔ ابھی گلی کے نکڑ تک نہیں پہنچا تھا کہ زبردست نے چور چور کرکے جا لیا۔ ہر چند کلیم نے مرزا ظاہر دار بیگ کے ساتھ اپنے حقوق معرفت ثابت کیے مگر زبردست کا ٹھینگہ سر پر اُس نے اک نہ مانی اور پکڑ کر کوتوالی لے گیا۔ کوتوال نے سرسری طور پر دونوں کا بیان سُنا اور کلیم سے اُس کا حسب نسب پوچھا۔ ہر چند کلیم اپنا پتہ بتانے میں جھینپتا تھا مگر چار و ناچار بتانا پڑا لیکن اُس کی حالت ظاہری ایسی ابتر ہو رہی تھی کہ اُس کا سچ بھی جھوٹ معلوم ہوتا تھا۔ کوتوال نے سُن کر یہی کہا کہ میاں نصوح جن کو تم اپنا والد بتاتے ہو میں اُن کو خوب جانتا ہوں اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ اُن کے بڑے بیٹے کا یہی نام ہے جو تم نے اپنا بیان کیا۔ محلے کا پتہ گھر کا نشان بھی جو تُم نے کہا سب ٹھیک ہے مگر کلیم تو ایک مشہور معروف آدمی ہے آج شہر میں اُس کی شاعری کی دھوم ہے۔ تمھاری یہ حیثیت کہ ننگے سر ننگے پاؤں بدن پر کیچڑ تھپی ہوئی مجھ کو باور نہیں ہوتا۔ اچھا اب رات کو کیا ہو سکتا ہے۔ جرم سنگین ہے، ان کو حوالات میں رکھو، صبح ہو میں اُن کے والد کو بُلواؤں تو اُن کے بیان کی تصدیق ہو۔

کلیم یہ سُن کر رو دیا اور کہا میں وہی بدنصیب ہوں جس کی شعر گوئی کا شہرہ آپ نے سُنا ہے اور آپ کو یقین نہ ہو تو میں اپنے افکار تازہ آپ کو سُناؤں۔ چناں چہ کل شب کو جو کچھ مسجد و مرزا کی شان میں کہا تھا سُنایا۔ اُس پر کوتوال نے اتنی رعایت کی کہ دو سپاہی کلیم کے ساتھ کیے اور اُن کو حکم دیا کہ ان کو میاں نصوح کے پاس لے جاؤ اگر وہ ان کو اپنا فرزند بتائیں تو چھوڑ دینا ورنہ واپس لا کر حوالات میں قید رکھنا۔

کلیم پر اس کیفیت سے باپ کے رُوبہ رُو آنا جیسا کچھ شاق گزرا ہوگا ظاہر ہے مگر کیا کر سکتا تھا۔ سپاہی اُس کو کشاں کشاں لے ہی گئے۔ محلے کی مسجد میں جس میں نصوحؔ نماز پڑھا کرتا تھا اُس کے گھر سے بہت قریب تھی۔ صحنِ مسجد میں ایک شاداب چمن تھا اور چمن کے بیچوں بیچ ایک پکا مرتفع چبوترہ عجب تفریح کا مقام تھا۔ نصوح بیشتر نمازِ عشا کے بعد خصوصاً چاندنی راتوں میں اُس چبوترے پر بیٹھ کر پھول بوٹوں میں خداوند تعالیٰ کی صنعت ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ اُس کو بیٹھا دیکھ کر دوسرے نمازی بھی جمع ہو جاتے تھے اور نصوح کو وعظ و پند کے طور پر اُن کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملتا تھا۔ سپاہی کلیم کو لیے آ پہنچے۔ یہ اتفاق من جانب اللہ شاید اس وجہ سے پیش آیا کہ جو لوگ کلیم کی نظر میں صرف اس وجہ سے ذلیل تھے کہ وہ اپنے خالق کی پرستش کرتے تھے، اپنے اور اپنے بال بچوں کے پیٹ بھرنے کے لیے محنت مزدوری کر کے بہ وجہ حلال روزی پیدا کرتے تھے اُن کے سامنے اس کی گردن نخوت نیچی ہو۔ منکر نکیر کی طرح دو سپاہی اُس کی گردن پر سوار تھے۔ نہ سر پر ٹوپی نہ پاؤں میں جوتی۔ دو وقت کے فاقے سے منھ سوکھ کر ذرہ سا نکل آیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔

ہونٹوں پر پپڑیاں جم رہی تھیں۔ کپڑوں کا وہ حال تھا کہ ایسے لباس سے ننگا ہوتا تو بہتر تھا۔ جوں نصوحؔ کی نظر بیٹے پر پڑی گویا ایک تیر سا کلیجے میں لگ گیا۔ اگر پہلا سا نصوحؔ ہوتا تو نہیں معلوم عورتوں کی طرح داڑھیں مار کر روتا یا سر پیٹنے لگتا یا دوڑ کر بیٹے کو لپٹ جاتا یا سپاہیوں سے بے پوچھے گچھے دست و گریباں ہو پڑتا یا خدا جانے اضطرابِ جاہلانہ میں کیا کرتا مگر اب اُس کی جملہ حرکات و سکنات معلوم دین داری کی مطیع اور مودب خدا پرستی کی تابع تھیں اُس نے ایک دمِ سرد بھر کر انا للہ و انا الیہ راجعون تو کہا اور اُف بھی نہ کی۔ سپاہیوں نے اُس سے کلیم کی نسبت پوچھا تو اُس نے آنکھیں نیچی کر کے کہا جب حضرت نوح اپنے بیٹے کو ڈوبتے دَم تک بیٹا بیٹا پکارے گئے تو میں اس کے فرزند ہونے سے انکار کیسے کر سکتا ہوں۔ سپاہی تو اتنا سُن کر رخصت ہوئے اور کلیم کو رفقائے نصوحؔ میں سے کسی نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

(توبۃ النصوح)

مولوی نذیر احمد (۱۸۳۱ء۔ ۱۹۱۲)

مولوی نذیر احمد ضلع بجنور (یو۔ پی بھارت) میں ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ بعض مقامات پر آپ کا سال پیدائش ۱۸۳۶ء بھی درج ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی سعادت علی سے ہی حاصل کی لیکن بعد میں مولوی عبدالخالق کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد دلّی کالج میں داخلہ لیا اور وہاں سے عربی، فلسفہ اور ریاضی کی تعلیم حاصل کر کے مدّرس کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا اور ترقی کر کے انسپکٹر مدارس مقرر ہو گئے۔ اپنی ذاتی دل چسپی کے باعث انگریزی زبان کی تعلیم بھی اپنے تئیں حاصل کی۔ ۱۸۶۱ء میں انڈین پینل کوڈ کے ترجمے کی وجہ سے پہلے تحصیل دار اور پھر افسر بندوبست بن گئے۔ اس کے بعد ریاست حیدر آباد چلے گئے جہاں ممبر بورڈ آف ریونیو کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور یہیں سے اپنی مدت ملازمت پوری کر کے سُبک دوش ہو گئے۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دی۔ ۱۸۹۷ء میں آپ کو "شمس العلما" کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی اور ایڈنبرا یونی ورسٹی سے بھی آپ کو اعزازی ڈگریوں سے نوازا گیا۔

مولوی نذیر احمد کو اُردو کا پہلا ناول نگار کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کی تحریروں میں اردو ناول کا نقش اوّل موجود ہے۔ آپ کو دلی کی صاف اور بامحاورہ زبان خاص طور پر دلی کی خواتین کی روزمرہ زبان کے استعمال پر دست رس حاصل تھی۔ آپ کو کہانی بیان کرنے اور کردار نگاری میں ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے بیشتر کردار اسم بامسمیٰ ہیں یعنی جیسا نام ہے ویسی ہی شخصی خوبیاں بھی کردار میں موجود ہیں۔ اصلاح، سبق آموزی، آپ کی تحریروں کا نمایاں پہلو ہے۔ مولوی نذیر احمد نے اردو داستانوں کے مافوق الفطرت کرداروں کی بجائے حقیقی زندگی کے کرداروں کو اپنا موضوع بنایا۔ ادب برائے زندگی کے نظریے کے تحت آپ نے اپنے ناولوں میں مرآۃ العروس، توبۃ النصوح، رویائے صادقہ، بنات النعش اور ابن الوقت شام ہیں۔ مولوی نذیر احمد نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔

مشق

۱۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

i۔ لفظ "ڈراما" کس زبان کے لفظ ڈراؤ (Drao) سے مشتق ہے۔

الف۔ عربی ب۔ فارسی ج۔ عبرانی د۔ یونانی

ii۔ جملہ اسمیہ کے مسند الیہ اور مسند ہوتے ہیں:

الف۔ اسم ب۔ فعل ج۔ فعل ناقص د۔ فاعل

iii۔ کلیم کے کنڈی کھڑ کھڑانے پر کتنی لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں؟

الف۔ چار ب۔ تین ج۔ دو د۔ ایک

iv۔ مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو کہاں ٹھہرانے کا بندوبست کیا؟

الف۔ دیوان خانے میں ب۔ محل سرا میں ج۔ بالاخانے پر د۔ ویران مسجد میں

v۔ "شکاری نے بندوق چلائی" اس جملہ فعلیہ میں مفعول کسے کہیں گے؟

الف۔ شکاری ب۔ بندوق ج۔ نے د۔ چلائی

۲۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے۔

بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں اور اُن میں سے ایک نے پوچھا کون صاحب ہیں اور اتنی رات گئے کیا کام ہے۔ کلیم، جاؤ مرزا کو بھیج دو۔ لونڈی: کون مرزا، کلیم: مرزا ظاہر دار بیگ جن کا مکان ہے اور کون مرزا۔

لونڈی: یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر قریب تھا کہ لونڈی پھر کواڑ بند کر لے کہ کلیم نے کہا کہ کیوں جی کیا یہ جماعہ دار صاحب کی محل سرا نہیں ہے۔

لونڈی: ہے کیوں نہیں۔

کلیم: پھر تم نے یہ کیا کہا کہ یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں۔ کیا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کے وارث اور جانشین نہیں ہیں۔

لونڈی: جماعہ دار کے وارثوں کو خدا سلامت رکھے۔ مُوا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کا وارث بننے والا کون ہوتا ہے۔

دوسری لونڈی: اری کم بخت یہ کہیں مرزا بانکے کے بیٹے کو نہ پوچھتے ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنے تئیں جماعہ دار کا بیٹا بتایا کرتا ہے۔ (کلیم کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں میاں وہی ظاہر دار بیگ نا، جن کی رنگت زرد زرد ہے۔ آنکھیں کرنجی، چھوٹا قد، ڈبلا ڈیل اپنے تئیں بہت سنوارے بنائے رہا کرتے ہیں۔

کلیم: ہاں ہاں وہی ظاہر دار بیگ۔

لونڈی: تو میاں اس مکان کے پچھواڑے اُپلوں کی ٹال کے برابر چھوٹا سا کچا مکان ہے وہ اُس میں رہتے ہیں۔ کلیم نے وہاں جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ دھڑ نگ جانگیہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا! آپ ہیں، معاف کیجیے گا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بندے کو کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں۔ میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ہم رکاب چلوں۔

کلیم: چلیے گا کہاں میں آپ ہی کے پاس تک آیا تھا۔

مرزا: پھر اگر کچھ دیر تشریف رکھنا منظور ہو تو میں اندر پردہ کرا دوں۔

کلیم: میں آج شب کو آپ ہی کے ہاں رہنے کی نیت سے آیا ہوں۔
مرزا: بسم اللہ تو چلیے اسی مسجد میں تشریف رکھیے۔ بڑی فضا کی جگہ ہے میں ابھی آیا۔ کلیم نے جو مسجد میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نہایت پُرانی چھوٹی سی مسجد ہے، وہ بھی مسجد ضرار کی طرح ویران وحشت ناک۔ نہ کوئی حافظ ہے۔ نہ مُلا نہ طالب علم نہ مسافر۔ ہزار ہا چمگاڈریں اُس میں رہتی ہیں۔

الف۔ بار بار پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے کا کیا نتیجہ نکلا؟
ب۔ کلیم نے جب ظاہر دار کے متعلق پوچھا تو لونڈی نے کیا جواب دیا؟
ج۔ اندر سے آنے والی لونڈیوں میں سے ایک نے کیا پوچھا؟
د۔ ظاہر دار بیگ کے متعلق لونڈی نے کیا حقیقت بتائی؟
ہ۔ ظاہر دار بیگ اصل میں کہاں رہتا تھا؟
و۔ کلیم کے آواز دینے پر ظاہر دار بیگ کس حالت میں باہر آیا؟
ز۔ ظاہر دار بیگ نے جس مسجد میں کلیم کو ٹھہرایا، اُس کی حالت کیسی تھی؟
ح۔ اس عبارت سے ظاہر دار بیگ کی شخصیت کا کون سا پہلو ہمارے سامنے آتا ہے؟

۳۔ سوشل یا الیکٹرانک میڈیا سے رات نو بجے سے دس بجے تک اپنے والدین کی نگرانی میں خبروں اور انٹرٹینمنٹ کا ایک ایک چینل دیکھیں۔ اس ایک گھنٹے کے دوران پیش کی جانے والی خبروں اور ڈراموں میں اُٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سُن کر اہم نکات مع تبصرہ و تشریح اپنے ساتھی طلبہ کے سامنے دوہراتے ہوئے جماعت کے کمرے میں بیان کریں۔

۴۔ ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' کو اس کے اسلوب اور بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس خاص مقصد کے لیے پڑھیں کہ آپ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ، دونوں کرداروں کے متعلق اپنی ذاتی رائے پیش کر سکیں۔

۵۔ سبق ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' کے علاوہ آپ نے شاملِ نصاب افسانہ ''بھیڑیا'' کا مطالعہ کیا۔ دونوں عبارات کی غرض و غایت اور ساخت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا مناسب اور محتاط موازنہ کریں۔ نیز دونوں ادب پاروں کے زمانوں کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اُن کی اہمیت پر رائے دیں۔

نثر پاروں کا موازنہ کرتے ہوئے مصنفین کے اندازِ بیان کو سمجھیں اور جماعت کے دیگر طلبہ کے سامنے اس پر تبصرہ کریں۔ (اس سلسلے میں درج ذیل نکات پیش نظر رکھیں)

الف۔ مولوی نذیر احمد نے کلیم کے کردار کے ذریعے نوجوان نسل کو کیا نصیحت کی ہے؟
ب۔ ظاہر دار بیگ جیسے لوگ ہماری زندگی اور معاشرے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟
ج۔ افسانہ ''بھیڑیا'' میں مصنف کس خوف کا شکار ہے؟
د۔ افسانے کا مرکزی کردار ''بھیڑیا'' کس علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے؟

۶۔ آج سے سوڈیڑھ سو سال قبل اُردو الفاظ کا املا ایسا نہیں تھا جیسا کہ آج مستعمل ہے۔ یعنی آج بہت سے ایسے الفاظ کو توڑ کر لکھا جاتا ہے جنھیں ماضی میں اکٹھا لکھنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً: شاملِ نصاب سبق کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں۔

کلیم یہی جانتا تھا کہ جماعہ دار کا تمام ترکہ مرزا کو ملا اور وہ جماعہ دار کی محل سرا کو مرزا کی محل سرا اور جماعہ دار کے دیوان خانے کو مرزا کا دیوان خانہ سمجھتا تھا۔ محل سرا کی ڈیوڑھی پر جا موجود ہوا۔ بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں۔

کلیم: جاؤ، مرزا کو بھیج دو۔

سبق کی عبارت میں محلسرا کو محل سرا، دیوانخانے کو دیوان خانے، دیوانخانہ کو دیوان خانہ، لئے کو لیے اور بھیجدو کو بھیج دو۔ کر کے لکھ دیا گیا ہے یعنی الفاظ کو درست املا کا خیال رکھتے ہوئے اصل تحریر پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کی گئی ہے۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر درج ذیل تحریری سرگرمی میں الفاظ کو غلط املا میں لکھے ہوئے درج ذیل الفاظ پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کرتے ہوئے درست کر کے لکھیں۔ اس سلسلے میں استاد محترم سے بھی رہ نمائی لیں۔

منابیجائیں	دیجئے	بھیجدیئے
کردینگی	کیونکہ	کہدونگا
لئے	بیچارے	بھوکھ
بنکر		

۷۔ ذو معنی الفاظ

ذو معنی الفاظ ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن کا املا تو ایک جیسا ہو لیکن ان کے معنی ایک سے زیادہ ہوں۔ بعض اوقات ان میں سے ایک معنی مونث جب کہ دوسرا مذکر کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: قلم (لکھنے کے لیے استعمال ہونے والا آلہ) اور پودے کی قلم۔

کان (کسی قیمتی چیز کا ذخیرہ) یعنی کوئلے یا سونے کی کان، اور جسم کا ایک حصہ۔

درج ذیل جملوں سے ذو معانی الفاظ کو الگ کریں اور اُن کے جملے اس انداز سے تحریر کریں کہ اُن کے دونوں معانی واضح ہو جائیں۔

میرے کان میں درد ہے۔

پاکستان میچ ہار گیا۔

کپڑے کا عرض ایک فٹ ہے

میں نے قلم سے لکھا۔

مغرب نے اسلامی ملکوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

۸۔ ناول

ناول سے مراد سادہ زبان میں ایسی طویل کہانی ہے جس میں انسانی زندگی کے معمولی واقعات اور روزانہ پیش آنے والے معاملات کو اس انداز میں بیان کیا جائے کہ پڑھنے والے کو اس میں دلچسپی پیدا ہو۔ یہ دلچسپی پلاٹ، منظر نگاری، کردار نگاری اور مکالمہ نگاری سے پیدا کی جاتی ہے۔ ناول اس نثری قصے کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص نقطہ ءِ نظر کے تحت زندگی کی حقیقی اور واقعاتی عکاسی کی گئی ہو۔ ناول کا مرکزی کردار اس کا ہیرو ہوتا ہے۔ واقعات میں ایک تسلسل موجود ہوتا ہے۔ حقیقت نگاری اور صداقت بیانی اس کا خاصہ ہے۔ اس کا موضوع انسانی زندگی ہوتا ہے۔ یعنی انسانی زندگی کے حالات و واقعات اور معاملات کو انتہائی گہرے اور مکمل مشاہدے کے بعد کہانی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ناول کے اجزا: کہانی، پلاٹ، کردار، مکالمے

۹۔ درج ذیل فارم نمونے کے طور پر دیا جارہا ہے۔ آپ متعلقہ ادارے کی ویب سائٹ سے یہ فارم ڈاؤن لوڈ کریں اور اسے پُر کرنے کی مشق کریں۔

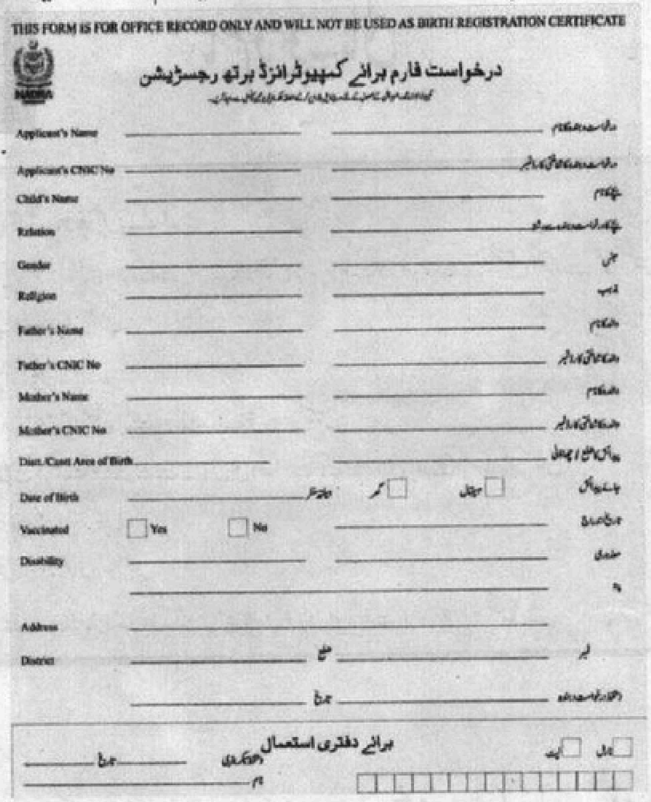
THIS FORM IS FOR OFFICE RECORD ONLY AND WILL NOT BE USED AS BIRTH REGISTRATION CERTIFICATE

درخواست فارم برائے کمپیوٹرائزڈ برتھ رجسٹریشن

Applicant's Name

Applicant's CNIC No

Child's Name

Relation

Gender — جنس

Religion — مذہب

Father's Name

Father's CNIC No

Mother's Name

Mother's CNIC No

Distt./Cantt Area of Birth

Date of Birth

Vaccinated ☐ Yes ☐ No

Disability

Address

District

برائے دفتری استعمال

سرگرمیاں

ا۔ کلیم اور ظاہر دار بیگ کی ملاقات کو چار پانچ طلبہ کے گروہ میں ڈرامائی صورت میں جماعت کے دیگر طلبہ کے سامنے پیش کریں۔

۲۔ اپنے والد سے درخواست کر کے اتوار والے دن کوئی سا روزنامہ اخبار منگوائیں۔ اتوار کے اخبار میں مختلف رودادیں، مضامین، سفر نامے، اداریے، خبریں، رپورٹس اور اشتہار وغیرہ شامل اشاعت ہوتے ہیں۔ اُن کو پڑھ کر اِن کے مقاصد کی ترجمانی کرتے ہوئے اہم نکات کو اپنے الفاظ میں تحریر کریں تاکہ اگلی بار آپ خود ان مقاصد کی بہتر انداز میں ترجمانی کر سکیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو رُوداد، مضمون، سفر نامے، اداریے، خبریں، رپورٹس اور اشتہار وغیرہ میں فرق بتائیں۔
- سبق خوانی سے قبل طلبہ کو اردو ناول کی تعریف، روایت اور ارتقا سے آگاہ کرتے ہوئے ڈپٹی نذیر احمد کے فکر و فن پر روشنی ڈالیے اور ''توبۃ النصوح'' ناول کے اہم کردار ''کلیم'' کی شخصیت اور مزاج پر تبصرہ کریں تاکہ طلبہ اس زمانے کی تاریخ سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- طلبہ، اخبارات و رسائل میں چھپنے والی مختلف تحاریر (روداد، مضامین، سفر نامہ، خطوط، اداریے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) کے متعلق جامع آگہی دیں۔

۶ نام دیو۔ مالی

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :

- افسانوی/غیر افسانوی متن میں شامل نامانوس الفاظ، محاورات، ضرب الامثال، مترادفات اور مرکبات پر مشتمل فقرات سمجھ سکیں۔
- عبارت پڑھتے ہوئے علامات او قاف کا لحاظ رکھ سکیں۔
- کسی تحریر/تقریر پر استحسانی گفت گو کر سکیں۔
- متن پڑھ کر خیالات، آرا اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے رائے پیش کر سکیں۔
- کسی بھی نثر پارے/نظم میں موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اس کی وضاحت کے لیے اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔
- خاکہ نویسی/شخصیت نگاری (سنجیدہ، فکاہیہ) کر سکیں۔
- واحد جمع (جمع مکسر، جمع سالم) بنا سکیں اور استعمال کر سکیں۔
- تذکیر و تانیث (اسما و ضمائر) کی فہم رکھتے ہوئے زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کو روز مرہ گفت گو اور تحریر و تخلیق میں استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

نام دیو، مقبرۂ رابعہ دُرانی اورنگ آباد (دکن) کے باغ میں مالی تھا۔ ذات کا ڈھیڑ جو بہت نیچ قوم خیال کی جاتی ہے۔ قوموں کا امتیاز مصنوعی ہے اور رفتہ رفتہ نسلی ہو گیا ہے۔ سچائی، نیکی، حسن کسی کی میراث نہیں۔ یہ خوبیاں نیچی ذات والوں میں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی اونچی ذات والوں میں

؎ قیس ہو ، کوہ کن ہو یا حالیؔ
عاشقی کچھ کسی کی ذات نہیں

مقبرے کا باغ میری نگرانی میں تھا۔ میرے رہنے کا مکان بھی باغ کے احاطے ہی میں تھا۔ میں نے اپنے بنگلے کے سامنے چمن بنانے کا کام نام دیو کے سپرد کیا۔ میں اندر کمرے میں کام کرتا رہتا تھا۔ میری میز کے سامنے بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس میں سے چمن صاف نظر آتا تھا، لکھتے لکھتے کبھی نظر اٹھا کر دیکھتا تو نام دیو کو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف پاتا۔ بعض دفعہ اس کی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا۔ مثلاً گیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر ڈول درست کیا اور ہر رخ سے پودے کو مڑ مڑ کر دیکھا۔ پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ کام اسی وقت ہوتا ہے، جب اس میں لذّت آنے لگے۔ بے مزہ کام، کام نہیں، بیگار ہے۔

اب مجھے اس سے دل چسپی ہونے لگی یہاں تک کہ بعض وقت اپنا کام چھوڑ کر اسے دیکھا کرتا مگر اسے کچھ خبر نہ ہوتی کہ کوئی دیکھ رہا ہے یا اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے کام میں مگن رہتا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ اپنے پودوں اور پیڑوں ہی کو اپنی اولاد سمجھتا تھا اور اولاد کی طرح ان کی پرورِش اور نگہ داشت کرتا۔ ان کو سرسبز اور شاداب دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوتا جیسے ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک پودے کے پاس

بیٹھتا، ان کو پیار کرتا، جھک جھک کے دیکھتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا ان سے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے، اس کا دل بھی بڑھتا اور پھولتا تھا۔ ان کو توانا اور شاداب دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ کبھی کسی پودے میں اتفاق سے کیڑا لگ جاتا یا کوئی اور روگ پیدا ہو جاتا تو اسے بڑی فکر ہوتی، بازار سے دوائیں لاتا۔ باغ کے داروغہ یا مجھ سے کہہ کر منگاتا۔ دن بھر اسی میں لگا رہتا اور اس پودے کی ایسی سیوا کرتا جیسے کوئی ہمدرد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز بیمار کی کرتا ہے۔ ہزار جتن کرتا اور اسے بچا لیتا اور جب تک وہ تن درست نہ ہو جاتا اسے چین نہ آتا۔ اس کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ پروان چڑھے اور کبھی کوئی پیڑ ضائع نہ ہوا۔

باغوں میں رہتے رہتے اسے جڑی بوٹیوں کی بھی شناخت ہو گئی تھی۔ خاص کر بچوں کے علاج میں اسے بڑی مہارت تھی۔ دُور دُور سے لوگ اس کے پاس بچوں کے علاج کے لیے آتے تھے۔ وہ اپنے باغ ہی میں سے جڑی بوٹیاں لا کر بڑی شفقت اور غور سے ان کا علاج کرتا۔ کبھی کبھی دوسرے گاؤں والے بھی اسے علاج کے لیے بلا لے جاتے۔ بلا تامل چلا جاتا، مفت علاج کرتا اور کبھی کسی سے کچھ نہیں لیتا تھا۔

وہ خود بھی بہت صاف ستھرا رہتا تھا اور ایسا ہی اپنے چمن کو بھی رکھتا۔ اس قدر پاک صاف جیسے رسوئی کا چوکا۔ کیا مجال جو کہیں گھاس پھونس یا کنکر پتھر پڑا رہے۔ روشیں باقاعدہ، تھانولے درست، سینچائی اور شاخوں کی کاٹ چھانٹ وقت پر، جھاڑنا بُہارنا صبح شام روزانہ، غرض سارے چمن کو آئینہ بنا رکھا تھا۔

باغ کے داروغہ (عبدالرحیم خاں فینسی) خود بھی بڑے کار گزار اور مستعد شخص ہیں اور دوسروں سے بھی کھینچ تان کر کام لیتے ہیں۔ اکثر مالیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ ذرا بھی نگرانی میں ڈھیل ہوئی، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے یا بیڑی پینے لگے یا سائے میں جا لیٹے۔ عام طور پر انسان فطرتاً کاہل اور کام چور واقع ہوا ہے۔ آرام طلبی ہم میں کچھ موروثی ہو گئی ہے لیکن نام دیو کو کبھی کچھ کہنے سننے کی نوبت نہ آئی۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے کام میں لگا رہتا۔ نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا۔

ایک سال بارش بہت کم ہوئی۔ کنوؤں اور باؤلیوں میں پانی برائے نام رہ گیا۔ باغ پر آفت ٹوٹ پڑی۔ بہت سے پودے اور پیڑ تلف ہو گئے۔ جو بچ رہے وہ ایسے نڈھال اور مرجھائے ہوئے تھے جیسے دِق کے بیمار لیکن نام دیو کا چمن ہرا بھرا تھا اور وہ دور دور سے ایک ایک گھڑا پانی کا سر پر اٹھا کے لاتا اور پودوں کو سینچتا۔ یہ وہ وقت تھا کہ قحط نے لوگوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے اور انھیں پینے کو پانی مشکل سے میسر آتا تھا مگر یہ خدا کا بندہ کہیں نہ کہیں سے لے ہی آتا اور اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی کی قلت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو بھی پانی ڈھو ڈھو کے لانا شروع کیا۔ پانی کیا تھا، یوں سمجھیے کہ آدھا پانی اور آدھی کیچڑ ہوتی تھی، لیکن یہی گدلا پانی پودوں کے حق میں آبِ حیات تھا۔

میں نے اس بے مثل کار گزاری پر اسے انعام دینا چاہا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ شاید اس کا کہنا ٹھیک تھا کہ اپنے بچوں کے پالنے پوسنے میں کوئی انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔ کیسی ہی تنگی ترشی ہو، وہ تو ہر حال میں کرنا ہی پڑتا ہے۔

جب اعلیٰ حضرت حضور نظام کو اورنگ آباد کی خوش آب و ہوا میں باغ لگانے کا خیال ہوا تو یہ کام ڈاکٹر سید سراج الحسن (نواب سراج یار جنگ بہادر) ناظمِ تعلیمات کو تفویض ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا ذوقِ باغ بانی مشہور تھا۔ مقبرہ رابعہ دُرانی اور اس کا باغ جو اپنی ترتیب و تعمیر کے اعتبار سے مغلیہ باغ کا بہترین نمونہ ہے، مدت سے ویران اور سنسان پڑا تھا، وحشی جان وروں کا مسکن تھا اور جھاڑ جھنکار سے پٹا پڑا تھا۔ آج ڈاکٹر صاحب کی بادولت سرسبز، شاداب اور

آباد نظر آتا ہے۔ اب دُور دُور سے لوگ اسے دیکھنے آتے اور سیر و تفریح سے محظوظ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو آدمی پرکھنے میں بھی کمال تھا۔ وہ نام دیو کے بڑے قدر دان تھے۔ اسے مقبرے سے شاہی باغ میں لے گئے۔ شاہی باغ، آخر شاہی باغ تھا۔ کئی کئی نگران کار اور بیسیوں مالی اور مالی بھی کیسے کیسے، ٹوکیو سے جاپانی، تہران سے ایرانی اور شام سے شامی آئے تھے۔ ان کے بڑے ٹھاٹ تھے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی اُپج تھی۔ وہ شاہی باغ کو حقیقت میں شاہی باغ بنانا چاہتے تھے۔ یہاں بھی، نام دیو کا وہی رنگ تھا۔ اس نے نہ فنِ باغ کی کہیں تعلیم پائی تھی اور نہ اس کے پاس کوئی سند یا ڈپلوما تھا البتہ کام کی دُھن تھی۔ کام سے سچا لگاؤ تھا اور اسی میں اس کی جیت تھی۔ شاہی باغ میں بھی اسی کا کام مہا کاج رہا، دوسرے مالی لڑتے جھگڑتے، سیندھی شراب پیتے، یہ نہ کسی سے لڑتا جھگڑتا نہ سیندھی شراب پیتا یہاں تک کہ کبھی بیڑی بھی نہ پی۔ بس یہ تھا اور اس کا کام۔

ایک دن نہ معلوم کیا بات ہوئی کہ شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ سب مالی بھاگ کر چھپ گئے۔ نام دیو کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے، وہ اپنے کام میں لگا رہا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں کا غضب ناک جھلّڑ اس غریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا، اتنا کاٹا کہ بے دم ہو گیا۔ آخر اسی میں جان دے دی۔

وہ بہت سادہ مزاج، بھولا بھالا اور منکسر المزاج تھا۔ اس کے چہرے پر بشاشت اور لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے جُھک کر ملتا۔ غریب تھا اور تنخواہ بھی کم تھی، اس پر بھی اپنے غریب بھائیوں کی بساط سے بڑھ کر مدد کرتا رہتا تھا۔ کام سے عشق تھا اور آخر کام کرتے کرتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

گرمی ہو یا جاڑا، دھوپ ہو یا سایہ، وہ دن رات برابر کام کرتا رہا۔ اسے کبھی یہ خیال نہ آیا کہ میں بہت کام کرتا ہوں یا میرا کام دوسروں سے بہتر ہے۔ اسی لیے اسے اپنے کام پر فخر یا غرور نہ تھا۔ وہ یہ باتیں جانتا ہی نہ تھا۔ اسے کسی سے بیر تھا نہ جلاپا۔ وہ سب کو اچھا سمجھتا اور سب سے محبت کرتا تھا۔ وہ غریبوں کی مدد کرتا، وقت پر کام آتا، آدمیوں، جان وروں، پودوں کی خدمت کرتا، لیکن اسے یہ کبھی احساس نہ ہوا کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ نیکی اسی وقت تک نیکی ہے، جب تک آدمی کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ جہاں اس نے یہ سمجھنا شروع کیا، نیکی نیکی نہیں رہتی۔

جب کبھی مجھے نام دیو کا خیال آتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ نیکی کیا ہے اور بڑا آدمی کسے کہتے ہیں۔ ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے۔ اس صلاحیت کو درجہ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے۔ درجہ کمال تک نہ کبھی کوئی پہنچا ہے، نہ پہنچ سکتا ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کی کوشش ہی میں انسان، انسان بنتا ہے، یہ سمجھو کُندن ہو جاتا ہے۔ حساب کے دن جب اعمال کی جانچ پڑتال ہو گی، وہ پوچھے گا تو یہ پوچھے گا کہ میں نے جو استعداد تجھ میں ودیعت کی تھی اسے کمال تک پہنچانے اور اس سے کام لینے میں تو نے کیا کیا اور خلق اللہ کو اس سے کیا فیض پہنچایا! اگر نیکی اور بڑائی کا یہ معیار ہے، تو نام دیو نیک بھی تھا اور بڑا بھی۔

تھا تو ذات کا ڈھیڑ، پر اچھے اچھے شریفوں سے زیادہ شریف تھا۔

(چند ہم عصر)

مولوی عبدالحق (۱۸۷۲ء۔۱۹۶۱ء)

مولوی عبدالحق ۱۹۷۲ء میں ضلع میرٹھ کے گاؤں ہاپوڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ علی حسن تھا انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور کچھ عرصہ میرٹھ میں زیر تعلیم رہے پھر ۱۸۹۴ء میں سرسید کے قائم کردہ تعلیمی ادارے ایم او کالج علی گڑھ (موجودہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ) سے بی اے پاس کیا اور پروفیسر آرنلڈ، سرسید، حالی اور شبلی جیسی علمی شخصیات سے اکتساب فیض کیا۔ ۱۸۹۵ء میں حیدر آباد دکن کے ایک اسکول میں ملازمت اختیار کی اس کے بعد صدر مہتمم تعلیمات کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں اورنگ آباد کالج میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

مولوی صاحب نے جامعہ عثمانیہ کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں ان کا مقصد اردو زبان کو جدید علوم اور سائنس کی تعلیم کا ذریعہ بنانا تھا۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لیے انھوں نے دوسری زبانوں سے علوم و فنون کی کتابیں اردو زبان میں منتقل کرنے کے لیے انتھک کام کیا تقسیم ہند کے بعد جامعہ کراچی میں اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ ۱۹۰۳ء میں انجمن ترقی اردو سے منسلک ہوئے تو مرتے دم تک انجمن کی ترقی اور اردو کے فروغ کے لیے کوشاں رہے۔ کراچی میں اردو کالج قائم کیا جس میں فنون، سائنس، تجارت اور قانون کی تعلیم اردو میں دی جاتی ہے۔ یہ کالج اب وفاقی اردو یونی ورسٹی میں تبدیل ہو چکا ہے۔

مولوی صاحب کے علمی تعلیمی، ادبی، تنقیدی اور تحقیقی کاموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ انھوں نے نہ صرف اپنے معاصر ادب کو متاثر کیا بلکہ آنے والی نئی نسل کے اسلوب پر بھی بہت گہرے اور ہمہ گیر اثرات مرتب کیے۔ ان کی تحریریں جدید اور قدیم اسلوب نگارش کا حسین سنگم ہیں۔ خلوص، سچائی، سادگی، استدلالیت، مقصدیت، شگفتگی اور جامعیت ان کی تحریر کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

ان کی تصانیف میں اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام مرحوم دلی کالج، سرسید احمد خان، حالات و افکار، افکار حالی، مقدمات عبدالحق، خطبات عبدالحق، مکتوبات عبدالحق اور چند ہم عصر شامل ہیں۔

مشق

۱۔ درج ذیل اقتباس سمجھ کر پڑھیے یہ شفاء الملک مرحوم پر لکھے ہوئے خاکے کا اقتباس ہے جسے چراغ حسن حسرت نے تحریر کیا ہے۔

حکیم صاحب کا وطن مالوف جگراؤں تھا جو ضلع لدھیانہ کا ایک قصبہ ہے۔ نوجوانی میں دلی چلے گئے اور حکیم عبدالمجید خان سے طب پڑھی پھر چند سال ان کے مطب میں طب کی عملی تعلیم حاصل کی۔ طبیعت بچپن سے شوخ تھی۔ دلی کا قیام سونے پر سہاگہ ہو گیا۔

ایک دن مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک نازک اندام ہندو عورت آئی اس کا دوپٹہ گوٹے سے لپا ہوا تھا۔ حکیم عبدالمجید خان کے سامنے اور تو کچھ کہہ نہ سکتے تھے اپنے ایک ہم درس کو جو دوائیں دے رہا تھا پکار کر کہا۔

"خمیرہ گاؤزبان بہ ورق نقرہ پیچیدہ"

شاہ نصیر کے متعلق اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ مشہور ہے۔ ایک عورت وسے کی رضائی اوڑھے گزری، شاہ صاحب نے فوراً کہا۔

اُودی وسے کی نہیں ہے یہ رضائی سر پر
مہ جبیں رات ہے تاروں بھری چھائی سر پر

لیکن خمیرہ گاؤزبان بہ ورق نقرہ پیچیدہ کا جواب نہیں ایک تو حکیم عبدالمجید خان جیسے باکمال کی صحبت دوسرے زبان اور محاورے کی تحقیق کا خداداد ذوق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم صاحب کی زبان بہت منجھ گئی۔ الفاظ کی تذکیر و تانیث، محاورات کا برمحل استعمال اور اہل بازار کی زبان کے فرق پر وہ بہت غور کرتے تھے۔

i۔اقتباس پڑھ کر شفاالملک مرحوم کی شخصیت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے بیان کیجیے۔(استحسانی و تنقیدی گفتگو)

ii۔اس نثر پارے میں موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اس کی وضاحت کے لیے اپنی رائے کا اظہار کریں۔

iii۔درج بالا عبارت کو علامات / رموزِ اوقاف کا لحاظ رکھ کر پڑھیں۔

۲۔ سبق 'نام دیو۔مالی' پڑھنے کے بعد انسانی کردار کے متعلق بیان کیے گئے خیالات، آرا اور رویوں کو کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے اپنی رائے کو جماعت کے دیگر ساتھیوں کے سامنے پیش کریں۔

۳۔خاکہ نگاری:

خاکہ کے لغوی معنی نقشہ یا ڈھانچہ کے ہیں۔خاکہ ایک ایسی غیر افسانوی صنف ہے جس میں کسی شخص کی شخصیت اور زندگی کے حقیقی خدوخال اور پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کر کے تحریر کیا جاتا ہے کہ ایک دلچسپ انداز میں ایک جیتی جاگتی شخصیت کے افکار و خیالات خوبیوں اور خامیوں کی تصویر کشی ہو جائے۔خاکہ نگار کسی شخصیت سے متعلق اہم حالات واقعات، اس کی منفرد خصوصیات، مزاج عادات و اطوار، حلیہ، لباس اور رہن سہن کو اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کرتا ہے کہ اس انسان کی پوری شخصیت، جیتی جاگتی چلتی پھرتی قاری کی نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے۔

❖ **اپنے کسی گہرے دوست کی عادات واطوار، مشاغل، ذاتی پسند ناپسند کو پیش نظر رکھ کر اس کی شخصیت کا خاکہ (سنجیدہ/فکاہیہ) تحریر کریں۔**

۴۔واحد جمع (جمع مکسر اور جمع سالم) یا جمع الجمع:

وہ لفظ جو فقط ایک شخص، شے یا جگہ کے لیے استعمال ہو۔واحد کہلاتا ہے۔

مثلاً: امیر۔اخبار۔مسجد وغیرہ، واحد کہلاتا ہے۔

وہ لفظ جو ایک سے زیادہ اشخاص، اشیا یا جگہوں کے لیے استعمال ہو "جمع" کہلاتا ہے۔مثلاً امرا، اخبارات، مساجد وغیرہ

جمع کی صورتیں

جمع کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

جمع مکسر، جمع سالم، تثنیہ، جمع الجمع

جمع مکسر: واحد سے جمع بناتے ہوئے واحد کی صورت بالکل بدل جائے تو اسے جمع مکسر کہتے ہیں۔مثلاً: تجویز سے تجاویز، منظر سے مناظر وغیرہ

جمع سالم: واحد سے جمع بناتے وقت واحد کے حروف میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہو تو اسے جمع سالم کہیں گے۔مثلاً: ماہر سے ماہرین، مجاہد سے مجاہدین وغیرہ۔

تثنیہ: عربی زبان میں دو چیزوں کے لیے جمع کی ایک الگ صورت استعمال کی جاتی ہے، اسے تثنیہ کہتے ہیں۔مثلاً: والد سے والدین، عید سے عیدین وغیرہ

جمع الجمع: کسی واحد سے جمع کی جمع کو "جمع الجمع" کہتے ہیں۔

مثلاً: خبر سے اخبار، اخبار سے اخبارات، لقب سے القاب، القاب سے القابات۔

❖ **مندرجہ ذیل الفاظ کے جمع لکھیں۔(جمع مکسر جمع سالم اور تثنیہ) اور انھیں جملوں میں استعمال کریں۔**

حاضر، احسان، امام، مضمون، سید، قطب، دار، شجر، محاورہ

❖ **درج ذیل واحد کی جمع اور جمع الجمع لکھیں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔**

نادر نور دو اکبر وجہ

۵۔ تذکیر و تانیث (اسما اور ضمائر): تذکیر و تانیث

تذکیر و تانیث کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور غیر حقیقی

حقیقی تذکیر و تانیث میں جنس کی صرف دو ہی قسمیں ہیں یعنی نر (مذکر)، مادہ (مونث)

یہ تذکیر و تانیث جان داروں کے لحاظ سے کی گئی ہے اور اس کی پہچان اور تمیز آسان ہے۔

بے جان چیزوں میں تذکیر و تانیث کوئی شے نہیں۔ یعنی ان میں نر اور مادہ کا تصویر موجود نہیں ہے۔

❖ **جملے بنا کر الفاظ کی تذکیر و تانیث واضح کریں۔**

بندرگاہ، مٹھاس، مہک، بوستان، دیوان غالب، لوہا، نانگا پربت، کٹیا، چولہا

۶۔ مقولہ، ضرب المثل، محاورہ اور روز مرہ کی وضاحت

i۔ مقولہ: کسی کی کہی ہوئی بات کو انھی الفاظ میں بیان کرنے کو مقولہ کہا جاتا ہے۔ جیسے والد صاحب نے کہا کہ ”محنت کرو گے تو کامیابی حاصل کرو گے۔“ اگر کسی کے قول کو اپنے الفاظ میں بیان کیا جائے تو وہ منقولہ کہلائے گا۔

ii۔ ضرب المثل: یہ ایک مکمل جملہ ہوتا ہے اور کسی واقعے کو بتانے اور اس پر مہر تائید ثبت کرنے کا ایک نرالہ انداز ہے جس سے گفتگو اور کلام میں چاشنی پیدا ہوتی ہے اور مضمون نہایت عمدہ ہو جاتا ہے۔ ضرب المثل کو کہاوت بھی کہتے ہیں۔ جیسے: انگور کھٹے ہیں۔

iii۔ محاورہ: دو یا دو سے زائد الفاظ جو حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوں محاورہ کہلاتا ہے۔ مثلاً: آنکھیں دکھانا، آسمان سے باتیں کرنا۔

iv۔ روز مرہ: دو یا دو سے الفاظ کا مجموعہ جو اہل زبان کی بول چال کے مطابق حقیقی معنوں میں استعمال ہو۔ مثلاً: بھارت آئے دن کشمیریوں پر ظلم ڈھاتا ہے۔ اس جملے میں آئے دن، درست روز مرہ ہے۔ اگر اس کی جگہ ”آئے روز“، لکھیں گے تو غلط ہو گا۔ اسی طرح روز بہ روز، پانچ سات وغیرہ۔

۷۔ 'نام دیو۔ مالی' سبق کے متن میں استعمال ہونے والے نامانوس الفاظ (جلاپا، جھلڑ، ڈھیٹر، سینڈھی وغیرہ)، محاورات، ضرب الامثال، مترادفات اور مرکبات (رفتہ رفتہ، ہمہ تن مصروف ہونا، خبر نہ ہونا، روگ پیدا ہونا، پروان چڑھنا، قیس، کوہ کن، پودے، پیڑ، پرورش، نگہ داشت، توانا، ٹانٹا، اس قدر پاک جیسے رسوئی کا چوکا، جھاڑنا بُہارنا، ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھنا، نڈھال اور مرجھائے ہوئے،، ویران اور سنسان، سرسبز و شاداب، آپ کاج مہا کاج، مکھیوں کا غضب ناک جھلڑ، سادہ مزاج بھولا بھالا) پر مشتمل فقرات کو سمجھ کر پڑھ سکیں۔

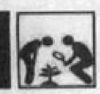

سرگرمی

ا۔ اس خاکے میں مولوی عبدالحق انسانی عظمت جیسے موضوع کو زیر بحث لائے ہیں جس کی نمائندگی ”نام دیو مالی“ کا کردار کر رہا ہے۔ مختلف طلبہ نام دیو کے کردار کو سامنے رکھ کر موضوع کی شناخت کرتے ہوئے اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

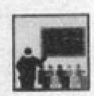

- طلبہ کو خاکہ لکھنے میں مدد کیجیے انھیں بتائیں کہ پہلے شخصیت کا تعارف کروائیں پھر خصوصیات مثلاً عمر، حلیہ وغیرہ بتائیں اس کے بعد مختلف عادات و خصائل بیان کیجیے۔
- مضمون لکھنے کے لیے طلبہ کو انسائیکلو پیڈیا، متعلقہ موضوع پر کتب اور انٹرنیٹ کی مدد سے دیگر حوالہ جاتی مواد تلاش کرنے میں مدد کریں۔

۷ ابتدائی حساب

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کسی علمی، ادبی یا صحافتی موضوع پر اپنے مطالعے، تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں سامعین کے سامنے درست تلفظ اور لب ولہجے کے ساتھ زبانی تقریر کر سکیں۔
- مختلف عبارات کی غرض وغایت اور ساخت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا مناسب اور محتاط موازنہ کر سکیں۔
- دو نثر پاروں کا موازنہ کر سکیں اور مصنف/شاعر کا انداز بیاں سمجھ کر اس پر تبصرہ کر سکیں۔
- مختلف تحاریر پڑھ کر ان میں سے عالمی مسائل کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کے حل کی تجاویز پیش کر سکیں۔
- جملے کی ساخت، بناوٹ، روزمرہ اور محاورے کے لحاظ سے غلط فقرات کی درستی کر سکیں۔
- اپنی جماعت کے معیار کے مطابق روزمرہ، ضرب الامثال اور محاورات میں امتیاز کر سکیں اور ان کے مرکب جملے تحریر کر سکیں۔
- متعلقہ معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف دستاویزی فارم مثلاً: داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلوے رعایت کرایہ فارم، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی بچت فارم، خدمات افادی فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- نئے الفاظ بناتے ہوئے سابقوں اور لاحقوں کا استعمال کر سکیں۔
- علاماتِ اوقاف (سکتہ، وقفہ، رابطہ، تفصیلیہ، ختمہ، سوالیہ/استفہامیہ، فجائیہ) کو پہچان کر تحریری اظہار میں اس کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔

پڑھیں

حساب کے چار بڑے قاعدے ہیں:

جمع، تفریق، ضرب، تقسیم

پہلا قاعدہ: جمع

جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان نہیں
خصوصاً مہنگائی کے دنوں میں
سب کچھ خرچ ہو جاتا ہے
کچھ جمع نہیں ہو پاتا
جمع کا قاعدہ مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہے
عام لوگوں کے لیے ۱+۱=۲ ۱/۱۔۲
کیوں کہ ۲/۱ ا انکم ٹیکس والے لے جاتے ہیں۔

تجارت کے قاعدے سے جمع کریں تو ۱+۱ کا مطلب ہے گیارہ۔
رشوت کے قاعدے سے حاصل جمع اور زیادہ ہو جاتا ہے۔
قاعدہ وہی اچھا جس میں حاصل جمع زیادہ سے زیادہ آئے بشرطیکہ پولیس مانع نہ ہو۔
ایک قاعدہ زبانی جمع خرچ کا ہوتا ہے
یہ ملک کے مسائل حل کرنے کے کام آتا ہے
آزمودہ ہے۔

تفریق

میں سندھی ہوں۔ تو سندھی نہیں ہے
میں بنگالی ہوں، تو بنگالی نہیں ہے
میں مسلمان ہوں، تو مسلمان نہیں ہے
اس کو تفریق پیدا کرنا کہتے ہیں
حساب کا یہ قاعدہ بھی قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے
تفریق کا ایک مطلب ہے، منہا کرنا
یعنی نکالنا ایک عدد میں سے دوسرے عدد کو
بعض عدد از خود نکل جاتے ہیں
بعضوں کو زبردستی نکالنا پڑتا ہے
ڈنڈے مار کر نکالنا پڑتا ہے
فتوے دے کر نکالنا پڑتا ہے

ایک بات یاد رکھیے
جو لوگ زیادہ جمع کر لیتے ہیں
وہی زیادہ تفریق بھی کرتے ہیں
انسانوں اور انسانوں میں
مسلمانوں اور مسلمانوں میں
عام لوگ تفریق کے قاعدے کو پسند نہیں کرتے

کیونکہ حاصل تفریق کچھ نہیں آتا
آدمی ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے

ضرب

تیسرا قاعدہ ضرب کا ہے
ضرب کی کئی قسمیں ہیں
مثلاً ضرب خفیف، ضرب شدید، ضرب کاری وغیرہ
ضرب کی ایک اور تقسیم بھی ہے
پتھر کی ضرب، لاٹھی کی ضرب، بندوق کی ضرب
علامہ اقبال کی ضربِ کلیم ان کے علاوہ ہے
حاصل ضرب کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ ضرب کس چیز سے دی گئی ہے یا لگائی گئی ہے
آدمی کو آدمی سے ضرب دیں تو حاصل ضرب بھی آدمی ہی ہوتا ہے
لیکن ضروری نہیں کہ وہ زندہ ہو
ضرب کے قاعدے سے کوئی سوال حل کرنے سے پہلے تعزیرات پاکستان پڑھ لینی چاہیے۔

تقسیم

یہ حساب کا بڑا ضروری قاعدہ ہے۔ سب سے زیادہ جھگڑے اسی پر ہوتے ہیں۔
تقسیم کا مطلب ہے بانٹنا
اندھوں کا آپس میں ریوڑیاں بانٹنا
بندر کا بلیوں میں روٹی بانٹنا
چوروں کا آپس میں مال بانٹنا

مل بانٹ کر کھانا اچھا ہوتا ہے
دال تک جوتوں میں بانٹ کر کھانی چاہیے
ورنہ قبض کرتی ہے

تقسیم کا طریقہ کچھ مشکل نہیں ہے
حقوق اپنے پاس رکھیے
فرائض دوسروں میں بانٹ دیجیے۔
روپیہ پیسہ اپنے کیسے میں ڈالیے
قناعت کی تلقین دوسروں کو کیجیے۔
آپ کو مکمل پہاڑہ مع گر یاد ہو
تو کسی کو تقسیم کی کانوں کان خبر نہیں ہو سکتی۔ آخر کو ۱۲ کروڑ کی دولت کو ۲۲ خاندانوں نے آپس میں تقسیم کیا ہی ہے؟
کسی کو پتہ چلا؟

سوالات

۱۔ تفریق کے قاعدے سے دودھ میں سے مکھی نکالو۔
۲۔ آدمی ضرب مسلسل کی تاب کہاں تک لا سکتا ہے؟
۳۔ جو اندھے نہیں، وہ بھی ریوڑیاں اپنوں ہی میں کیوں بانٹتے ہیں؟

(اردو کی آخری کتاب)

ابن انشا (۱۹۲۷ء۔۱۹۷۸ء)

ابن انشا کا اصلی نام شیر محمد خان تھا۔ تخلص انشاء تھا لیکن مشہور انشاجی کے نام سے ہوئے۔ ابن انشاء 15 جون 1927ء کو ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ 1942ء میں لدھیانہ ہائی سکول سے درجہ اوّل میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ گھریلو الجھنوں کے باوجود انھوں نے تعلیمی سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیا، چنانچہ 1944ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد انھوں نے 1946ء میں جامعہ پنجاب سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ گریجویشن کرنے کے بعد انشاء جی نے ملٹری اکاؤنٹس کی ملازمت کو خیر باد کہا اور دہلی جا کر امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل میں بھرتی ہو گئے۔ قیام پاکستان کے بعد وہ لاہور آئے اور 1947ء سے 1949ء تک ریڈیو پاکستان لاہور میں کام کرتے رہے۔ جولائی 1949ء میں وہ ریڈیو پاکستان کی ملازمت کے سلسلے میں کراچی منتقل ہو گئے جہاں انھوں نے اُردو کالج کراچی میں داخلہ لیا اور 1953ء میں اُردو زبان و ادب میں ایم اے کیا۔

ابن انشا ایک بلند پایہ کالم نگار، مصنف، مترجم، مزاح نگار اور شاعر تھے۔ ہندی ادب کا انھوں نے گہرا مطالعہ کیا تھا۔ ۱۹۶۵ء میں روزنامہ "انجام" میں "باتیں انشاجی" کے عنوان سے لکھتے رہے۔ مطالعاتی مواد کے امور میں ابن انشا پاکستان میں یونیسکو کے نمائندے تھے۔ سفرناموں، ترجموں اور شاعری پر مبنی تصنیفات اور تالیفات کا ایک وسیع ذخیرہ ابن انشا نے ہمارے ادب میں چھوڑا ہے۔ اُردو سفرناموں کو تحریر کی شگفتگی اور طنز و مزاح سے متعارف کرانے میں ابن انشا کا نمایاں کردار ہے۔ "اردو کی آخری کتاب" طنزیہ و مزاحیہ ادب میں ایک نمایاں تصنیف کی حیثیت کی حامل ہے۔ ۱۱/ جنوری ۱۹۷۸ء کو ابن انشاء لندن میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ابن انشاء کی شاعری میں بڑا درد، سوز اور گداز ہے لیکن اُن کی تصانیف کے نام یہ ہیں۔ "چاند نگر" "اس بستی کے ایک کوچے میں"، (شعری مجموعے)، "بلو کا بستہ" (بچوں کی نظمیں)، "دنیا گول ہے"، "آوارہ گرد کی ڈائری"، "اُردو کی آخری کتاب"، "اُردو کی آخری کتاب" (مزاح)۔ "چلتے ہو تو چین کو چلیے"، "ابن بطوطہ کے تعاقب میں"، (سفرنامے)، "سحر ہونے تک" (ترجمہ روسی ناول)، "انشاء جی کے خطوط"، "نگری نگری پھرا مسافر"۔

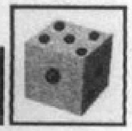

مشق

ا۔ سبق کے مطابق درست جواب کا انتخاب کریں۔

i۔ حساب کا قدیم زمانے سے استعمال ہونے والا قاعدہ ہے:

الف۔ جمع　　ب۔ تقسیم　　ج۔ ضرب　　د۔ تفریق

ii۔ سبق میں سب سے زیادہ کن مسائل کا پوشیدہ طریقے سے ذکر کیا گیا ہے؟

الف۔ معاشرتی　　ب۔ مذہبی　　ج۔ سیاسی　　د۔ عالمی

iii۔ کسی کی کہی ہوئی بات کو انھی الفاظ میں بیان کرنے کو قواعد میں کیا کہتے ہیں؟

الف۔ محاورہ　　ب۔ روزمرہ　　ج۔ مقولہ　　د۔ ضرب المثل

iv۔ درج ذیل میں سے کون سی اصطلاح مجازی معنوں میں استعمال ہوتی ہے؟

الف۔ تشبیہ　　ب۔ کنایہ　　ج۔ روزمرہ　　د۔ محاورہ

v۔ "آسمان سے باتیں کرنا" قواعد کی رو سے کیا ہے؟

الف۔ محاورہ　　ب۔ استعارہ　　ج۔ مقولہ　　د۔ ضرب المثل

۲۔ درج ذیل متن کو پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

حساب کے چار بڑے قاعدے ہیں:
جمع، تفریق، ضرب، تقسیم
پہلا قاعدہ: جمع
جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان نہیں
خصوصاً مہنگائی کے دنوں میں
سب کچھ خرچ ہو جاتا ہے
کچھ جمع نہیں ہو پاتا
جمع کا قاعدہ مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہے
عام لوگوں کے لیے ۱+۱=۱/۲-۱
کیوں کہ ۱/۲ انکم ٹیکس والے لے جاتے ہیں۔
تجارت کے قاعدے سے جمع کریں تو ۱+۱ کا مطلب ہے گیارہ۔
رشوت کے قاعدے سے حاصل جمع اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

سوالات:

الف۔ حساب کے بڑے قاعدے کتنے ہیں؟

ب۔ کن دنوں میں جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان نہیں؟

ج۔ مہنگائی کے دنوں میں جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان کیوں نہیں ہوتا؟

د۔ عام لوگوں کے جمع کا قاعدہ کیا ہے؟

ہ۔ تجارت سے جمع کرنے کا قاعدہ کیا ہے؟

۳۔ "اردو ادب" زندگی میں رونق پیدا کرتا ہے۔ اس موضوع پر درست تلفظ اور لب و لہجے کے ساتھ اپنے طالب علم ساتھیوں کے سامنے زبانی تقریر کریں۔

۴۔ شوکت تھانوی، شفیق الرحمن، پطرس بخاری اور مشتاق احمد یوسفی اردو مزاح نگاری میں روشن ستاروں کی مانند چمکتے ہیں۔ مختلف طلبہ ان میں سے دو دو مزاح نگاروں کی تحریریں پڑھیں اور ان کی تحریروں کی غرض و غایت اور ساخت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ان کا مناسب اور محتاط موازنہ کریں اور مصنفین کا انداز بیان سمجھ کر اس پر تبصرہ کریں۔

۵۔ کسی رسالے، کتاب یا اخبار سے کسی ایسی تحریر کا انتخاب کریں جس میں کسی عالمی مسئلے کا ذکر کیا گیا ہو۔ اُس تحریر کا تراشا کاٹ کر کاپی پر چسپاں کریں اور استاد محترم کی رہ نمائی میں اس عالمی مسئلے کے حل کی تجاویز بھی پیش کریں۔

۶۔ جملے کی ساخت، بناوٹ اور روزمرہ، محاورے کے لحاظ سے درج ذیل غلط فقرات / جملوں کی درستی کریں۔

۔آج کل ہر طرف آپ کی طوطی بولتی ہے۔

۔گائے کے آگے بانسری بجانا

۔یہ منہ اور مونگ کی دال

۔گدھے بیچ کر سونا

۔لال سرخ ہونا

۔ماں اپنے جواں بیٹے کی موت پر بارہ بارہ آنسو روئی۔

۔اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں دانے۔

۔وہ پریشانی میں آسمان ہاتھوں پہ اٹھالیتا ہے۔

۔میری چشم میں درد نہ ہوتی تو میں تمھاری سالگرہ پر ضرور آتی۔

❖ دیے گئے محاورات اور ضرب الامثال کی نشان دہی کریں اور ان کے سادہ اور مرکب جملے بنائیں۔

	محاورہ	ضرب المثل
درہم برہم ہونا		
جس کی لاٹھی اُس کی بھینس		
آنکھیں بچھانا		
غرور کا سر نیچا		
نو دو گیارہ ہونا		
ناک میں دم کرنا		
اُلٹے بانس بریلی کو		
آنکھیں آنا		
آگ بگولہ ہونا		
نو نقد نہ تیرا ادھار		
جس کی لاٹھی اُس کی بھینس		
ہتھیلی پر سو جانا		

❖ درج ذیل سابقوں کی مدد سے کم از کم تین تین نئے الفاظ بنائیں۔

ہم	اَن	خوش	با	گل

❖ درج ذیل لاحقوں کی مدد سے کم از کم تین تین الفاظ بنائیں۔

گیر	دار	نُما	بے	مند

۶۔ اس سبق کے اہم نکات اس طرح لکھیں کہ اس کا خلاصہ تحریر ہو جائے۔

۷۔ رموزِ اوقاف

رموز جمع ہے رمز کی اور اس سے مراد اشارہ یا علامت ہے۔ اوقاف جمع ہے وقف کی اور اس کا مطلب ہے ٹھہراؤ۔ جملوں یا عبارت میں ٹھہراؤ، توقف یا وقف پیدا کرنے کے لیے جو علامات استعمال کی جاتی ہیں انھیں رموزِ اوقاف کہا جاتا ہے اگر عبارت میں یہ علامات درست طریقے سے استعمال نہ کی جائے تو جملے یا عبارت کا مفہوم بھی درست طریقے سے سمجھ میں نہ آ سکے گا۔

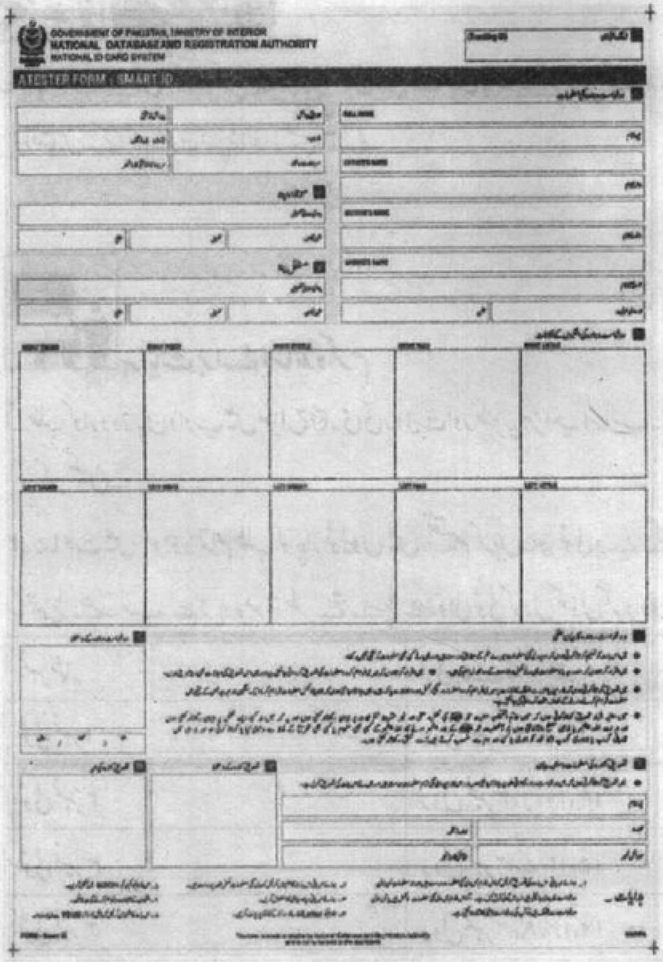
GOVERNMENT OF PAKISTAN, MINISTRY OF INTERIOR
NATIONAL DATABASE AND REGISTRATION AUTHORITY
NATIONAL ID CARD SYSTEM
ATTESTER FORM : SMART ID

i۔ سکتہ (،)

ایک ہی قسم کے دو سے زیادہ کلموں میں مختصر ترین وقف یا ٹھہراؤ کے لیے یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: احمد، اکرم، اصغر اور عدنان بازار گئے۔

لاہور، کراچی، پشاور اور کوئٹہ پاکستان کے بڑے شہر ہیں۔

ii۔ وقفہ (؛)

جب ٹھہراؤ سکتہ سے زیادہ ہو، یا جملے کے لیے اجزا کو ایک دوسرے سے الگ کرنا مقصود ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: جیسا کروگے؛ ویسا بھروگے؛ جو بوؤگے؛ سو کاٹو گے۔

آپ آنا چاہتے ہیں؛ تو آیئے؛ جانا چاہتے ہیں؛ تو تشریف لے جایئے۔

iii۔ رابطہ (:)

جملوں یا عبارت میں ٹھہراؤ علامتِ وقفہ سے زیادہ ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا: تندرستی ہزار نعمت ہے۔

کیا خوب سودا نقد ہے: اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔

iv۔ ختمہ (۔)

جملے کے خاتمے پر یا مخففات کے درمیان یہ علامت لگائی جاتی ہے۔ مثلاً:

آمنہ نے کتاب پڑھ لی۔ مائیکل گھر چلا گیا۔

ایم۔ بی۔ بی۔ ایس، پی۔ ایچ۔ ڈی وغیرہ

v۔ تفصیلیہ (:-)

کسی بات یا نکتے کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: علامہ اقبال نے فرمایا:- بارھویں جماعت کے طلبہ کے نام:-

vi۔ سوالیہ یا استفہامیہ (؟)

اگر جملہ سوالیہ ہو تو اِس کے اختتام پر ختمہ کے بجائے سوالیہ یا استفہامیہ کی علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: آپ کا نام کیا ہے؟

❖ رموزِ اوقاف سے کیا مراد ہے؟ سکتہ، وقفہ، رابطہ کی مثال دے کر وضاحت کریں۔

۸۔ شناختی کارڈ کے فارم کا نمونہ دیا جا رہا ہے۔ نادرا کی ویب سائیٹ سے اس فارم کو ڈاؤن لوڈ کر کے آپ اسے پُر کرنے کی مشق کریں۔

سرگرمی

۱۔ طلبہ کو ٹولیوں میں تقسیم کریں۔ ہر ٹولی سبق میں سے اپنی پسند کا اقتباس منتخب کرے اور اونچی آواز میں تلفظ، لحن اور روانی سے پڑھے۔ دوسری ٹولی اُس اقتباس کے اہم نکات اپنے الفاظ میں بتائے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

۱۔ طلبہ کو اردو زبان و ادب میں مزاح نگاری کی روایت اور طنزیہ مزاحیہ اسالیب سے آگاہ کریں تاکہ طلبہ نثر پاروں کا باہم موازنہ کر سکیں اور ان پر تبصرہ کر سکیں۔

۲۔ جماعت میں موجود تمام طلبہ کو چار ٹولیوں میں تقسیم کریں۔ ہر ٹولی دیے گئے جدول کے مطابق متعلقہ متن دوبارہ تلفظ، لب و لہجے اور تاثر کے ساتھ پڑھے۔ سب سے زیادہ موثر طریقے سے پڑھنے والی ٹولی کو دل کھول کر داد دیں۔

نمبر شمار	ٹولی بنانے کا طریقہ	متن کا حصہ
ٹولی نمبر ۱	رول نمبر ۱، ۵، ۹، ۱۳	جمع کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۲	رول نمبر ۲، ۶، ۱۰، ۱۴	تفریق کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۳	رول نمبر ۳، ۷، ۱۱، ۱۵	ضرب کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۴	رول نمبر ۴، ۸، ۱۲، ۱۶	تقسیم کا قاعدہ

• جماعت میں موجود تمام طلبہ کو چار ٹولیوں میں تقسیم کریں۔ ہر ٹولی دیے گئے جدول کے مطابق متعلقہ متن دوبارہ تلفظ، لب و لہجے اور تاثر کے ساتھ پڑھے۔ سب سے زیادہ موثر طریقے سے پڑھنے والی ٹولی کو دل کھول کر داد دیں۔

نمبر شمار	ٹولی بنانے کا طریقہ	متن کا حصہ
ٹولی نمبر ۱	رول نمبر ۱، ۵، ۹، ۱۳	جمع کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۲	رول نمبر ۲، ۶، ۱۰، ۱۴	تفریق کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۳	رول نمبر ۳، ۷، ۱۱، ۱۵	ضرب کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۴	رول نمبر ۴، ۸، ۱۲، ۱۶	تقسیم کا قاعدہ

۸ لڑی میں پروئے ہوئے منظر

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات کے جوابات دے سکیں۔
- عبارت کو اس کے اسلوب اور بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے خاص مقاصد کے لیے پڑھ سکیں۔
- مختلف تحاریر پڑھ کر ان کے مقاصد کی ترجمانی کر سکیں۔
- مختلف مقاصد کے لیے مرتب کردہ دفتری مواد (دعوت نامے، تہنیت نامے وغیرہ) کے متن کو پڑھ کر ان کے مقاصد و تحریر کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔
- مختلف تحاریر (روداد، مضامین، سفر نامہ، خطوط، اداریے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) پڑھ کر ان میں عالمی مسائل کی نشان دہی کر کے ان کے حل کی تجاویز پیش کر سکیں۔
- رسمی و غیر رسمی خطوط کی تحریری یا برقی (ای میل کے لیے) تشکیل کر سکیں۔
- آپ بیتی، سفرنامے، معلوماتی رپورٹ اور یادداشت کے درمیان فرق کو سمجھتے ہوئے ان کی تحریر یا تخلیق کر سکیں۔
- کسی بھی رسمی و غیر رسمی (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ وغیرہ) کی جزئیات کو سمجھتے ہوئے اس پر تنقید و تبصرہ کر سکیں۔

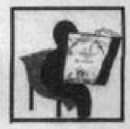

پڑھیں

عجیب سڑک ہے یہ جرنیلی سڑک بھی۔

آپ اس پر چلیں اور شعور کی آنکھیں کھلی رکھیں تو جتنے اور جیسے منظر اس راہ میں آتے ہیں، شاید ہی کہیں آتے ہوں۔

آپ چلتے جاتے ہیں اور ایک نہایت آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ آپ کے ہم راہ چلتی ہے۔ کہیں حیرت آپ کے قدم سے قدم ملا کر چلنے لگتی ہے اور کہیں عبرت، منظر بدلتے جاتے ہیں مگر وہ لڑی نہیں بدلتی جس میں وہ سارے کے سارے پروئے ہوئے ہیں۔

میں پشاور سے چلا تو بالا حصار کے نیچے ایک پتھر لگا ہوا نظر آیا۔ اُس پر بڑے بڑے حرفوں میں شاہراہِ پاکستان لکھا تھا اور کسی وزیر کا نام لکھا تھا جس نے کبھی وہ پتھر وہاں لگایا ہوگا۔ کیسا دل چسپ اتفاق ہے۔ سڑک اور وزیر دونوں آنی جانی چیزیں ہیں۔

وادیٔ پشاور اب بھی بہت سرسبز نظر آرہی تھی۔ جن زمینوں کو آتے جاتے لشکروں نے بار بار روندا ہوگا وہ اب تک ہری بھری تھیں۔ کبھی ریلوے لائن سڑک کے قریب آجاتی تھی۔ کبھی بجلی کے بڑے بڑے کھمبے اور موٹے موٹے تار ساتھ ساتھ دوڑنے لگتے تھے۔ بستیاں آتی تھیں اور گزر جاتی تھیں۔ رمضان کا مہینہ تھا، اُن کے چائے خانے بند پڑے تھے۔ اس تمازت کے عالم میں کہیں سے اچانک دریائے کابل آگیا۔ یہ نوشہرہ کے قریب آ جانے کی پہچان تھی۔

یہ شہر شاید اکبر نے آباد کیا تھا۔ کبھی یہاں دریا کے دائیں کنارے پر نوشہرہ خُورد اور بائیں کنارے پر نوشہرہ کلاں، یہ دو گاؤں تھے۔ ایک سرائے بھی تھی جس میں جہانگیر ٹھہرا تھا۔ ایک قلعہ بھی تھا مگر تمام سرائیں اور تمام قلعے گزرتے قافلوں کی گرد میں مل کر خود بھی گرد ہو جایا کرتے ہیں۔

اب ہم دریا در دریا چل رہے تھے۔ جہاں تک نگاہ جاتی تھی وہاں تک زمین تھی، اس کے آگے بھی زمین تھی اور ان ہی زمینوں میں وہ چھوٹا سا گاؤں، لاہور، آج بھی آباد تھا جس میں سنسکرت قواعد کا سب سے بڑا عالم پانینی پیدا ہوا تھا۔

کچھ اور آگے ایک اور گاؤں ہنڈ تھا اس مشینی دور میں یہ جاننے کی فرصت کسے ہے کہ یہی ہنڈ کبھی گندھارا کا پایہ تخت تھا۔ یہیں آکر سکندر نے سندھ پار کیا اور چنگیز خاں یہیں سے دریا کا پاٹ دیکھ کر واپس چلا گیا تھا۔ یہیں محمود غزنوی نے پنجاب کے راجا جے پال کو شکست دی تھی۔ اسی کو مورخوں نے ہندوستان کا دروازہ کہا تھا۔ مگر اب یہ سندھ کے کنارے ایک گم نام سا گاؤں ہے جس کا ماضی تاریخ کی دھندلی چادر اوڑھ کر کبھی کا سو چکا تھا۔

اچانک خیر آباد آگیا۔

سامنے دریائے سندھ شاہانہ انداز میں بہا چلا جارہا تھا جس کے دوسرے کنارے پر عظیم الشان قلعہ اٹک تھا، اکبر اعظم کا اٹک بنارس، چار صدیوں کا عینی شاہد، کتنے ہی زمانوں کا چشم دید گواہ۔ اٹک کے قلعے میں اب فوج رہتی ہے اس لیے عام لوگوں کو اندر جانے کی اجازت نہیں، بہت سوچتا ہوں کہ اندر سے یہ قلعہ کیسا ہوگا۔ یہ بات خدا کے بعد شاید فوجیوں اور سیاسی قیدیوں کو معلوم ہوگی۔ اوّل الذکر سے دعا کرتا ہوں کہ قلعے کو اندر سے دیکھوں مگر آخر الذکر کا حال سنتا ہوں تو اپنی دعا واپس لے لیتا ہوں۔

یہاں ہماری گاڑی نے نئے پُل کے راستے دریا پار کیا۔ انگریزوں کا بنایا ہوا لوہے کا پُل سامنے نظر آتا رہا۔ کبھی سارا ٹریفک اُس مضبوط پُل کے اوپر چلا کرتا تھا اور یُوں محسوس ہوتا تھا کہ گاڑی لوہے کے جنگل سے گزر رہی ہے۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ انگریز چلتے وقت بتا گئے تھے کہ ان کے تمام پلوں کی عمر پورے ایک سو برس ہوگی، اس کے بعد نئے پُل بنانا۔ جس روز میں اٹک پہنچا یہ پُل ایک سو دو سال پرانا ہو چکا تھا۔ موٹر گاڑیاں نئے پُل پر چلتی ہیں۔ ریل گاڑیاں اب بھی دعائیں دم کر کے اُسی بوڑھے پُل پر سے گزاری جاتی ہیں۔

کہتے ہیں کہ اٹک کا یہ نام اکبر بادشاہ نے رکھا تھا۔ نام رکھنے کا اُسے بڑا شوق تھا۔ کسی جگہ کا خوبصورت منظر دیکھ کر اس کے منہ سے بے ساختہ ''واہ'' نکلی۔ اُس مقام کا نام واہ رکھ دیا گیا۔ پھر چلتے چلتے اُس کا قافلہ دریائے سندھ کے کنارے پہنچ کر اٹک گیا، وہ جگہ اٹک کہلائی، پھر قافلہ خیر سے پار اتر گیا وہ مقام خیر آباد کہلایا۔

اس کی ایک کہانی اور بھی ہے۔ اکبر نے اپنے پیش رو شیر شاہ سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ بہت سے کام جو اکبر نے کیے ان کی بنیاد شیر شاہ رکھ گیا تھا۔ شیر شاہ کی مملکت بہار سے پنجاب تک پھیل گئی تھی۔ اس کے ایک سرے پر بہار میں قلعہ رہتاس تھا۔ اس کے دوسرے سرے پر پنجاب میں گکھڑوں کی سرزمین پر شیر شاہ نے دوسرا قلعہ بنوایا تو اس کا نام بھی رہتاس رکھا۔ بالکل اسی طرح اکبر کی مملکت کے ایک کنارے پر کٹک تھا، دوسرے کنارے کا نام اس نے اٹک رکھا۔ یہاں کشتیاں چلانے اور دریا پار کرانے کے لیے اکبر بنارس سے ملاح لایا اور اس خیال سے کہ وہ اب اسی جگہ کو وطن سمجھیں، اس چھوٹے سے شہر کو اٹک بنارس کا نام دے دیا گیا۔ ملاحوں کی گزر بسر کے لیے جاگیر اور رہنے کے لیے شہر میں ایک محلہ دیا گیا جو ملاحی ٹولہ کہلاتا ہے اور جہاں پرانے ملاّحوں کی آل اولاد اب تک آباد ہے۔

اس کے پاس جہانگیر کے زمانے کی سرائے ہے۔ بہت بڑا احاطہ ہے جس کے گرد مسافروں کے لیے سینکڑوں کمرے ہیں۔ اس کے بعد کلکتے تک اتنی اچھی حالت میں کوئی سرائے نظر نہیں آئی۔

خود قلعے کا قصہ یہ ہے کہ مغلوں سے اسے کابل والوں نے چھینا، کابل والوں سے اسے سکھوں نے چھینا، انگریزوں نے سکھوں سے چھینا، سکھوں نے دوبارہ انگریزوں سے چھینا، انگریزوں نے دوبارہ سکھوں سے چھینا۔ اس چھینا جھپٹی کے باوجود یہ قلعہ آج تک کھڑا ہے اور جو اس سے بھی زیادہ مستعدی سے کھڑا ہے وہ دریا پار پنجاب کے علاقے میں داخل ہونے والی گاڑیوں کی تلاشی لینے والا کسٹم اور ایکسائز کا عملہ ہے۔

ہمیں یاد ہے کسی زمانے میں جب ہم جیسے چھوٹے لوگ لنڈی کوتل سے غیر ملکی کپڑا، بلیڈ، صابن اور سگریٹیں لے کر لوٹتے تھے تو اس جگہ تلاشی میں پکڑے جاتے تھے۔ اس زمانے میں بڑے لوگ اللہ جانے کیا کیا لے کر لوٹتے ہیں اور اس جگہ سے صاف نکل جاتے ہیں جیسیں آج بھی چھوٹے

ہی لوگوں کی ٹٹولی جاتی ہیں۔

راستے میں حسن ابدال کا پڑاؤ تھا۔ کبھی یہ شہر اتنا دلکش رہا ہو گا کہ مغل مورخ لکھتے ہیں کہ لاہور سے کابل جانے والی شاہراہ پر یہ حسین ترین منزل ہے مگر آج کے حسن ابدال میں جھرنوں کے شور اور چڑیوں کی چہکار سے زیادہ جو چیز گونجتی ہے وہ سڑک کی دونوں طرف ہوٹلوں کے لاؤڈ سپیکر ہیں جن پر دن رات فلمی گانے بجا کرتے ہیں۔ ہوٹلوں کے مالکوں کا خیال ہے کہ جس کے لاؤڈ اسپیکر کی آواز زیادہ اونچی ہو گی اس کے ہاں گاہک بھی زیادہ آئیں گے۔ اُس روز رمضان کی وجہ سے گانا بجانا بند تھا، شیطان کی طرح! اس میں شک نہیں کہ حسن ابدال رونق کی اور عبرت کی جا ہے۔ دونوں طرف انگریزوں کے زمانے کے اونچے اونچے درخت، دُور تک سبزہ، نالیوں میں بہتا ہوا چشمے کا شفاف پانی، اِدھر اُدھر پرانی عمارتیں اور مسجدیں، ایک طرف سکھوں کا مشہور گوردوارا پنجہ صاحب، دوسری طرف باباولی قندھاری کی چلہ گاہ۔ کشمیر کی طرف مڑ جانے والی سڑک پر کسی مغل بی بی کی قبر۔ کوئی کہتا ہے کہ اکبر کی بیٹی لالہ رخ تھی وہ یہاں عالم شباب میں مر گئی تھی۔ بعد میں طامس مور نے اپنی ایک نظم میں اسے زندہ کر دیا۔

یہیں قلعہ اٹک کے معمار خواجہ شمس الدین خوافی کا مقبرہ ہے جو اس نے اپنی زندگی میں تعمیر کرایا تھا مگر وہ کہیں دُور مرا اور یہاں دفن ہونا نصیب نہ ہوا۔ اس کے برعکس اکبر کے چہیتے مصاحب اور محرم راز حکیم ہمام نے کہیں دُور وفات پائی لیکن بادشاہ کے حکم پر اس کی میت حسن ابدال لے جا کر اس کے بھائی حکیم ابوالفتح گیلانی کے پہلو میں دفن کی گئی۔ حسن ابدال کے قریب اُس مغل باغ کے آثار اب بھی موجود ہیں جس کے تالاب سے جہانگیر نے مچھلیاں پکڑی تھیں اور ان کی ناک میں موتی پرو کر پھر پانی میں چھوڑ دیا تھا۔

یہیں وہ بڑی سی چٹان ہے جس کے بارے میں سکھوں کا عقیدہ ہے کہ اسے باباولی قندھاری نے پہاڑی کے اوپر سے لڑھکا دیا تھا اور نیچے بابا گرونانک نے چٹان کو اپنے ایک پنجے پر روک لیا تھا۔ چٹان پر نانک کے پنجے کا نشان بن گیا تھا جو آج تک موجود ہے۔

تاریخ کا حساب کتاب رکھنے والے کہتے ہیں کہ جب گرونانک پشاور جاتے ہوئے حسن ابدال آئے تھے، باباولی قندھاری اُس سے بہت پہلے نہ صرف حسن ابدال سے بلکہ اس عالم فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ پانچ انگلیوں کا یہ نشان حسن ابدال والوں نے تراشا تھا۔

حسن ابدال سے آگے بڑھیں تو واہ چھاؤنی ہے۔ وہاں مغلوں کے دور کی بہت بڑی باولی ابھی تک اچھی حالت میں موجود ہے۔ کسی زمانے میں لوگ، اُن کے مویشی اور ہاتھی گھوڑے باؤلی کی سینکڑوں سیڑھیاں اتر کر سیراب ہوا کرتے تھے۔ اب لوگ یہ مشقت نہیں کرتے بلکہ پمپ کے ذریعہ پانی کھینچ لیتے ہیں۔

واہ سے آگے سرائے کالا ہے۔ جی ٹی روڈ پر یہ چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں کالے پتھر کی کونڈیاں فروخت ہوتی ہیں۔ ان کے باہر کے کناروں پر بیل بوٹے کھود کر ان میں رنگ بھر دیا جاتا ہے اور پھر اوپر تلے چن کر ان ہانڈیوں کے مینار سے کھڑے کر دیے جاتے ہیں۔ یہی سرائے کالا کی پہچان ہے۔

ظاہر ہے کہ کبھی اس جگہ مسافروں کے لیے سرائے رہی ہو گی۔ جہانگیر نے بھی یہاں پڑاؤ ڈالا تھا۔ اُس وقت اِس جگہ کا نام کالا پانی تھا۔

جہاں یہ سرائے کالا ہے وہاں سے صرف چند کلو میٹر دور ٹیکسلا کے کھنڈر ہیں۔ وہی ٹیکسلا جو ہندوستان کے تاج میں ایسے نگینے کی طرح جڑا تھا جس سے پھوٹ کر گیان دھیان کی کرنیں ایک عالم کو منور کیا کرتی تھیں۔ وہ شہر اب یہیں آنکھیں موندے سو رہا ہے۔

سرائے کالا سے چار میل آگے مرگلہ کی پہاڑی دیوار بن کر کھڑی ہے۔ پہاڑی میں ایک کٹاؤ ہے لیکن اُس دن میں سوچنے لگا کہ اس پچیس تیس ہاتھ چوڑے پہاڑی شگاف کے راستے سے ہزاروں برسوں کے دوران ان گنت قبیلے، قافلے اور لاؤ لشکر گزرے ہوں گے۔ چین، افغانستان، وسطی ایشیا، ایران اور ایشائے کوچک سے چاہے ایک تنہا مسافر آیا ہو چاہے ایک لشکر جرار، وہ سب مرگلا کے اس کٹاؤ پر چڑھے ہوں گے اور اوپر پہنچ کر انھوں نے دوسری طرف کا نظارہ کیا ہو گا تو تاحدِ نگاہ ہندوستان ہی ہندوستان دکھائی دیا ہو گا۔ مرگلہ کا یہ تاریخی کٹاؤ ابھی موجود ہے جسے دیکھنا ہو فوراً جا کر دیکھ لے کیوں کہ پہاڑی پتھر کاٹ کاٹ کر فروخت کرنے والے بیوپاریوں کی جدید مشینیں اس پہاڑی پر اس طرح ٹوٹی پڑ رہی ہیں جیسے قند کی ڈلی پر بھوکی چیونٹیاں۔

بعد میں جب انگریزوں نے گرینڈ ٹرنک روڈ کی تعمیر شروع کی تو انجینئروں نے اس کٹاؤ سے ہٹ کر پہاڑی میں گہرا درہ کاٹ دیا۔ اس سے آنا جانا آسان ہو گیا۔ البتہ بلندی پر اس سڑک کے آثار ابھی موجود ہیں جو غالباً اکبر نے بنائی تھی تاکہ کابل پر حملے کے لیے یہاں بھاری توپیں آسانی سے چڑھائی جا سکیں۔ اس درے کے اوپر پہاڑی کی چوٹی پر نکلسن کی لاٹ میلوں دور سے نظر آنے لگتی ہے۔

یہ اُسی نکلسن کی یادگار ہے جسے سرکش پٹھانوں کے علاقے کا منتظم بنا کر بھیجا گیا تھا اور کہتے ہیں وہ پٹھانوں میں نہ صرف گھل مل گیا تھا بلکہ ایسی کرامات، دکھانے لگا تھا کہ بنوں اور کوہاٹ والے اسے گورا پیر ماننے لگے تھے۔

مگر پھر اس کا بلاوہ آ گیا۔ ۱۸۵۷ء میں جس برطانوی فوج نے دہلی کا محاصرہ توڑا اس میں نکلسن آگے آگے تھا۔ لاٹ کے نیچے لگی ہوئی تختی پر لکھا ہے کہ اس چڑھائی میں وہ زخمی ہوا اور آٹھ دن بعد چل بسا۔

اُس پرانی تختی کے نیچے اب ایک نئی تختی لگی ہے جس پر لکھا ہے:

''نکلسن کو ۱۸۵۷ء میں دہلی میں مجاہد آزادی، کالے خان نے مارا تھا۔''

کسے خبر تھی کہ گورا پیر کالے خان کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

چھوٹے بچے جو تمام عالم سے بے خبر، تمام زمانے سے بے نیاز آج بھی ہاتھوں میں ہاتھ دیے اپنے کھیل میں مگن تھے۔ میں نے دعا مانگی کہ یہ ہاتھ کبھی نہ چھوٹیں، ہمسائیگی کے یہ رشتے کبھی نہ ٹوٹیں۔ یہ گلیاں یوں ہی آباد اور ان میں کھیلتے ہوئے بچے یوں ہی شاد رہیں۔

(جرنیلی سڑک)

رضا علی عابدی

رضا علی عابدی نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں صحافت اور براڈ کاسٹنگ میں خوب نام کمایا۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں انھیں وطنِ عزیز کے طول و عرض کے اسفار کرنے پڑتے۔ انھی سفری ڈاکیو منٹریز کو انھوں نے سپردِ قلم کیا اور یوں ''جرنیلی سڑک'' کے نام سے ایک خوب صورت دل چسپ اور معلوماتی تصنیف وجود میں آ گئی۔ رضا علی عابدی نے برصغیر کی معروف تاریخی شاہراہ؛ جی ٹی روڈ اور دریائے سندھ کے کنارے کیے گئے اسفار کو روداد کی صورت میں پیش کیا۔ اس دوران وہ اپنے زورِ قلم سے قاری کو زمانۂ ماضی کی سیر کراتے ہوئے زمانہ حال تک کمال مہارت سے سیر و تفریح کراتے ہیں اور وطن عزیز کے مختلف خطوں، حصوں، علاقوں، شہروں اور قصبوں کی تاریخی، ثقافتی، علمی ادبی، مذہبی پس منظر سے آگاہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ سفر کی رُوداد لکھتے ہوئے وہ ایک ''داستان گو'' کا روپ دھار لیتے ہیں جو اپنے مخاطب یعنی قاری کو ہمہ وقت اپنی طرف متوجہ رکھتا ہے۔ رضا علی عابدی نے ''جرنیلی سڑک'' میں نہایت سادہ، رواں اور سلیس انداز اختیار کیا ہے۔ اس سے قاری اُن کی تحریر اور جملہ سازی سے لطف اندوز ضرور ہوتا ہے لیکن اسلوب کے شکوہ میں گم نہیں ہوتا اور خود کو مصنف کے ساتھ ساتھ سفر کرتا محسوس ہوتا ہے۔

رضا علی عابدی نے تہذیبی و ثقافتی موضوعات پر متعدد مضامین لکھنے کے ساتھ فنِ افسانہ نگاری میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں اُردو کا حال، تیس سال بعد، جانے پہچانے، چوری چوری، چہکے چہکے، شیر دریا، قاضی کا اچار، کمال کے آدمی چھپا، میری امی، چھ ہزار سنگ میل، کتابیں اپنے آبا کی، ہمارے کتب خانے قابلِ ذکر ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے بھی انھوں نے خصوصی طور پر قلم اٹھایا ہے۔ اس سلسلے میں دلچسپ مضامین اور کہانیاں بھی تحریر کی ہیں۔

رضا علی عابدی ۳۰/دسمبر ۱۹۳۵ء کو بھارت کے علاقے اترا کھنڈ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کی اور پاکستان کے شہر کراچی کو اپنا مسکن بنایا۔ آغاز میں روزنامہ ''حریت'' کے ساتھ منسلک ہو کر اپنی صحافیانہ زندگی کا باضابطہ باقاعدہ آغاز کیا۔ کل تیس کتابیں تصنیف کیں جن میں نصف کے قریب تصانیف کے مخاطب بچے ہیں۔ ۶/نومبر ۲۰۱۳ء کو اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور نے انھیں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری بھی عطا کی۔ روزگار کے سلسلہ میں انگلستان کے عالمی نشریاتی ادارے بی بی سی کے ساتھ وابستہ ہو کر لندن چلے گئے اور ۱۹۷۲ء سے ۲۰۰۸ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اپنے ریڈیائی دستاویزی پروگراموں کی وجہ سے انھوں نے خاصی شہرت پائی اور انھی دستاویزی پروگراموں کو بعد میں کتابی شکل دے کر شائع کروا دیا۔ آپ کو اردو، سندھی، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

مشق

ا۔ سبق "لڑی میں پروئے ہوئے منظر" کی سفری روداد پڑھیں۔ اس میں مصنف نے ایک بڑی سڑک کے کنارے واقع مختلف شہروں کی معلومات کو اپنے اسلوب اور بیان کے ساتھ دلچسپ بنا کر لکھا ہے۔ آپ اس تحریر کی مانند اپنے کسی پسندیدہ علاقے کی تفصیلات کی تفہیم، تجزیہ اور موازنہ کرتے ہوئے انھیں اس انداز میں اپنے ساتھی طلبہ کے سامنے بیان کریں کہ ان مقاصد کی ترجمانی ہو سکے۔

۲۔ آپ کے سکول میں مختلف تقاریب کا انعقاد کیا جاتا ہے یا مخصوص قومی دنوں مثلاً یوم آزادی، یوم پاکستان، یوم دفاع کے حوالے سے ملکی سطح پر معتبر شخصیات کو دعوت نامے یا تہنیت نامے ارسال کیے جاتے ہیں۔ سکول کی متعلقہ فائلوں میں مرتب شدہ یہ دعوے نامے، تہنیت نامے حاصل کریں اور ان کے متن کو بہ غور پڑھ کر ان کے مقاصد و تحریر کی اہمیت سے واقفیت حاصل کریں۔

دعوت نامہ

دعوت نامہ کسی موقع کی مناسبت سے تیار کیا جاتا ہے مثلاً اسکول کا کوئی پروگرام، گھریلو پروگرام، سالگرہ، شادی، کانفرنس، سیمینار، مشاعرے وغیرہ کے لیے دعوت نامے میں پروگرام میں شرکت کے لیے کسی کو مدعو کیا جاتا ہے۔

دعوت نامے میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

ا۔ تقریب کا مناسب عنوان، کب؟ کہاں؟ کس لیے؟

۲۔ مدعو افراد کے نام، عہدے

۳۔ تقریب کی جھلکیاں۔

۴۔ شرکت کی درخواست۔

۵۔ دعوت دینے والے کا نام اور عہدہ وغیرہ

دعوت نامہ

اسلام آباد ماڈل کالج برائے طالبات اسلام آباد

محترم جناب۔۔السلام علیکم

الحمد للہ! کالج ہذا کے شعبہ اُردو کی "بزم ادب" کی جانب سے "اُردو ہے جس کا نام" کے عنوان سے ایک مباحثے کی تقریب کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ جس کی صدارت ڈائریکٹر تعلیمات جناب کامران مجید کریں گے۔ پروگرام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مورخہ: 25 جنوری 2024ء۔ بروز جمعرات، بوقت: 10:00 بجے صبح

بمقام: کالج آڈیٹوریم

آپ سے گزارش ہے کہ اپنے ادارے سے ایک طالب علم مباحثے میں شرکت کے لیے نہ صرف بھیجیں بلکہ خود بھی تشریف لائیں۔

منجانب: پروفیسر اسلم قریشی

(انچارج بزم ادب)

۳۔ سبق ''لڑی میں پروئے ہوئے منظر'' کو آپ نے پڑھا جس میں ایک عظیم شاہ راہ اور اُس کی تعمیر کی اہمیت و افادیت بیان کی گئی ہے۔ استاد محترم/استانی صاحبہ کی رہنمائی میں وسط ایشیائی ممالک کی تجارت کے مسائل اور بحیرہ عرب تک رسائی کے حوالے سے مختلف اخبارات سے مواد اکٹھا کریں۔ اس تناظر میں عالمی مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے اُن کے حل کی تجاویز پیش کریں۔

۴۔ اپنے استاد محترم/استانی صاحبہ کی رہ نمائی میں اس کتاب کے مندرجات کے حوالے سے ایک برقی مکتوب (ای میل) تشکیل دیں اور اُسے اس کے پبلشر زیعنی نیشنل بک فاؤنڈیشن کے ای میل ایڈریس پر بھجوائیں۔

۵۔ سفر نامہ، رُوداد (معلوماتی رپورٹ)، آپ بیتی اور یادداشت میں فرق۔

i۔ سفر نامہ:

سفر نامہ نگاری اردو ادب میں ایک جدید صنف کی حیثیت سے اپنی شناخت بنا چکی ہے۔ سفری مشاہدات، تجربات اور وہاں کی تہذیب، تاریخ، معاشرتی زندگی اور دیگر اقدار کی بنیاد پر مرتب کردہ روداد سفر نامہ نگاری کہلاتی ہے۔ سفر نامہ نگاری دنیا کے ہر ادب کی ایک اہم صنف رہی ہے۔ جب کوئی سفر کے لیے اندرونِ ملک یا بیرونِ ملک نکلتا ہے تو وہ اپنے سفر کے تمام حالات و واقعات کو قلم بند کرے تو ایسی تحریر کو سفر نامہ کہتے ہیں۔ سفر نامہ کسی علاقے، خطے یا ملک کی تاریخ، جغرافیہ، تہذیب و تمدن اور معاشی و معاشرتی حالات کی عکاسی کرتا ہے۔ یعنی سفر نامہ نگار ایک اجنبی سیر کے دوران تحیر اور تجسس کی جس کیفیت سے گزرتا ہے اسے افسانوی رنگ دے کر دلچسپ اور معلومات افزا بنا کر قاری تک پہنچ جاتا ہے۔

اردو ادب میں یہ صنف دورِ جدید میں ترقی یافتہ شکل میں ابھر کر سامنے آئی ہے۔ اُردو زبان کا پہلا سفر نامہ نگار یوسف کمبل پوش ہے۔

ii۔ رُوداد:

کسی تقریب، اجلاس، مشاعرے یا حادثے کی صورت حال اور کیفیت یعنی جو کچھ وہاں پیش آیا، اسے قلم بند کرنا روداد کہلاتا ہے۔ ''روداد'' فارسی زبان کا لفظ ہے جسے انگریزی میں Reporting کہتے ہیں۔ میٹرک کے طلبہ و طالبات کو جس روداد نگاری سے آگاہی دینا مقصود ہے وہ کالج میں منعقد ہونے والے کسی مباحثے، مشاعرے، مذاکرے یا جلسے کی کارروائی کو تحریر کرنا ہے۔ رُوداد میں کارروائی کو اپنے مشاہدے کی بنیاد پر انتہائی اختصار کے ساتھ جامع انداز میں پیش کرنا ہوتا ہے۔

iii۔ اداریہ:

اداریہ (editorial) ایک ایسے مضمون کو کہتے ہیں جو اخبار یا رسالے کے ادارتی عملے کے کسی تجربہ کار، کارکن یا ناشر کا تحریر کردہ ہو۔ اکثر اداریوں میں حالات حاضرہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ مختلف واقعات کا مربوط تجزیہ کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات اداریوں کو مختلف مسائل اور حالات و اقعات کے حوالے سے کسی اخبار یا رسالے کی ذاتی رائے یا پالیسی بھی کہا جا سکتا ہے۔

اداریہ

بدھ 2 رجب المرجب 1445ھ 13 جنوری 2024ء

آئی ایم ایف سے معاہدہ

iv۔ رپورٹ:

تحریر کے ذریعے پیش آنے والے واقعات، حادثات کو علمی، ادبی اور فنی خوبیوں کے ساتھ پیش کرنا رپورتاژ کہلاتا ہے۔ گویا حقائق کو مسخ کیے بغیر ادبی اور فنی خوبیوں کے ساتھ چشم دید واقعات اور حالات پر مبنی تحریر کو رپورتاژ کہتے ہیں۔

v۔ خبریں

مقامی، ملکی اور عالمی سطح پر رونما ہونے والے حالات و واقعات اور حادثات، کھیل، فنون لطیفہ اور دیگر سماجی، ثقافتی، سیاسی جیسی سرگرمیوں کو نمایاں کرکے خبر کی صورت میں پیش کرنے کو نیوز سٹوری کہتے ہیں۔ نیوز سٹوری میں متعلقہ خبر کی تفصیلات اور تصاویر بھی پیش کی جاتی ہیں۔

❖ "پاکستان میں تعلیم کا گرتا ہوا معیار" کے موضوع پر اپنے شہر کے قریبی تعلیمی اداروں کے طلبا و طالبات سے آرا اکٹھی کریں اور ان سے ایک نیوز سٹوری، آرٹیکل یا فیچر ترتیب دے کر اخبار میں اشاعت کے لیے ارسال کریں۔ جہاں کہیں مشکل در پیش آئے اپنے استاد محترم/استانی صاحبہ سے رہ نمائی لیں۔

❖ سفر نامہ ایک غیر افسانوی صنفِ ادب ہے۔ سبق "لڑی میں پروئے ہوئے منظر" کو اس کے اسلوب اور بیان کو پیش نظر رکھ کر تفہیم، تجزیہ، موازنہ وغیرہ کے خاص مقاصد کے تحت پڑھیں۔ کسی تفریحی سفر کا احوال یا اسکول میں ہونے والی یوم آزادی کی تقریب کی رُوداد بھی لکھیں۔

سرگرمیاں

ا۔ اخبارات، رسائل اور کتابوں میں تقریبات اور واقعات کی روداد کا بھی مطالعہ کریں۔ آپ اپنے دوستوں کے ساتھ کسی تاریخی یا پُر فضا مقام کی سیر کا پروگرام بنائیں۔ سفر سے واپسی پر اپنے استاد کی نگرانی میں اس تفریحی سفر کی رُوداد لکھیں اور اشاعت کے لیے کسی مقامی اخبار میں بھیجیں۔

۲۔ اپنی پسند کے کسی مقامی اُردو اخبار میں سے کوئی رسمی و غیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ) وغیرہ غور سے پڑھیں، اس کی جزئیات کو سمجھیں اور اپنے ساتھی طلبہ کے ساتھ مختلف زاویوں، پہلوؤں سے اس پر تنقید و تبصرہ کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو سفر نامہ، یادداشت، رُوداد نگاری، رپورتاژ کے حوالے سے تفصیل کے ساتھ اردو میں سفر نامہ نگاری سے روشناس کرائیں۔ مندرجہ ذیل اسلوب کے تحت لکھے گئے سفر ناموں کی ایک ایک تصنیف بھی طلبہ کو مطالعہ کے لیے تجویز کریں۔

ا۔ شمالی علاقہ جات

۲۔ مذہبی مقامات

۳۔ طنز و مزاح کے حامل سفر نامے

۹ اپنی مدد آپ

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- عمدہ سامع کے طور پر الفاظ، جملوں، مصرعوں، شعروں، نظموں، گیتوں وغیرہ کے تلفظ، آہنگ، لحن، لے اور ادائی سے شعوری طور پر لطف اٹھا سکیں۔
- کلام/بات کو درمیان سے سن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتا سکیں۔
- اپنی گفتگو میں جذبے اور تاثر کے حوالے سے شدت اور لہجے کے زیر و بم کا لحاظ رکھ کر ڈرامائی کیفیات ادا کر سکیں۔
- مختلف منظوم/منثور اصناف ادب پڑھ کر مصنفین کے طرز تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- منتخب اقتباس کی تلخیص نویسی کر سکیں۔
- اپنی جماعت کے معیار کے مطابق روز مرہ، ضرب الامثال اور محاورات کا استعمال کرتے ہوئے سادہ اور مرکب جملے تحریر کر سکیں۔
- ذرائع ابلاغ سے خبروں، ڈراموں اور فیچروں میں اٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سن کر اہم نکات مع تبصرہ و تشریح بیان کر سکیں۔
- عبارت میں اسم، فعل اور حرف کی پہچان اور نشان دہی کر سکیں۔

پڑھیں

خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ مقولہ ہے۔ اس چھوٹے سے فقرے میں انسانوں کا اور قوموں کا اور نسلوں کا تجربہ جمع ہے۔ ایک شخص میں اپنی مدد کرنے کا جوش اس کی سچی ترقی کی بنیاد ہے اور جب یہ جوش بہت سے شخصوں میں پایا جاوے تو وہ قومی ترقی اور قومی طاقت اور قومی مضبوطی کی جڑ ہے۔ جب کہ کسی شخص کے لیے یا کسی گروہ کے لیے کوئی دوسرا کچھ کرتا ہے تو اس شخص میں سے یا اس گروہ میں سے وہ جوش اپنی مدد آپ کرنے کا کم ہو جاتا ہے اور ضرورت اپنے آپ مدد کرنے کی اس کے دل سے مٹتی جاتی ہے اور اسی کے ساتھ غیرت جو ایک نہایت عمدہ قوت انسان میں ہے اور اسی کے ساتھ عزت جو اصلی چمک دمک انسان کی ہے از خود جاتی رہتی ہے اور جب کہ ایک قوم کی قوم کا یہ حال ہو تو وہ ساری قوم دوسری قوموں کی آنکھ میں ذلیل اور بے غیرت اور بے عزت ہو جاتی ہے۔

آدمی جس قدر کہ دوسرے پر بھروسے کرتے جاتے ہیں، خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ گورنمنٹ ہی پر کیوں نہ کریں (یہ امر بدیہی اور لا بدی ہے) وہ اسی قدر بے مدد اور بے عزت ہوتے جاتے ہیں۔ اے میرے ہم وطن بھائیو! کیا تمھارا یہی حال نہیں ہے؟ ایشیا کی تمام قومیں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ ہی رعایا کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے زیادہ ترقی کر گئے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت و بھلائی و خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے، خواہ وہ انتظام باہمی قوم کے رسم و رواج کا ہو، یا گورنمنٹ کا۔ اور یہی سبب ہے کہ یورپ کے لوگ قانون بنانے والی مجلسوں کو بہت بڑا ذریعہ انسان کی ترقی کا خیال کر کے ان کا درجہ سب سے اعلیٰ اور نہایت بیش بہا سمجھتے تھے، مگر حقیقت میں یہ سب خیال غلط ہیں۔

ایک شخص فرض کرو کہ وہ لندن میں آئرلینڈ کی طرف سے پارلیمنٹ کا ممبر ہی کیوں نہ ہو جائے یا کلکتہ میں وائسرائے اور گورنر جنرل کی کونسل میں ہندوستان کا ممبر ہی ہو کر کیوں نہ بیٹھ جاوے، قومی عزت، قومی بھلائی اور قومی ترقی کیا کر سکتا ہے۔ برس دو برس میں کسی بات پر ووٹ دے دینے

سے گو وہ کیسی ہی ایمانداری اور انصاف سے کیوں نہ دیا ہو قوم کی کیا بھلائی ہو سکتی ہے۔ بلکہ خود اس کے چال چلن پر اس کے برتاؤ پر بھی اس سے کوئی اثر پیدا نہیں ہوتا تو قوم کے برتاؤ پر کیا اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ بات بے شبہ ہے کہ گورنمنٹ سے انسان کے برتاؤ میں کچھ مدد نہیں ملتی، مگر عمدہ گورنمنٹ سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی آزادی سے اپنے قویٰ کی تکمیل اور اپنی شخصی حالت کی ترقی کر سکتا ہے۔

یہ بات روز بروز روشن ہوتی جاتی ہے کہ گورنمنٹ کا فرض بہ نسبت مثبت اور معمل ہونے کے زیادہ تر منفی اور مانع ہے اور وہ فرض جان اور مال اور آزادی کی حفاظت ہے۔ جب کہ قانون کا عمل در آمد دانش مندی سے ہوتا ہے تو آدمی اپنی جسمی اور ذہنی محنت کے ثمروں کا بے خطر حظ اٹھا سکتا ہے۔ جس قدر گورنمنٹ کی حکومت عمدہ ہوتی ہے اتنا ہی ذاتی نقصان کم ہوتا ہے۔ مگر کوئی قانون گو وہ کیسا ہی ابھارنے والا کیوں نہ ہو، سست آدمی کو محنتی، فضول خرچ کو کفایت شعار، شراب خور کو تائب نہیں بنا سکتا، بلکہ یہ باتیں شخصی محنت، کفایت شعاری، نفس کشی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ قومی ترقی، قومی عزت، قومی اصلاح، عمدہ عادتوں، عمدہ چال چلن، عمدہ برتاؤ کرنے سے ہوتی ہے، نہ گورنمنٹ میں بڑے بڑے حقوق اور اعلیٰ درجے حاصل کرنے سے۔

یہ ایک نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے یقینی اسی کے موافق اس کے قانون اور اسی کے مناسب حال گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جس طرح کہ پانی خود اپنی پنسال میں آجاتا ہے، اسی طرح عمدہ رعایا پر عمدہ حکومت ہوتی ہے اور جاہل و خراب و ناتربیت یافتہ رعایا پر ویسی ہی اکھڑ حکومت کرنی پڑتی ہے۔ تمام تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی خوبی و عمدگی اور قدر و منزلت بہ نسبت وہاں کی گورنمنٹ کے عمدہ ہونے کے زیادہ تر اس ملک کی رعایا کے چال چلن، اخلاق و عادت، تہذیب و شائستگی پر منحصر ہے، کیونکہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب در حقیقت ان مردوں عورتوں اور بچوّں کی شخصی ترقی ہے، جن سے وہ قوم بنی ہے۔

قومی ترقی مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمانداری، شخصی ہمدردی کا۔ اسی طرح قومی تنزل مجموعہ ہے شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی، شخصی خود غرضی کا اور شخصی برائیوں کا۔ ناتہذیبی و بد چلنی جو اخلاقی و تمدنی یا باہمی معاشرت کی بدیوں میں شمار ہوتی ہے، در حقیقت وہ خود اسی شخص کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ بیرونی کوشش سے ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ ڈالیں اور نیست و نابود کر دیں تو یہ برائیاں کسی اور نئی صورت میں اس سے بھی زیادہ زور شور سے پیدا ہو جاویں گی۔ جب تک شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی حالتوں کو ترقی نہ دی جاوے۔

اے میرے عزیز ہم وطنو! اگر یہ رائے صحیح ہے تو اس کا یہ نتیجہ ہے کہ قوم کی سچی ہمدردی اور سچی خیر خواہی کرو۔ غور کرو کہ تمھاری قوم کی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کس طرح پر عمدہ ہو، تاکہ تم بھی ایک معزز قوم ہو۔ کیا جو طریقہ تعلیم و تربیت کا، بات بات چیت کا، وضع و لباس کا، سیر سپاٹے کا، شغل و اشغال کا، تمھاری اولاد کے لیے، اس سے ان کے شخصی چال چلن، اخلاق و عادات، نیکی و سچائی میں ترقی ہو سکتی ہے؟ حاشا و کلّا۔ جب کہ ہر شخص اور کل قوم خود اپنی اندرونی حالتوں سے آپ اپنی اصلاح کر سکتی ہے تو اس بات کی امید پر بیٹھے رہنا کہ بیرونی زور انسان کی یا قوم کی اصلاح و ترقی کرے کس قدر افسوس بلکہ نادانی کی بات ہے۔

وہ شخص در حقیقت غلام نہیں ہے جس کو ایک خدا ناترس نے جو اس کا ظالم آقا کہلایا جاتا ہے خرید لیا ہے۔ یا ایک ظالم اور خود مختار بادشاہ یا گورنمنٹ کی رعیت ہے بلکہ در حقیقت وہ شخص اصلی غلام ہے جو بد اخلاقی، خود غرضی، جہالت اور شرارت کا مطیع اور اپنی خود غرضی کی غلامی میں مبتلا اور قومی ہمدردی سے بے پرواہ ہے۔ وہ قومیں جو اس طرح دل میں غلام ہیں وہ بیرونی زوروں سے، یعنی عمدہ گورنمنٹ یا عمدہ قومی انتظام سے آزاد نہیں ہو سکتیں جب تک کہ غلامی کی یہ دلی حالت دور نہ ہو۔ اصل یہ ہے کہ جب تک انسانوں میں یہ خیال ہے کہ ہماری اصلاح و ترقی گورنمنٹ پر یا قوم کے عمدہ انتظام پر منحصر ہے اس وقت تک کوئی مستقل اور برتاؤ میں آنے کے قابل نتیجہ اصلاح و ترقی کا قوم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ گو کیسی ہی عمدہ تبدیلیاں گورنمنٹ یا انتظام میں کی جاویں، وہ تبدیلیاں فانوس خیال سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں جس میں طرح طرح کی تصویریں پھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، مگر جب دیکھو تو کچھ بھی نہیں۔

مستقل اور مضبوط آزادی، سچی عزت، اصلی ترقی، شخصی چال چلن کے عمدہ ہونے پر منحصر ہے اور وہی شخصی چال چلن معاشرت و تمدن کا محافظ اور وہی شخصی چال چلن قومی ترقی کا بڑا ضامن ہے۔ جان اسٹیورٹ مل جو اسی زمانے میں ایک بہت بڑا حکیم گزرا ہے، اس کا قول ہے کہ ظالم اور خود مختار حکومت بھی زیادہ خراب نتیجے پیدا نہیں کر سکتی اگر اس کی رعایا میں شخصی اصلاح اور شخصی ترقی موجود ہے اور جو چیز کہ شخصی اصلاح و شخصی ترقی کو دبا دیتی ہے در حقیقت وہی شے اس کے لیے ظالم و خود مختار گورنمنٹ ہے۔ پھر اس شے کو جس نام سے چاہو پکارو۔ اس مقولے پر میں اس قدر اور زیادہ کرتا ہوں کہ جہاں شخصی اصلاح اور شخصی ترقی مٹ گئی ہے یا دب گئی ہے وہاں کیسی ہی آزاد اور عمدہ گورنمنٹ کیوں نہ قائم کی جاوے وہ کچھ بھی عمدہ نتیجے پیدا نہیں کر سکتی اور اس اپنے مقولے کی تصدیق کو ہندوستان کی اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت کی مثال پیش کرتا ہوں۔

انسان کی قومی ترقی کی نسبت ہم لوگوں کے یہ خیال ہیں کہ کوئی خضر ملے، گورنمنٹ فیاض ہو اور ہمارے سب کام کر دے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز ہمارے لیے کی جاوے اور ہم خود نہ کریں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کو ہادی اور رہنما بنایا جاوے تو تمام قوم کی دلی آزادی کو برباد کر دے اور آدمیوں کو انسان پرست بنا دے۔ حقیقت میں ایسا ہونا قوت کی پرستش ہے اور اس کے نتائج انسان کو ایسا ہی حقیر بنا دیتے ہیں، جیسے کہ صرف دولت کی پرستش سے انسان حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے۔ کیا لالہ اشرفی مل جو ہر روز لچھمی کی پوجا کرتے ہیں اور بے انتہا دولت رکھتے ہیں، انسانوں میں کچھ قدر و منزلت کے لائق گنے جاتے ہیں؟

بڑا سچا مسئلہ اور نہایت مضبوط جس سے دنیا کی معزز قوموں نے عزت پائی ہے وہ اپنی مدد آپ کرنا ہے۔ جس وقت لوگ اس کو اچھی طرح سمجھیں گے اور کام میں لاویں گے تو پھر خضر کو ڈھونڈنا بھول جاویں گے۔ اوروں پر بھروسے اور اپنی مدد آپ یہ دونوں اصول ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔ پچھلا انسان کی بدیوں کو برباد کرتا ہے اور پہلا خود انسان کو۔ قومی انتظام یا عمدہ قوانین کے اجرا کی خواہش یہ بھی ایک قدیمی غلط خیال ہے۔

ہر روز کے تجربے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شخصی چال چلن میں یہ قوت ہے کہ دوسرے کی زندگی اور برتاؤ اور چال چلن پر نہایت قوی اثر پیدا کرتا ہے اور حقیقت میں یہی ایک نہایت عمدہ عملی تعلیم ہے اور جب ہم اس عملی تعلیم کا علمی تعلیم سے مقابلہ کریں تو مکتب و مدرسے اور مدرسۃ العلوم کی تعلیم اسی عملی تعلیم کی ابتدائی تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ زندگی کے علم کا یعنی زندگی کے برتاؤ کے علم کا جس کو انگریزی میں "لائف ایجوکیشن" کہتے ہیں، انسان پر، قوم پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ مکتب و مدرسہ و مدرسۃ العلوم کا علم طاق میں یا صندوق میں یا الماری میں یا کسی بڑے کتب خانے میں رکھا ہوا ہوتا ہے، مگر زندگی کے برتاؤ کا علم ہر وقت دوست سے ملنے میں، گھر کے رہنے سہنے میں، شہر کی گلیوں میں پھرنے میں، صرافہ کی دوکان کرنے میں، ہل جوتنے میں، کپڑا بننے کے کارخانے میں، کلوں سے کام کرنے کے کارخانے میں اپنے ساتھ ہوتا ہے اور پھر بے سکھائے اور بے شاگرد کیے، لوگوں میں صرف اس کے برتاؤ سے پھیلتا جاتا ہے۔

یہ پچھلا علم وہ علم ہے، جو انسان کو انسان بناتا ہے۔ اسی پچھلے علم سے عمل، چال چلن، تعلیم نفسی، نفس کشی، شخصی خوبی، قومی مضبوطی، قومی عزت حاصل ہوتی ہے۔ یہی پچھلا علم وہ علم ہے کہ جو انسان کو اپنے فرائض ادا کرنے اور دوسروں کے حقوق محفوظ رکھنے اور زندگی کے کاروبار کرنے اور اپنی عاقبت کے سنوارنے کے لائق بنا دیتا ہے۔ اس تعلیم کو آدمی صرف کتابوں سے نہیں سیکھ سکتا اور نہ یہ تعلیم کسی درجے کی علمی تحصیل سے ہوتی ہے۔ لارڈ بیکن کا نہایت علم سے باہر اور علم سے برتر ہے اور مشاہدہ آدمی کی زندگی کو درست اور اس کے علم کو باعمل، یعنی اس کے برتاؤ میں کر دیتا ہے۔ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو زیادہ تر معزز اور قابل ادب بناتا ہے۔

(انتخابِ مضامین سرسید)

سر سید احمد خان

سر سید احمد خان ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ مغل بادشاہ شاہ جہان کے دور میں ہندوستان آئے تھے۔ انھیں برصغیر میں مسلم قوم پرستی کا سرخیل سمجھا جاتا ہے۔ وہ دو قومی نظریہ کے خالق سمجھے جاتے ہیں۔ اس دو قومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ وہ مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ ۱۸۷۵ء میں انھوں نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی۔ جو بعد ازاں مسلمانوں کا اہم تعلیمی، سیاسی اور ادبی مرکز قرار پایا۔ انھوں نے ایک علمی اور ادبی رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' جاری کیا جس نے لوگوں کی اجتماعی زندگی پر گہرے اثر چھوڑے۔

سر سید نے اردو زبان میں مضمون نگاری کو رواج دیا انھوں نے اخلاق، تعلیمی اور قومی موضوعات پر کئی مضامین لکھے۔ ان کا اندازِ تحریر سادہ، آسان اور ہر قسم کی بناوٹ سے پاک ہوتا تھا۔

سر سید مصلحِ قوم ہونے کے علاوہ بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ انھوں نے کئی کتب تحریر کیں۔ ان کی اہم تصانیف ہیں۔ ''آثار الصنادید''، ''خطبات احمد''، ''تبین القرآن'' اور ''تفسیر القرآن'' شامل ہیں۔ رسالہ بغاوت ہند کے نام سے ایک کتابچہ بھی لکھا ہے۔ سر سید ۸۰ سال کی عمر میں ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ انھیں علی گڑھ کالج کے لان میں سپرد خاک کیا گیا۔

مشق

۱۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

آدمی جس قدر کہ دوسرے پر بھروسے کرتے جاتے ہیں، خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ گورنمنٹ ہی پر کیوں نہ کریں (یہ امر بدیہی اور لابدی ہے) وہ اسی قدر بے مدد اور بے عزت ہوتے جاتے ہیں۔ اے میرے ہم وطن بھائیو! کیا تمھارا یہی حال نہیں ہے؟ ایشیا کی تمام قومیں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ ہی رعایا کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے زیادہ ترقی کر گئے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت و بھلائی و خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے، خواہ وہ انتظام باہمی قوم کے رسم و رواج کا ہو، یا گورنمنٹ کا۔ اور یہی سبب ہے کہ یورپ کے لوگ قانون بنانے والی مجلسوں کو بہت بڑا ذریعہ انسان کی ترقی اور خیال کر کر ان کا درجہ سب سے اعلیٰ اور نہایت بیش بہا سمجھتے تھے، مگر حقیقت میں یہ سب خیال غلط ہیں۔

سوالات:

الف۔ دوسروں پر بھروسہ کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

ب۔ ''یہ امر بدیہی اور لابدی ہے'' اس جملے کا تبصرہ لکھیں۔

ج۔ ایشیا کی قومیں اپنی ترقی کا ذریعہ کسے سمجھتی رہی ہیں؟

د۔ یورپ کے لوگ اپنی ترقی کا ذریعہ کسے لکھتے ہیں؟

ہ۔ اس نثر پارے میں مصنف نے کیا پیغام دیا ہے؟

۲۔ مولوی عبد الحق اور سر سید احمد خان کی لکھی ہوئی درج ذیل عبارات کو پڑھیں اور مصنفین کے طرزِ تحریر کی شناخت کریں۔

i۔ آدمی جس قدر کہ دوسرے پر بھروسے کرتے جاتے ہیں، خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ گورنمنٹ ہی پر کیوں نہ کریں (یہ امر بدیہی اور لابدی ہے) وہ اسی قدر بے مدد اور بے عزت ہوتے جاتے ہیں۔ اے میرے ہم وطن بھائیو! کیا تمھارا یہی حال نہیں ہے؟ ایشیا کی تمام قومیں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ ہی رعایا کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے زیادہ ترقی کر گئے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت و بھلائی و خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے، خواہ وہ انتظام باہمی قوم کے رسم و رواج کا ہو، یا گورنمنٹ کا۔ اور یہی سبب ہے کہ یورپ کے لوگ قانون بنانے والی مجلسوں کو بہت بڑا ذریعہ انسان کی ترقی اور خیال کر کر ان کا درجہ سب سے اعلیٰ اور نہایت بیش بہا سمجھتے تھے، مگر حقیقت میں یہ سب خیال غلط ہیں۔

ii۔ مقبرے کا باغ میری نگرانی میں تھا۔ میرے رہنے کا مکان بھی باغ کے احاطے ہی میں تھا۔ میں نے اپنے بنگلے کے سامنے چمن بنانے کا کام نام دیو کے سپرد کیا۔ میں اندر کمرے میں کام کرتا رہتا تھا۔ میری میز کے سامنے بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس میں سے چمن صاف نظر آتا تھا، لکھتے لکھتے کبھی نظر اٹھا کر دیکھتا تو نام دیو کو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف پاتا۔ بعض دفعہ اس کی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا۔ مثلاً گیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر ڈول درست کیا اور ہر رخ سے پودے کو مڑ مڑ کر دیکھا۔ پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ کام اسی وقت ہوتا ہے، جب اس میں لذّت آنے لگے۔ بے مزہ کام، کام نہیں، بیگار ہے۔

۳۔ روزمرہ محاورہ

i۔ روزمرہ اہل زبان کی بات چیت جو وہ روزمرہ زندگی میں باہم بولتے ہیں روزمرہ کہلاتا ہے۔ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ جو اہل زبان کی بول چال کے مطابق، حقیقی معنوں میں استعمال ہوتا ہو روزمرہ کہلاتا ہے۔

جیسے اہل زبان یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ میری چشم میں درد ہے بلکہ میری آنکھ میں درد ہے کہیں گے۔

❖ درج ذیل جملوں میں درست روزمرہ استعمال کر کے دوسروں کو سنائیں۔

الف۔ ان کی عمروں میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا فرق ہے۔ (انیس بیس، اٹھارہ بیس)

ب۔ لڑکی نے دوپٹا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (اوڑھا، پہنا)

ج۔ وہ آئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سکول سے غیر حاضر رہتا ہے۔ (آئے دن، آئے روز)

د۔ احمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مسجد جاتا ہے۔ (بے ناغہ، بلاناغہ)

ہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی شکایت اچھی نہیں ہوتی۔ (دن دن، روز روز)

ii۔ محاورہ: جب کوئی کلام اپنے لغوی معنی کے بجائے مجازی معنی دیتا ہو تو محاورہ کہتے ہیں۔ جیسے پانی پینا محاورہ نہیں ہے مگر لہو پینا، غصہ پینا، آنسو پینا وغیرہ محاورے ہیں۔ درج ذیل غلط محاورات کو درست کر کے لکھیں اور اُن کے جملے اس طرح تحریر کریں کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے۔

غلط محاورات	درست محاورات	جملے
مثال: چاند سے باتیں کرنا	آسمان سے باتیں کرنا	کے ٹو کی چوٹی آسمان سے باتیں کرتی ہے۔
سرخ باغ دکھانا		
کان میں دم کرنا		
گردن کا بار ہونا		
پنجروں کے طوطے اڑنا		
ہوش خطا ہونا		

۴۔ **تلخیص:** تلخیص کا مطلب کسی طویل عبارت کو اختصار کے ساتھ اس طرح لکھنا کہ اس کا کوئی اہم نکتہ چھوٹنے نہ پائے۔ تلخیص کی طوالت، عام طور پر اصل عبارت سے کم یعنی ایک تہائی ہوتی ہے۔ تلخیص میں اصل عبارت کے اسلوب کو قائم رکھنا غیر ضروری ہوتا ہے، اسے اپنے انداز سے اور الفاظ میں لکھنا چاہیے۔ اصل عبارت میں دی گئی معلومات اور واقعات کی ترتیب بھی برقرار رکھنی چاہیے۔ تلخیص کے دوران اصل عبارت کے اہم نکات میں ترمیم، اضافہ، کمی یا بیشی نہیں کی جاسکتی۔ اگر عبارت متعدد پیراگرافوں پر مشتمل ہو تو تلخیص ایک ہی پیرے میں لکھی جائے گی۔ تلخیص میں طویل جملوں کی بجائے مختصر جملے لکھے جاتے ہیں۔

❖ ۔**درج ذیل عبارت کی تلخیص کریں۔**

اودھ کی راج دھانی جب فیض آباد سے لکھنؤ منتقل ہوئی تو اس کو چار چاند لگ گئے۔ میر تقی میرؔ، انشاءاللہ خاں انشاؔ، جراتؔ اور مصحفیؔ وغیرہ نے ادھر کا رُخ کیا۔ میر انیسؔ کا خاندان دلی سے پہلے ہی آ چکا تھا۔ ان بزرگوں کے دم قدم سے بادشاہوں کے دربار، امرا کی ڈیوڑھیاں اور اہلِ علم کی محفلیں، شعر و سخن کے نغموں سے پُرشور بن گئیں۔ ناسخ و آتشؔ، وزیر و صبا اور ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں نے شعر و ادب کے جواہر ریزوں کے ڈھیر لگا دیے۔

۵۔ سبق اپنی مدد آپ کے درمیان سے لی گئی درج ذیل عبارت کو ایک طالب علم درست تلفظ سے ادا کرے جب کہ باقی طلبہ پورے سبق کے مرکزی نقطۂ خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سباق (اس عبارت سے پہلے کا حصہ) کو سمجھتے ہوئے مکمل موضوع کو اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

اے میرے عزیز ہم وطنو! اگر یہ رائے صحیح ہے تو اس کا یہ نتیجہ ہے کہ قوم کی سچی ہمدردی اور سچی خیر خواہی کرو۔ غور کرو کہ تمھاری قوم کی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کس طرح پر عمدہ ہو تاکہ تم بھی ایک معزز قوم ہو۔ کیا جو طریقہ تعلیم و تربیت کا، بات چیت کا، وضع و لباس کا، سیر سپاٹے کا، مشتعل اشتعال کا، تمھاری اولاد کے لیے، اس سے ان کے شخصی چال چلن، اخلاق و عادات، نیکی و سچائی میں ترقی ہو سکتی ہے؟

۶۔اسم، فعل، حرف کی پہچان اور نشان دہی:

اسم وہ لفظ ہے جو کسی کا نام ہو۔ مثلاً:

لڑکا، اسلم، شہر، لاہور، شاعر، میرؔ

فعل وہ کلمہ ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہو۔ مثلاً:

احمد نے لکھا۔ استاد صاحب نے پڑھایا۔ لکھا اور پڑھایا فعل ہے۔

حرف وہ غیر مستقل الفاظ ہیں جو تنہا بولنے یا لکھنے میں کوئی خاص معانی نہیں دیتے، جب تک کہ کسی جملے میں یا دوسرے الفاظ کے ساتھ استعمال نہ ہوں:

مثلاً: کا، نے، سے، کیوں کہ، اور مگر وغیرہ

حروف، جملے کے اجزا کو باہم ملانے کے کام آتے ہیں۔

❖ **درج ذیل عبارت میں اسم، فعل اور حروف کی نشان دہی کریں۔**

شاہد نے اپنے بھائی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم زندگی میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمھیں سخت محنت کرنی ہوگی۔ دنیا میں محنت ہی کامیابی کی ایک کنجی ہے۔

۷۔ بہت جلد آپ کی عمر اس سطح پر پہنچے گی کہ آپ ایک محب وطن شہری کی حیثیت سے انتخابات میں اپنا ووٹ ڈالنے جائیں گے درج ذیل میں ووٹ کے اندراج کی درستی کا فارم دیا جا رہا ہے۔ آپ اسے پُر کرنے کی مشق کریں۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان

فارم 23

[ملاحظہ قاعدہ 41(1)]

							2	0					

ووٹر کے کوائف کی درستگی زیر دفعہ 37 الیکشنز ایکٹ-2017

[illegible] ....

[illegible] | | | | | | | | | | کی انتخابی فہرست کے سلسلہ نمبر.................. پر موجود ہیں، صحیح نہیں ہیں۔ [illegible]
کوائف کے مطابق صحیح کر دی جائے۔

کوائف کی تفصیل			اندراجات (جو انتخابی فہرست میں درج ہے)	درست اندراجات (جو مطلوب ہے)
۱	گھرانہ نمبر	☐		
۲	نام	☐		
۳	والد کا نام	☐		
۴	خاوند کا نام	☐		
۵	[illegible]	☐		
۶	پتہ	☐		

نوٹ: [illegible]

میرے کوائف درج ذیل ہیں۔

نام .... والد/شوہر کا نام ....

قومی شناختی کارڈ نمبر | | | | | | | | | | | | | | |

پتہ: مکان نمبر .... گلی/محلہ .... گاؤں/قصبہ/شہر ....

بلاک/وارڈ .... تحصیل/تعلقہ ....

ضلع/ایجنسی .... [illegible] نمبر | | | | | | | | | | | | |

اقرار نامہ: [illegible]

درخواست دہندہ کے دستخط	درخواست دہندہ کے انگوٹھے کا نشان	تاریخ		
		سال	مہینہ	دن

[illegible]

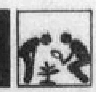

سرگرمیاں

۱۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو یا موبائل فون سے خبروں، ڈراموں، فیچروں میں اُٹھائے گئے اخلاقی معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ غور سے سنیں۔ سنے گئے ان اہم نکات کو مع تبصرہ و تشریح جماعت کے دیگر ساتھی طلبہ کے سامنے بیان کریں۔

۲۔ طلبہ مل کر سکول کے ہال میں ''سچائی یا ایمان داری'' کے موضوع پر ایک ٹیبلو یا خاکہ پیش کریں۔ اس سلسلے میں استاد محترم سے بھی رہ نمائی لی جاسکتی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

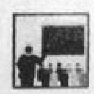

- طلبہ تلخیص نگاری کے اصولوں سے روشناس کرائیں۔
- طلبہ کو اخبارات، ریڈیو، موبائل فون، ٹیلی وژن سے خبروں، ڈراموں، فیچروں میں اُٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سنائیں اور پڑھائیں۔ اہم نکات کو آسان انداز میں تشریح کریں تاکہ بعد میں طلبہ خود بھی کسی اخلاقی، معاشرتی، ثقافتی موضوع کے اہم نکات کو مع تبصرہ و تشریح بیان کر سکیں۔

حصہ نظم

1

حمد

اس حمد کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- الفاظ و معانی سے واقفیت اور ان کے انتخاب میں لغت اور تھیسارس کا استعمال کر سکیں۔
- عمدہ سامع کے طور پر الفاظ، مصرعوں، شعروں، نظم وغیرہ کے تلفظ، آہنگ، لحن، لے اور ادائی سے شعوری طور پر لطف اٹھا سکیں۔
- مختلف سمعی ذرائع سے کہانی، نظم، واقعہ، تقریر، اعلان، خطبہ، گفت گو، خبر، ڈراما، ہدایت اور فیچر سن کر الفاظ کے اصطلاحی، مجازی اور کنایاتی معانی تک رسائی حاصل کر سکیں۔
- نظم / نثر کو پڑھ کر شاعر / قاری کے نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر مرکزی خیال تحریر کر سکیں۔
- کسی بھی نظم کو پڑھ کر حوالوں کے ساتھ اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے دے سکیں۔
- تراکیب لفظی کی شناخت کر سکیں اور اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنی تحریر میں اس کا استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے، نظر بھی جو آرہا ہے، وہی خدا ہے

تلاش اس کو نہ کر بتوں میں، وہ ہے بدلتی ہوئی رُتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے، وہی خدا ہے

وہی ہے مشرق، وہی ہے مغرب، سفر کریں سب اس کی جانب
ہر آئینے میں جو عکس اپنا دکھا رہا ہے، وہی خدا ہے

کسی کو سوچوں نے کب سراہا، وہی ہوا جو خدا نے چاہا
جو اختیار بشر پہ پہرے بٹھا رہا ہے، وہی خدا ہے

نظر بھی رکھے، سماعتیں بھی، وہ جان لیتا ہے نیتیں بھی
جو خانہ لاشعور میں جگمگا رہا ہے، وہی خدا ہے

کسی کو تاج وقار بخشے، کسی کو ذلت کے غار بخشے
جو سب کے ماتھے پہ مہر قدرت لگا رہا ہے، وہی خدا ہے

سفید اس کا سیاہ اس کا نفس نفس ہے گواہ اس کا
جو شعلہ جاں جلا رہا ہے، بجھا رہا ہے، وہی خدا ہے

(الحمد)

مظفر وارثی

ممتاز شاعر، مضمون نگار اور گیت نگار مظفر وارثی ۲۳ دسمبر ۱۹۳۳ء کو بھارت کے شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ وہ نظم اور غزل میں اپنے خاص اسلوب کی پہچان رکھتے ہیں۔ انھوں نے نعت کے میدان میں بھی شہرت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مسحور کن آواز سے نوازا تھا۔ انھوں نے بہت دل نشین انداز میں نعت گوئی کی۔ انھوں نے فلموں کے لیے بھی گیت لکھے۔ ان کے متعلق احسان دانش نے کہا تھا "اگلا زمانہ مظفر وارثی کا ہے۔"

مظفر وارثی کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان کی جانب سے انھیں اعلیٰ سول ایوارڈ حسن کار کردگی یعنی پرائیڈ آف پرفارمنس سے نوازا گیا۔ ان کی مشہور تصانیف میں برف کی ناؤ، حرم لہجہ، کھلے دریچے بند ہوا اور ظلم نہ سہنا شامل ہیں۔ انھوں نے "گئے دنوں کا سراغ" کے نام سے اپنی سوانح عمری بھی لکھی۔

ان کا انتقال ۲۸ جنوری ۲۰۱۱ء کو پاکستان کے شہر لاہور میں ہوا۔

مشق

۱۔ درج ذیل اشعار پڑھ کر اُن کے سوالات کے جوابات لکھیں۔

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے، نظر بھی جو آرہا ہے، وہی خدا ہے

تلاش اس کو نہ کر بتوں میں، وہ ہے بدلتی ہوئی رُتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے، وہی خدا ہے

وہی ہے مشرق، وہی ہے مغرب، سفر کریں سب اس کی جانب
ہر آئینے میں جو عکس اپنا دکھا رہا ہے، وہی خدا ہے

سوالات:

الف۔ پہلے شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کی کون سی صفات بیان کی ہیں؟

ب۔ دوسرے شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی کیا دلیل پیش کی ہے؟

ج۔ ان اشعار کا مرکزی خیال لکھیں۔

د۔ شاعر کے مطابق تمام مخلوقات کا سفر کس کی جانب ہے؟

ہ۔ تیسرے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیں۔

۲۔ استاد محترم کلاس میں اس حمد کو مظفر وارثی ہی کی آواز میں طلبہ کو سنائیں اور باقی عمدہ سامع کے طور پر الفاظ، مصرعوں، شعروں، نظموں کے تلفظ، آہنگ، لے، لحن اور ادائی سے شعوری طور پر لطف اٹھا سکیں۔

۳۔ درج ذیل اشعار کی حوالوں کے ساتھ تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کریں۔

تلاش اس کو نہ کر بتوں میں، وہ ہے بدلتی ہوئی رتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے، وہی خدا ہے
نظر بھی رکھے سماعتیں بھی، وہ جان لیتا ہے نیتیں بھی
جو خانہء لاشعور میں جگمگا رہا ہے، وہی خدا ہے

۴۔ تراکیب لفظی

ترکیب لفظی کے معانی ہیں الفاظ کی ساخت، وضع یا بناوٹ، جملے کے اجزائے ترکیبی کا تجزیہ یعنی جملے کے ہر لفظ کی قواعدی حیثیت کا تعین کرنا بھی ترکیبِ لفظی کہلاتا ہے۔

تراکیبِ لفظی بنانے کی مختلف صورتیں ہیں

دو مفرد لفظوں کے درمیان زیر یا ہمزہ ڈال کر ایک نئی لفظی ترکیب بنانا جس کے معانی نئے ہوں۔

صبح اور بہار سے صبحِ بہار

قبر اور دارا سے قبرِ دارا

تراکیب صرف عربی اور فارسی الفاظ ہی سے بنتی ہیں، ہندی اور دیگر مقامی زبانوں سے لفظی ترکیب سازی ممکن نہیں ہو سکتی۔ جن لفظوں میں ہندی حروف وہ سارے کے سارے مقامی زبانوں کے الفاظ ہیں اور ان سے ترکیب سازی نہیں ہو سکتی۔ ڑ، ٹ، ڈ اپنی اصل میں ہندی حروف ہیں۔ اسی طرح بھ، پھ، کھ، ٹھ وغیرہ بھی ہندی الاصل ہیں۔ لفظوں کا مآخذ لغات میں درج ہوتا ہے۔ اس اصول کے تحت "دھیانِ الفت" ایک غلط ترکیب لفظی ہوگی۔

دو سے زائد الفاظ ملا کر بھی تراکیب بنا جا سکتی ہیں:

مثلاً: مرزا غالب کا شعر ہے:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

اگر ترکیب لفظی میں دونوں الفاظ عربی زبان کے ہوں تو دونوں کے درمیان "ال" آئے گا۔ مثلاً: رب العالمین، سیرت النبی، ختم الرسل

ہندی اور دیگر مقامی میں الفاظ ساتھ تحریر ہوتے ہیں جیسے: تاریک رات، اندھیری کوٹھی، کالی آنکھیں، کڑوا پھل، آنکھ مچولی

تراکیب لفظی کے حوالے سے یہ بھی کہا جاتا ہے ہر پندرہ بیس سال کے بعد لغت، از کارِ رفتہ ہو جاتی ہے۔ لفظ معانی بدل لیتے ہیں۔ نئے الفاظ، محاورات اور اصطلاحات آجاتی ہیں۔

❖ **درج بالا اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دس تراکیبِ لفظی لکھ کر اُنھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔**

۵۔ لغت اور تھیسارس کا استعمال

اُردو زبان و ادب کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمارے سامنے بہت سے ایسے الفاظ آتے ہیں جو ہمارے لیے غیر مانوس ہوتے ہیں اور ہم نہ صرف ان کے معانی اور مطالب سے واقف نہیں ہوتے بلکہ اس بات سے بھی بے خبر ہوتے ہیں کہ ان الفاظ کی اصل کیا ہے اور وہ کہاں سے اور کس زبان سے آئے ہیں اور اُردو میں آکر انھوں نے کیا شکل اختیار کی ہے؟ اِسی طرح ان کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں اور ان کے استعمال کا طریقہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ جاننے کے لیے لغت کا سہارا لیا جاتا ہے۔

تھیسارس لفظوں کا ارتقا بیان کرتا ہے۔ تھیسارس یونانی زبان سے انگریزی میں آیا ہے اور اِس کا مطلب ہے ذخیرہ یا خزینہ بعد میں یہ لفظ خزینہ الفاظ کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ تھیسارس ہمیں مختلف موضوعات اور تصورات کے بارے میں مناسب لفظوں کی فہرست مہیا کرتا ہے۔ مثلاً اگر ہم سڑک کے بارے میں جاننے کے خواہش مند ہیں تو تھیسارس ہمیں اس طرح کے الفاظ مہیا کرے گا: گلشن، باغ، چمن، لالہ زار، گل زار، چمن زار وغیرہ وغیرہ

❖ درج ذیل الفاظ کے معانی کے انتخاب کے لیے لغت اور تھیسارس کا استعمال کیجیے۔

رتوں، مشرق، جانب، بشر، مہر، سیاہ

٦۔ الفاظ کے مختلف معانی

i۔ لغوی معنی:

کسی لفظ کے لغوی معنی سے مراد وہ معنی ہیں جو اس کے مزاج اور مادّے کی نسبت سے لغت میں ملتے ہیں۔ ان الفاظ کے معنی لغت میں سب سے پہلے لکھے جاتے ہیں مثلاً "چال" کے لغوی معنی رفتار، حرکت، طرزِ رفتار کے ہیں۔

ii۔ مجازی معنی:

لغت میں لغوی معنی کے علاوہ کسی لفظ کے مجازی معنی بھی ملتے ہیں اور ان کو لغوی معنوں کے بعد درج کیا جاتا ہے۔ مثلاً "چال" کے مجازی معنی روش اور رویّہ کے ہیں۔

iii۔ اصطلاحی معنی:

کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کے لغوی اور مجازی معنوں کے ساتھ ساتھ دیگر مفاہیم میں اصطلاحی معنی بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً 'چال' کے اصطلاحی معنی دھوکا اور فریب دینے کے ہیں۔ اسی طرح اصطلاحاً شطرنج کے ایک مہرے کو ایک گھر سے دوسرے گھر میں لے جانے کو بھی چال کہتے ہیں۔

iv۔ کنایاتی معنی:

کنایہ کے لغوی معانی پوشیدہ یا چھپی ہوئی بات کرنا ہیں، الفاظ کو حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ اُس سے حقیقی معنی بھی مراد لیے جا سکیں۔ اسی بیان کو کنایاتی بیان کہا جائے گا۔

مثلاً: اُسے کالے نے کاٹا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اُسے سانپ نے کاٹا۔

سرگرمی

اپنے استاد محترم / استانی صاحبہ کے موبائل فون سے کوئی سبق آموز کہانی / مکالمہ / تقریر سنیں اور اس میں ادا کیے گئے کلمات کے ظاہری / اصطلاحی / مجازی معانی کے متعلق اپنے دیگر ساتھی طلبہ کو بتائیں۔ بعد ازاں ان کی تشریح بھی کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو نظم کے محاسن مصرع، شعر، قافیہ، ردیف، مطلع، مقطع، مرکزی خیال کا تصور واضح کریں تاکہ طلبہ شامل نصاب حمد سے ان کی شناخت کر سکیں۔
- طلبہ کو موضوع کے اعتبار سے مختلف نظموں (حمد، نعت، مناجات، قصیدہ، مرثیہ) کا تعارف کرائیں۔

۲ نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم

یہ نظم پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظم / نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہِ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- کسی بھی نظم / نثر کو پڑھ کر اس کے اہم نکات کا خلاصہ لکھ سکیں۔
- نظم بہ لحاظ موضوع (حمد، نعت، قومی ملی نغمہ، قصیدہ، منقبت، دعا، مناجات، مرثیہ) میں امتیاز کر سکیں۔
- ذومعانی الفاظ جملے، عبارت سے الگ کر سکیں اور ان کا تحریر میں استعمال کر سکیں۔
- دو نثر پاروں / نظموں کا موازنہ کر سکیں۔ مصنف / شاعر کا انداز بیان سمجھ کر تبصرہ کر سکیں۔
- نظم / غزل کے اشعار کے حوالوں (شاعری کے پس منظر، انداز بیان شعری محاسن کے استعمال کی وضاحت) کے ساتھ تشریح کر سکیں۔
- متضاد الفاظ کی جوڑیاں شناخت کرتے ہوئے تحریر میں استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

دِل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تم ہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تم ہی تو ہو

جو ماسوا کی حد سے بھی آگے گزر گیا
اے رہ نوردِ جادۂ اسریٰ تم ہی تو ہو

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تم ہی تو ہو

دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر، وہ تنہا تم ہی تو ہو

پھوٹا جو سینہ شب تار الست سے
اُس نورِ اولیں کا اُجالا تم ہی تو ہو

جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر
اُس کی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو

سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تم ہی تو ہو

(بہارستان)

ظفر علی خان (۱۸۳۱ء۔۱۹۵۶ء)

ظفر علی خان کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں۔ وہ شاعر بھی تھے، مدیر بھی اور آزادی کی جد وجہد میں حصہ لینے والے ایک سر گرم سیاسی کارکن بھی۔ ان کی پیدائش 1873ء میں قصبہ کوٹ مرتا ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کرم آباد میں ہی حاصل کی اور اس کے بعد اینگلو محمڈن کالج علی گڑھ میں زیر تعلیم رہے۔

مولانا ظفر علی خاں اس وقت کے مشہور روزنامے ''زمیندار'' کے مدیر رہے۔ تحریک آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں انھیں پانچ سال کی قید بامشقت بھی برداشت کرنی پڑی۔ خلافت کی تحریک سے بھی مولانا کی وابستگی بہت مضبوط تھی۔

وہ بیک وقت قادر الکلام اور کامل الفن شاعر، صاحبِ اسلوب ادیب، بے باک صحافی، جگر دار سیاستدان، بے مثل اور بے بدل خطیب تھے۔ آپ کو عربی، فارسی، انگریزی اور اردو زبان پر یکساں عبور تھا۔ ظفر علی خاں کی سیاسی، سماجی کی شاعری کے علاوہ نعت میں بھی کمال حاصل تھا۔ محبت، عقیدت میں پُر تاثیر نعت گوئی بھی آپ کے شاعرانہ مقام و مرتبہ کی عکاس ہے۔

مشق

ا۔ ''نعت'' کے درج ذیل اشعار فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جواب دیں۔

پُھوٹا جو سینہ شب تار الست سے
اُس نورِ اولیں کا اُجالا تم ہی تو ہو

جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر
اُس کی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو

سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولی تم ہی تو ہو

سوالات:

الف۔ نورِ اولیں کا مفہوم بیان کریں؟

ب۔ پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں کس واقعے کی طرف اشارہ ہے؟

ج۔ دوسرے شعر میں ''جبرائیل کے پر جلنے'' سے کیا مراد ہے۔

د۔ تیسرے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیں؟

۲۔ نعت میں بیان کیے گئے اوصافِ حمیدہ میں سے کسی ایک صفت پر اپنے علم کے مطابق خیالات کا اظہار کریں اور خلاصہ بھی تحریر کریں۔

۳۔ اصنافِ شعری:

حمد: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت، یکتائی اور صفات کا ذکر ہو۔

نعت: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اوصافِ حمید کا تذکرہ ہو۔

منقبت: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں صحابہ کرام، بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کی خدمات اور اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہو۔

قصیدہ: ایسی نظم جس میں کسی بادشاہ وغیرہ کی تعریف کی جائے، قصیدہ کہلاتی ہے۔ قصیدے کا بنیادی مقصد ارباب اقتدار کی خوش نودی حاصل کرنا ہوتا ہے یا محض اُن کی فرمائش پورا کرنے کے لیے قصیدہ لکھا جاتا ہے۔

ملی نغمہ: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں وطن اور قوم کی محبت، جذبوں اور ولولوں کا ذکر ہو۔

مرثیہ: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی عظیم شخصیت کی وفات یا کسی دردناک سانحے کا ذکر ہو۔

مناجات دعا: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں رقت انگیز لہجے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی گئی ہو جیسے اُس کی ذات سامنے ہو اور شاعر انتہائی ملتجی ہو۔

۴۔ دیے گئے اشعار کے سامنے، مفہوم کے مطابق حمد، نعت، ملی نغمہ، قصیدہ، منقبت، مرثیہ، دعا، مناجات لکھیں۔

نمبر شمار	اشعار	صنفِ نظم
i	دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفیٰ دیکھے کہ جبرائیل ہے دربانِ مصطفیٰ (مولانا ظفر علی خان)	
ii	رو کر پکارے عترتِ اطہار الوداع عباس الوداع ، علمدار الوداع (میر انیسؔ)	
iii	جب شاہِ نجف معین و ناصر ہوئے کیوں سب میں نہ ممتاز، یہ ذاکر ہوئے (مرزا دبیرؔ)	
iv	لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری (علامہ محمد اقبال)	

v	آؤ بدلیں پُرانا چلن دوستو ہم وطن دوستو ، ہم وطن دوستو دیس اپنا ہے یہ ، اپنی دولت ہے یہ (صوفی غلام مصطفیٰ تبسم)	
vi	بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ کعبہ امن و اماں کا در کھلا شاہِ روشن دل ، بہادر شہ کہ ، ہے رازِ ہستی اُس پہ سرتاسر کھلا (مرزا اسداللہ غالب)	
vii	تُو وہ ہے جو ہر ایک بگڑی سنوار دے میری مراد بھی ، میرے پروردگار دے کونین میں ذلیل نہ کر سب کے رو برو ایمان و عیش و دولت و عزو وقار دے (صفی اورنگ آبادی)	

۵۔ ذومعانی الفاظ

ایسے الفاظ جن کے دو مختلف معنی ہوں، ذو معنی الفاظ کہلاتے ہیں۔ یہ الفاظ ایک معنی میں مذکر اور دوسرے میں مؤنث ہو سکتے ہیں۔ ذیل میں ذو معنی الفاظ دیے گئے ہیں۔ آپ انھیں یاد کریں اور اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

ذو معنی لفظ	ایک معنی	دوسرا معنی
لگن	برتن	محبت
تکرار	بار بار	جھگڑا
بار	پھل	دفعہ
چاہ	کنواں	محبت
مہر	سورج	محبت
بوستان	باغ	کتاب کا نام
لب	ہونٹ	مونچھ
کف	جھاگ	ہتھیلی
ضمیر	دل	اسم ضمیر

❖ درج ذیل جملوں میں ذو معنی الفاظ کے گرد دائرہ لگائیں۔

الف۔ حامد کے ابو کوئلے کی کان میں کام کرتے ہیں۔

ب۔ ہمیں ہمہ وقت اپنے ایمان کی فکر رہنی چاہیے۔

ج۔ تمام مہاجرین ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے۔

د۔ میں نے کبھی مغرب کی نماز قضا نہیں کی۔

ہ۔ انھوں نے میری عرض توجہ سے سُنی۔

و۔ ہم تہہ دل سے اپنی ہار تسلیم کرتے ہیں۔

۶۔ شعرا کے انداز بیان اور اسلوب پر تبصرہ کرتے ہوئے درج ذیل نعتیہ اشعار کا موازنہ کریں۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالمِ آب و خاک میں تیرے حضور کا فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

(علامہ محمد اقبالؔ)

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا

تہ بہ تہ تیرگیاں ذہن پہ جب لوٹتی ہیں
نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا

کچھ نہیں سوجھتا جب پیاس کی شدت سے مجھے
چھلک اٹھتا ہے میری روح میں مینا تیرا

پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ ہے تیرا کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

(احمد ندیم قاسمی)

۷۔ درج ذیل اشعار کی حوالوں کے ساتھ تشریح کریں۔

جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو
سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تم ہی تو ہو

۸۔ متضاد الفاظ: ایسے الفاظ جو ایک دوسرے کے اُلٹ یا مخالف معانی ظاہر کریں۔ مثلاً: اسلام کا متضاد کفر

❖ **درج ذیل الفاظ میں سے باہم متضاد جوڑیاں شناخت کرتے ہوئے اُنھیں جملوں میں استعمال کریں۔**

اجنبی	چاہت	جدید	بڑھاپا	خزاں
نفرت	قدیم	جوانی	بہار	شناسا

سرگرمی

موضوع کے لحاظ سے مختلف شعرا کے شعری مجموعوں سے اپنی اپنی پسند کی حمد، نعت، منقبت، دعا/مناجات، قصیدے، ملی نغمے، مرثیے کے دو دو اشعار تلاش کر کے لکھیں اور اپنے استاد محترم کو دکھائیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو حمد، نعت، ملی نغمہ، منقبت، قصیدہ، مرثیہ اور مناجات/دعا کے تصور سے آگاہ کریں تاکہ وہ کلام پڑھ کر اصناف کی پہچان کر سکیں۔

۳ جاوید کے نام

اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- شاعر کی تکنیک، مقصد، اسلوب پر مبنی سوالات کے جوابات دے سکیں
- عبارت (نظم) کو درست تلفظ، لب ولہجے، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھ سکیں۔
- نظم/غزل کے اجزا (مصرعہ، شعر، قافیہ، ردیف، مطلع، مقطع) کو شناخت کر سکیں۔
- مختلف مصنفین/شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- مختلف عبارتیں پڑھ کر ان میں درج معلومات اور تصورات کا پیش کش کے لحاظ سے تجزیہ کر سکیں۔
- درست تلفظ کی فہم کے لیے اعراب کا استعمال کر سکیں۔
- نظم بہ لحاظ ہیئت (غزل، مخمس، مسدس) کی شناخت کر سکیں۔
- مترادف الفاظ کی شناخت کرتے ہوئے تحریر میں برجستہ استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گُل سے کلام پیدا کر

اُٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر

میں شاخِ تاک ہوں میری غزل ہے میرا ثمر
مِرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر

مِرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

(بالِ جبریل)

علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء)

مصورِ پاکستان، ہمارے قومی و ملی شاعر اور مفکّر سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ والدِ محترم کا نام شیخ نُور محمد تھا۔ ابتدائی تعلیم سیال کوٹ سے حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفے میں ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ سیال کوٹ میں مولوی سید میر حسن جیسے شفیق استاد میسر آئے تو لاہور میں پروفیسر آرنلڈ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطورِ اُستاد کچھ عرصہ خدمات سرانجام دینے کے بعد علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ تشریف لے گئے۔ انگلستان سے وکالت اور جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر کے وطن لوٹے اور وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ ۱۹۳۰ء میں اپنے مشہور خطبہ الہ آباد میں مسلمانانِ برصغیر کے لیے ایک آزاد اور خود مختار اسلامی ملک کا تصور پیش کیا۔

علامہ اقبال نے اُردو فارسی میں پُر اثر شاعری کرنے کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی گراں قدر تحریریں رقم کیں۔ آپ نے شاعری کا آغاز اگرچہ روایتی اردو غزل سے کیا لیکن جلد ہی اپنی توجہ نظم نگاری پر مرکوز کی تاکہ قوم تک اپنا پیغام زیادہ موثر انداز سے پہنچایا جا سکے۔ آپ کی ولولہ انگیز شاعری نے مسلم قوم کے تنِ مردہ میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور عالمِ اسلام کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ علامہ اقبال کی شاعری میں زندگی، کائنات، عشق، عقل، خودی، قومیت، سیاست جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔

علامہ اقبال کے اُردو شعری مجموعوں میں "بانگِ درا"، "ضربِ کلیم"، "بالِ جبریل" اور "ارمغانِ حجاز" شامل ہیں۔ "ارمغانِ حجاز" میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کلام بھی شامل ہے۔ فارسی شعری مجموعوں میں "اسرارِ خودی و رموزِ بے خودی"، "پیامِ مشرق"، "جاوید نامہ"، "زبورِ عجم" شامل ہیں۔

علامہ اقبال نے لاہور میں وفات پائی اور بادشاہی مسجد کے قریب دفن ہوئے۔ عوام آپ کے مزار پر عقیدت و احترام سے حاضری دیتے اور دعا کرتے ہیں۔

مشق

۱۔ علامہ اقبال کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی درج سوالات کے مختصر جواب دیں۔

الف۔ نظم کی غرض و غایت اور ساخت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اشعار کا مناسب اور محتاط موازنہ کریں۔

ب۔ "سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر" سے کیا مراد ہے؟

ج۔ علامہ اقبال نے اپنے طریق کو فقیری کیوں کہا ہے؟

د۔ "نئے صبح و شام" پیدا کرنے سے علامہ اقبال کی کیا مراد ہے؟

ہ۔ "سکوتِ لالہ و گل" سے کلام پیدا کرنے کی شرط کیا ہے؟

۲۔ انٹرنیٹ کی مدد سے اُستادِ محترم کے موبائل فون سے لے اور آہنگ میں یہ نظم سنیں۔ نظم کو درست تلفظ، لب و لہجے، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھیں۔

۳۔ علامہ اقبال کی شاملِ نصاب نظم پڑھ کر اُن کے طرزِ تحریر کی شناخت کرنے کی مشق کریں۔

۴۔ علامہ اقبال نے چونکہ یورپ کی تہذیب اور معاشرت کو قریب سے دیکھا تھا۔ جب آپ کے بیٹے جاوید اقبال اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں انگلستان گئے تو وہاں کی تہذیب و تمدن اور معاشرت سے روشناس ہوئے۔ علامہ اقبال نے اپنے بیٹے کو اس نظم کے ذریعے مشرقی اور مغربی تہذیب میں فرق بتایا ہے۔

الغرض انگلستان کی تاریخ کے دو ادوار (علامہ اقبال اور جاوید اقبال) ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ نظم "جاوید کے نام" پڑھ کر اُس زمانے کے انگلستان کی تاریخ سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دیں۔

۵۔ درست تلفظ کی فہم کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔

فطرت۔ سکوت۔ فرنگ۔ سفال ہند۔ غزل۔ ثمر

۶۔ نظم/غزل کے اجزا (محاسن) کی شناخت

مصرع: شعر کی ایک سطر کو مصرع کہتے ہیں، آدھا شعر کا بیت کا نصف حصہ۔ مصرعہ کے لغوی معنی ہیں دروازے کا ایک کواڑا۔

شعر: بہترین الفاظ کے استعمال کو شعر کہا جاتا ہے۔ مقررہ وزن اور بحر میں لکھی تحریر کو بھی شعر کہتے ہیں، ایک شعر دو ہم وزن، مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک ہی بحر میں لکھے گئے ہوں اور جو کسی سنجیدہ مضمون پر مشتمل ہوں۔

قافیہ: ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔

ردیف: قافیہ کے بعد دہرائے جانے والے الفاظ کو ردیف کہتے ہیں کہ دونوں مصرعے ہم قافیہ باہم قافیہ ہم ردیف ہوں۔

مطلع: غزل کا قصیدے کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ باہم قافی ہم ردیف ہوں۔

مقطع: غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے۔

۷۔ مترادف الفاظ

ایسے الفاظ جن کے معانی ایک جیسے ہوں، مترادف الفاظ کہلاتے ہیں: مثلاً: شب سے رات آدمی سے انسان

❖ **درج ذیل الفاظ میں سے باہم مترادف کی شناخت کریں اور اُن کے جملے تحریر کریں۔**

بہادر	خیال	شجر	آغاز	آسان	پرانا
دلیر	سوچ	درخت	ابتدا	سہل	قدیم

۸۔ **مخمس اور مسدس ہیئت میں فرق**

ایسی نظم جس کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوں مخمس کہلاتی ہے۔ ایسی نظم جس کے ہر بند میں چھے مصرعے مسدس کہلاتی ہے۔

❖ **درج ذیل اشعار کو مخمس اور مسدس کے حوالے سے پہچانیں۔**

دم نہ نکلے تن سے ، یہ مجھ نیم جاں کو حکم ہے
تر نہ ہوں پلکیں ، یہ چشم خوں فشاں کو حکم ہے
ہونٹوں پر نالہ ہے اب قطع زباں کو حکم ہے

سینے میں سوزش ہے اور ضبطِ فغاں کو حکم ہے
آگ گھر میں لگ گئی ہے اور بجھانا منع ہے

(نادرؔ)

بہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تُو نے
بگڑتوں کو اکثر بنایا ہے تُو نے
اُکھڑے دلوں کو جمایا ہے تُو نے
اُجڑتے گھروں کو بسایا ہے تُو نے
بہت تو نے پستوں کو بالا کیا ہے
اندھیرے میں اکثر اُجالا کیا ہے

(الطاف حسین حالیؔ)

سرگرمی

نظم (جاوید کے نام) میں مصرع، شعر، قافیہ، ردیف اور مطلع، مقطع کی نشان وہی کرتے ہوئے ایک ایک مثال لکھیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- علامہ اقبالؔ کی شاعری میں تہذیب مغرب کے منفی اثرات پر روشنی ڈالیں۔
- علامہ اقبالؔ کی شاعری کے اسلوب اور طرز پر روشنی ڈالیں۔
- اردو میں رائج دوسری زبانوں کے الفاظ پر روشنی ڈالیں تاکہ طلبہ الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔

۴ محنت کی برکات

اس نظم کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم/نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- متشابہ الفاظ کو پہچان ان کا تحریر و تقریر میں استعمال کر سکیں۔
- کسی بھی نظم کو پڑھ کر حوالوں کے ساتھ اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے دے سکیں۔
- مختلف مصنفین/شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- کلام/بات کو آغاز/درمیان سے سن کر نظم و نثر کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے موضوع کو بیان کر سکیں۔
- نظم/غزل کے اشعار کے حوالوں (شاعری کے پس منظر، انداز بیان، شعری محاسن کے استعمال کی وضاحت) کے ساتھ تشریح کر سکیں۔
- نظم کے اجزا (قافیہ، ردیف) کو شناخت کر سکیں۔

پڑھیں

مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی   جہاں میں ملی اُن کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہر گز نہ پائی   فضیلت نہ عزت، نہ فرماں روائی
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

نہ بو نصر تھا نوع میں ہم سے بالا   نہ تھا بو علی کچھ جہاں سے نرالا
طبیعت کو بچپن سے محنت میں ڈالا   ہوئے اس لیے صاحب قدر والا
اگر فکر کسب ہنر تم کو بھی ہو
تمھیں پھر ابو نصر اور بو علی ہو

اسی طرح یاں اہل ہمت ہیں جتنے   کمر بستہ ہیں کام پر اپنے اپنے
جہاں کی ہے سب دھوم دھام اُن کے دم سے   فقیر اور غنی سب طفیلی ہیں اُن کے
بغیر اُن کے بے سازوساماں تھی مجلس
نہ ہوتے اگر یہ تو ویراں تھی مجلس

بشر کو ہے لازم کہ ہمت نہ ہارے — جہاں تک ہو کام آپ اپنے سوارے
خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے — کہ ہیں عارضی زور، کمزور سارے
اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
سدا اپنی گاڑی کو گر آپ ہانکو
ہر اک ملک میں خیر و برکت ہے ان سے — ہر اک قوم کی شان و شوکت ان سے
نجابت ہے ان سے شرافت ہے ان سے — شرف ان سے فخر ان سے عزت ہے ان سے
جفاکش بنو، گر ہو عزت کے خواہاں
کہ عزت کا ہے بھید ذلت میں پنہاں

(مدو جزر اسلام)

خواجہ الطاف حسین حالیؔ (۱۸۳۷ء۔۱۹۱۴ء)

خواجہ الطاف حسین حالیؔ ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ ایزد بخش تھا ان کا سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ حالیؔ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کر سکے تاہم ذاتی کوشش سے عربی اور فارسی میں مہارت حاصل کی۔ ناساعد حالات کے باعث دہلی چلے گئے وہاں غالب اور شیفتہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ غالب کی صحبت نے حالیؔ میں شعر و سخن کا صحیح ذوق اور بلند خیالی پیدا کی۔ شیفتہ سے علوم و فنون، شعر و شاعری اور ادب پر بہت کچھ سیکھتے رہے۔ چند سال شیفتہ کے مصاحب رہے۔ ۱۸۷۴ء میں گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں ملازمت مل گئی یہاں ان کا کام انگریزی سے اردو میں ترجمہ کی گئی کتابوں کے مسودوں کی درستی و تصحیح کرنا تھا۔ لاہور کی ادبی فضا حالیؔ کو خوب راس آئی۔ یہاں ان کی ملاقات مولانا محمد حسین آزاد سے ہوئی جو جدید طرز کے مشاعروں کے سلسلے میں پہل کر چکے تھے اور انجمن پنجاب کے بڑے سرکردہ رکن تھے۔ حالیؔ بھی اس انجمن کے رکن بن گئے اور اس کے مشاعروں میں انھوں نے اپنی مشہور مثنویاں برکھارت نشاط امید، مناظرہ رحم و انصاف اور حب وطن پڑھیں جو جدید اردو شاعری کی اہم کڑیاں ہیں۔ چار سال بعد حالیؔ اینگلو عربک اسکول میں مدرس ہو کر دہلی چلے گئے وہاں ان کی ملاقات سرسید سے ہوئی اور جلد ہی وہ تحریک سرسید کے سرگرم رکن بن گئے سرسید کے کہنے پر حالیؔ نے مسدس مدو جزر اسلام لکھی جس کا شمار اردو ادب کے عظیم کارناموں میں ہوتا ہے۔ حالی نے وقت کے اہم مسائل کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔ اپنی نظموں کے ذریعے قوم و ملت کو بیداری کا پیغام دیا۔ مولوی عبدالحق اپنے ایک مضمون میں حالی کے متعلق لکھتے ہیں۔

"حالی کا درد ساری قوم کا درد ہے یہ ہی وجہ ہے کہ اس کے یہ درد نغموں نے قوم کے دلوں کو ہلادیا، سوتوں کو جگادیا اور کاہلوں کو ہوشیار کردیا۔"

صداقت و واقعیت، احساس دردمندی، سادگی، بے تکلفی روانی و برجستگی ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ انھوں نے جوش، سادگی کو شاعری کے لیے لازمی قرار دیا ہے اور اپنے کلام میں بھی ان ہی خوبیوں کا خیال رکھا ہے۔ تصانیف: حیات سعدی، حیات جاوید، یادگار غالب، مسدس حالی، دیوان حالی، مجموعہ نظم حالی وغیرہ۔

مشق

۱۔ نظم پارے کو پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی — جہاں میں ملی اُن کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی — فضیلت نہ عزت، نہ فرماں روائی
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

سوالات:

الف۔ کن لوگوں کو دنیا میں بڑائی ملتی ہے؟ ب۔ دوسرے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیں؟

ج۔ اس بند کے تیسرے شعر کا مرکزی خیال لکھیں۔ د۔ ہماری زندگی میں محنت کی اہمیت کیا ہے؟ اپنی رائے دیجیے۔

۲۔ درج ذیل اشعار کے حوالوں شاعری کے پس منظر، اندازِ بیاں، شعری محاسن / نظم کے اجزا (قافیہ، ردیف) کے استعمال کی وضاحت کے ساتھ تشریح کریں۔

اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
سدا اپنی گاڑی کو گر آپ ہانکو
جفاکش بنو، گر ہو عزت کے خواہاں
کہ عزت کا ہے بھید ذلت میں پنہاں

۳۔ درج ذیل نثر پارہ غور سے پڑھیں اور عصری تناظر میں حالی کی نظم نگاری کے بارے میں رائے دیں۔

حالی کا دور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کا دور ہے۔ اس وقت تہذیبی و سماجی اقدار بدل رہی تھیں۔ مشرق و مغرب کا فکری و تہذیبی تصادم بڑھتا جا رہا تھا۔ قدیم اور جدید تہذیب کا یہ ٹکراؤ ہماری ادبی سیاسی اور تہذیبی تاریخ کا ایک اہم جزو ہے۔ جنگ آزادی سے قبل ہماری شاعری ذہنی آسودگی اور تفریح کا وسیلہ تھی۔ مبالغہ آرائی، لفاظی اور غیر فطری انداز بیان عام تھا۔ سرسید اور علی گڑھ تحریک نے حالی کی شاعری کو نیا رخ عطا کیا انھیں ادب کے موضوعات محدود محسوس ہوئے۔ انھوں نے نیچر اور اس کے متعلق موضوعات پر زور دیا۔

۴۔ درج ذیل اشعار کو ایک طالب علم بلند آواز سے درست تلفظ کے ساتھ ادا کرے۔ جب کہ باقی طلبہ ان اشعار کو سن کر ان کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے باری باری موضوع بیان کریں۔

اگر فکر کسب ہنر تم کو بھی ہو
تمھیں پھر ابو نصر اور بو علی ہو
اسی طرح یاں اہل ہمت ہیں جتنے
کمر بستہ ہیں کام پر اپنے اپنے

۵۔ متشابہ الفاظ

اردو زبان میں بے شمار الفاظ ایسے ہیں جن کا املا ایک ہے لیکن معانی میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مزید یہ کہ بعض الفاظ ایسے ہیں جن کا املا ایک ہے مگر اعراب اور معانی مختلف ہیں۔ ان کے علاوہ ہم صوت یعنی ہم آواز الفاظ بھی ہوتے ہیں۔ الغرض ایسے الفاظ جن کی ظاہری شکل ملتی ہو لیکن وہ املا، معانی اور اعراب میں مختلف ہوں، متشابہ الفاظ کہلاتے ہیں:

❖ مندرجہ ذیل متشابہ الفاظ کو پہچان کر اپنے جملوں میں استعمال کریں اور ان جملوں کو اپنی تقریر کا حصہ بنا کر ہم جماعتوں کو سنائیں۔

عَلم عِلم اَلم

اثر عصر

امارت عمارت

قلب کلب

کثرت کسرت

۶۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

i۔ اس نظم کو کیا کہیں گے جس کے ہر بند میں چھے مصرے ہوں؟

الف۔ ثلاثی ب۔ رباعی ج۔ مسدس د۔ سانیٹ

ii۔ کلام میں ایک دوسرے کے متضاد الفاظ کا استعمال کیا کہلاتا ہے؟

الف۔ صنعتِ تضاد ب۔ صنعتِ تکرار ج۔ صنعتِ تعلیل د۔ صنعتِ مبالغہ

iii۔ مخمس کے ہر بند میں کتنے مصرے ہوتے ہیں؟

الف۔ پانچ ب۔ چار ج۔ تین د۔ دو

iv۔ ہم آواز الفاظ کو کیا کہیں گے؟

الف۔ قافیہ ب۔ ردیف ج۔ روزمرہ د۔ متشابہ

v۔ غزل کے کس شعر میں تخلص کا استعمال کرنا لازمی ہوتا ہے۔

الف۔ مطلع ب۔ مقطع ج۔ مطلع ثانی د۔ حسن مطلع

سرگرمیاں

۱۔ طلبہ کو حالی کی نظم ''حب وطن'' کی ریکارڈنگ سنوائیں اور گروپس کی صورت میں ان سے تبصرہ کروائیں۔

۲۔ طلبہ کو الطاف حسین حالی کی نظم ''برکھا رت'' کے چند اشعار سنائیں اور نظم کے اہم نکات تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کو کہیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو افادی ادب کے حوالے سے الطاف حسین حالی کی شاعری کی چیدہ چیدہ خصوصیات سے آگاہ کریں تاکہ طلبہ ان کی مدعا نگاری کی روایت کی شناخت کر سکیں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ کسی بھی شاعر یا ادیب کی تخلیقات کا جائزہ لینے کے لیے اس کے عہد پر نظر ڈالنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ کوئی بھی ادیب یا شاعر اپنے زمانے کے میلانات سے بے بہرہ نہیں ہو سکتا اس کی فکر، اس کا شعور ایک مخصوص عہد تہذیبی، سیاسی، سماجی حالات میں پروان چڑھتا ہے۔
- تقریر لکھنے کے لیے طلبہ کو لائبریری سے کتب، انٹرنیٹ اور دیگر حوالہ جاتی مواد تلاش کرنے کی تلقین کیجیے۔

۵ کرکٹ اور مشاعرہ

اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :

- منثور اور منظوم کلام کے متعلق اشارات اور اہم نکات سُن کر اُن کے فہم کا تجزیہ کر سکیں۔
- مختلف منظوم اور منثور اصنافِ ادب پڑھ کر مصنفین، شعراء کے طرزِ تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- معلوماتی کتب، قاموس مترادفات، انٹرنیٹ، انسائیکلوپیڈیا، لغات وغیرہ سے حوالہ جاتی مواد تلاش کر کے بر محل استعمال کر سکیں۔
- کلام / بات درمیان سے سن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتا سکیں۔
- متن پڑھ کر خیالات، آرا اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے رائے پیش کر سکیں۔
- اصناف سخن کے محاسن (استعارہ اور تشبیہ) کو شناخت کر سکیں۔
- اردو میں رائج دوسری زبانوں کے الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔
- اپنی گفت گو میں جذبے اور تاثر کے حوالے سے شدت اور لہجے کے زیر و بم کا لحاظ رکھ کر ڈرامائی کیفیات ادا کر سکیں۔

پڑھیں

مشاعرہ کا بھی تفریح ایم ہوتا ہے
مشاعرہ میں بھی کرکٹ کا گیم ہوتا ہے

وہاں جو لوگ کھلاڑی ہیں وہ یہاں شاعر
یہاں جو صدر نشیں ہے وہاں ہے امپائر

وہاں ریاضِ مسلسل سے کام چلتا ہے
یہاں گلے کے سہارے کلام چلتا ہے

وہاں بھی کھیل میں تو بال ہو تو فاؤل ہے
یہاں بھی شعر میں اہمال ہو تو فاؤل ہے

وہاں ہے ایل بی ڈبلیو یہاں یہ چکر ہے
کہ عندلیب مونث ہے یا مذکر ہے

وہاں بھی صرف مقدر کا کھیل ہوتا ہے
جو اَن لکی ہے یہاں بھی وہ فیل ہوتا ہے

وہاں جو لوگ اناڑی ہیں وقت کاٹتے ہیں
یہاں بھی کچھ متشاعر دماغ چاٹتے ہیں

ہوا کرے اگر اسکور اس کا زیرو ہے
یہاں جو شخص پھسڈی ہے وہ بھی ہیرو ہے

مرے خیال کو اہل نظر کریں گے کیچ
مشاعرہ بھی ہے اک طرح کا کرکٹ میچ

(خدا جھوٹ نہ بلوائے)

دلاور فگار (۱۹۲۹ء۔۱۹۹۸ء)

اصل نام دلاور حسین، تخلص فگار تھا۔ بدایون میں پیدا ہوئے۔ والد شاکر حسین مقامی کالج میں اُستاد تھے۔ شروع شروع میں دلاور فگار نے شباب کے تخلص سے بھی شاعری کی تھی۔ والد کی ناگہانی وفات کے بعد دلاور فگار کو بسلسلہ روزگار ڈاک خانے میں ملازمت اختیار کرنا پڑی لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دیا اور بی اے کرنے کے بعد تدریس و تعلم کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ اسی دوران آگرہ یونی ورسٹی سے اُردو اور معاشیات کے مضامین میں ایم اے کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ۱۹۶۹ء میں وہ بدایون کو خیر باد کہہ کر کراچی چلے آئے اور اسی شہر کو اپنا مسکن بنا لیا۔

آغاز میں دلاور فگار غزل کہا کرتے تھے اور معروف شاعر شکیل بدایونی سے اصلاح بھی لیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلیات کا ایک مجموعہ "حادثے" کے نام سے شائع ہوا۔ بعد میں اپنے استاد محترم کے مشورے سے شگفتہ شاعری کی جانب متوجہ ہوئے اور اس میں اپنا نام اور مقام بنایا۔ مزاحیہ قطعات اور منظومات کے باعث آپ کو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

دلاور فگار کی حسِ مزاح تیز ہے، شاعرانہ ہنر مندی اور طنز کے اندازنے واقعاتی مزاحیہ شاعری میں ان کی دھوم مچادی۔ ان کے طنزیہ نشتروں میں لطیف عنصر بھی نمایاں ہے جو قاری کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔ دلاور فگار نے ایک طویل مدت تک کراچی کے اخبارات "جسارت"، "نوائے وقت" اور "مساوات" میں منظوم کالم نگاری بھی کی جسے عوام میں کافی مقبولیت حاصل تھی۔ اِن کا تمام طنزیہ مزاحیہ کلام "کلیات دلاور فگار" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ تاہم شعری مجموعوں میں ستم ظریفیاں، شامت اعمال، مطلع عرض ہے، انگلیاں فگار اپنی، آداب عرض، از سر تو، خدا جھوٹ نہ بلوائے اور فی سبیل اللہ اہم ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے کراچی میں وفات پائی۔

مشق

۱۔ ایک طالب علم اس نظم کے درج ذیل اشارات اور اہم نکات کو بلند آواز سے ادا کرے:

اس نظم میں دلاور فگار نے کرکٹ میچ اور مشاعرے کے دوران پیش آنے والی مختلف کیفیات کو مزاحیہ انداز سے مشابہت دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ کس طرح ایک کھلاڑی کی طرح ایک بے تکا شاعر عوام کو محظوظ اور لطف اندوز کرنے کا موقع بہم نہیں پہنچاتا بلکہ اپنی ناقص کارکردگی سے انھیں بیزاری کا شکار کرتا ہے۔ کرکٹ میچ ہی کی مانند مشاعرے میں بھی شعرا کو مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ شاعر نے ان سب معاملات کو ہلکے پھلکے شگفتہ انداز میں بیان کیا ہے۔

❖ پڑھے گئے منظوم کلام کرکٹ اور مشاعرہ سے متعلق اشارات اہم نکات آپ نے ملاحظہ کیے، اب طلبہ باری باری ان کے فہم کا تجزیہ کرنے کی مشق کریں۔

۲۔ درج ذیل اشعار کو ایک طالب علم ساتھی طلبہ کے سامنے بلند آواز سے پڑھے۔ باقی طلبہ انھیں سُن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ نظم کے اہم نکات باری باری بیان کریں۔

وہاں جو لوگ کھلاڑی ہیں وہ یہاں شاعر
یہاں جو صدر نشیں ہے وہاں ہے امپائر
وہاں پہ شرط کہ ہو زورِ بازوئے محمود
یہاں یہ قید کہ ہو لحن حضرت داود

۳۔ طنز و مزاح

زندگی کے عیوب و نقائص، ماحول کی ناہمواریوں اور بے اعتدالیوں، لوگوں کے انفرادی یا اجتماعی عادات، سیاسی، سماجی یا اقتصادی نظام کی کمزوریوں اور خامیوں کو مزاحیہ انداز میں اس طرح پیش کرنا کہ وہ لوگوں کو بُرا نہ لگے اور ان کے ذہن ان خامیوں کی طرف متوجہ بھی ہو جائیں طنز کہلاتا ہے۔
مزاح پیدا کرنے کے لیے ایک مزاح نگار الفاظ کے ہیر پھیر، واقعات اور حرکات و سکنات سے کام لیتا ہے۔ مزاح میں کسی خاص شخص یا ادارے کو نشانہ تضحیک نہیں بنایا جاتا اور نہ ہی اس کا مقصد کسی قسم کی اصلاح ہوتا ہے بلکہ یہ صرف فرحت و خوشی پیدا کرنے کے لیے بروئے کار لایا جاتا ہے۔
دلاور فگار نے اپنی اس نظم میں طنز و مزاح کو مزید لطیف بنانے کے لیے انگریزی زبان کے الفاظ کو بھی خوب صورتی اور کامیابی سے استعمال کیا ہے۔ جس سے اردو میں رائج دوسری زبانوں کے الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

❖ **دلاور فگار کی طرح اُردو کے مایہ ناز شاعر اکبرالہٰ آبادی نے بھی اردو شاعری میں انگریزی زبان کے الفاظ کو درست اور موثر انداز میں استعمال کیا ہے۔ ان کے درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے اُردو میں رائج دوسری زبانوں کے الفاظ کے استعمال کی اہمیت کو سمجھنے کی مشق کریں:**

کوٹھی میں جمع ہے نہ ڈپازٹ ہے بینک میں
قلاش کر دیا مجھے دو چار تھینک نے
تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو

جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو

ہم کیا کہیں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے

بی اے ہوئے ، نوکر ہوئے ، پنشن ملی ، پھر مر گئے

۴۔ نظم کا متن آپ نے پڑھا۔ درج ذیل اشعار کو خصوصی طور پر پڑھ کر تمام طلبہ باری باری دلاور فگار کے طرزِ تحریر کی شناخت کرنے کی مشق کریں۔

وہاں بھی کھیل میں نو بال ہو تو فاؤل ہے

یہاں بھی شعر میں اہمال ہو تو فاؤل ہے

وہاں بھی صرف مقدر کا کھیل ہوتا ہے

جو اَن لکی ہے یہاں بھی فیل ہوتا ہے

وہاں ہے ایک ہی کپتان پوری ٹیم کی جان

یہاں ہر ایک پلیئر ہے بجائے خود کپتان

۵۔ شاعر نے مختلف کیفیات کے ذریعے ''کرکٹ اور مشاعرے'' میں فرق واضح کیا ہے، تمام طلبہ باری باری اس نظم پر اس انداز میں گفتگو کریں کہ اس میں جذبے اور تاثر کے حوالے سے شدت اور لہجے کے زیر و بم کا لحاظ رکھ کر ڈرامائی کیفیات ادا ہو سکیں۔

۶۔ شاعر نے کرکٹ میچ اور مشاعرے کے حوالے سے اپنے خیالات، آرا اور رویے کا اظہار کیا ہے۔ آپ اس نظم کے متن کو پڑھ کر ان خیالات، آراء کے آپس کے تعلق کو سمجھتے ہوئے کرکٹ کے ایک ناکام کھلاڑی اور ایک بے تکے شاعر کے متعلق اپنی رائے دیں۔

۷۔ اصناف سخن کے محاسن (استعارہ، تشبیہ اور ان کے ارکان)

i۔ استعارہ اور ارکانِ استعارہ

استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینے کے ہیں۔ علم بیان کی رو سے جب کوئی لفظ اصل کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور اس کے حقیقی اور مجازی معنوں کا تعلق تشبیہ کا ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ تشبیہ میں جو بات مشبہ میں ہوتی ہے اس کا ذکر استعارہ میں نہیں ہوتا۔ لیکن استعارہ میں مشبہ بہ کو مشبہ مان لیا جاتا ہے۔ مثلاً: ماں اپنے بچے کے لیے کہے: چاند سو رہا ہے۔

اک روشن دماغ تھا نہ رہا

شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا

ارکان استعارہ: استعارہ کے تین ارکان ہوتے ہیں۔

ا۔ مستعار لہ: جس کے لیے لفظ اُدھار لیا جائے اس کا ذکر استعارے میں نہیں ہوتا۔ اوپر دی گئی مثالوں میں بچہ اور عظیم شخصیت بطور مستعار لہ لوگوں کے استعمال ہوئے ہیں۔

۲۔ مستعار منہ: جس لفظ یا معنی اُدھار لیے جائیں۔ اوپر دی گئی مثالوں میں چاند اور روشن چراغ

۳۔ وجہ جامع: مشترک خوبی یا خامی، اوپر دی گئی مثالوں میں خوبصورتی اور علم کی روشنی۔

ii۔ تشبیہ اور ارکان تشبیہ

تشبیہ کے لفظی معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دینا یا مثال دینا۔ اور علم بیان کی رو سے ایک چیز کسی مشترک خوبی کی بنا پر دوسری چیز کے مانند قرار دیا جائے۔ جبکہ وہ خوبی دوسری چیز میں زیادہ پائی جاتی ہو تو اسے تشبیہ کہتے ہیں۔ مثلاً:

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

بچہ چاند کی طرح خوبصورت ہے۔

اس فقرے میں بچے کی خوبصورتی کو چاند سے تشبیہ دے کر اس کے حسن کو ظاہر کیا گیا ہے چونکہ چاند حسن کے لحاظ سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ لٰہذا بچے کی خوبصورتی کو چاند کی مانند قرار دیا گیا ہے۔ ارکان تشبیہ :۔ تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں: مشبہ، مشبہ بہ، حروف تشبیہ، وجہ شبہ، غرض تشبیہ

❖ **استعارہ اور تشبیہ کی ایک شعری اور ایک نثری مثال دے کر ان میں ارکانِ استعارہ اور ارکانِ تشبیہ کی وضاحت کریں۔**

سرگرمی

ا۔ درج ذیل اُرڈو طنز و مزاح گو شعرا کے شعری مجموعے لائبریری سے جاری کروائیں اپنی پسند کی اور ان کی ایک ایک نظم طنزیہ و مزاحیہ نظم لکھ کر اپنی ایک بیاض ترتیب دیں۔

الف۔ اکبر الہ آبادی — ب۔ سید محمد جعفری

ج۔ سید ضمیر جعفری — د۔ سرفراز شاہد

مختلف معلوماتی کتب، قاموس، مترادفات، انٹرنیٹ، انسائیکلوپیڈیا یا لغات وغیرہ سے ان شعراء کے متعلق حوالہ جاتی مواد تلاش کر کے اُن کا مختلف مواقع پر بر محل استعمال کرنے کی مشق کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- نظم کی تدریس سے قبل شاعری میں مزاح تخلیق کرنے کے مختلف طریقوں مثلاً: پیروڈی، تحریف نگاری وغیرہ پر استحسانی اور تنقیدی گفتگو کریں۔
- طلبہ کو لائبریری لے کر جائیں اور انھیں معلومات کتب، قاموس مترادفات، انٹرنیٹ، انسائیکلوپیڈیا، لغات وغیرہ سے حوالہ جاتی مواد تلاش کرنے اور اسے بر محل استعمال کرنے کی مشق کرائیں۔
- طلبہ کو اردو میں رائج دوسری زبانوں کے الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت سے آگاہ کریں۔ کریں۔

۶ پیامِ لطیف

اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کسی بھی نظم یا نثر کو پڑھ کر اس کے اہم نکات کا خلاصہ لکھ سکیں۔
- مختلف سامعین اور مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی موضوع پر اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر لکھ سکیں۔
- تراجم کی صورت میں علاقائی ادب سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے مختلف ثقافتوں کا اپنی ثقافت سے موازنہ کر سکیں۔
- کسی بھی نظم کو پڑھ کر حوالوں کے ساتھ اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے دے سکیں۔
- منتخب اقتباسات (انگریزی سے اردو) کے اصل معانی و مفہوم اور مقاصد کو برقرار رکھتے ہوئے تراجم کر سکیں۔
- مباحثوں، مذاکروں میں موضوع کے حق یا مخالفت میں حصہ لے سکیں۔
- کسی بھی نثر / نظم پارے میں موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اس کی وضاحت کے لیے اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔

پڑھیں

بے اعتدالیوں سے نحیف و نزار ہیں
خود سر ہیں اور چارہ گری کے شکار ہیں

بے اعتدالیاں ہوں تو کیا چارہ گر کرے
پرہیز ہی نہ ہو تو دوا کیا اثر کرے

چارہ سازوں میں بیٹھنا سیکھو، پھر نہ ہوگا کبھی کوئی آزار
راس آئے گا ان کا قرب تمھیں، جو بدلتے ہیں فطرتِ بیمار

اور کوئی ہو چارہ ساز اگر ، چارۂ درد بے اثر ہو جائے
اُس کو حاجت نہیں مسیحا کی ، جس پہ محبوب کی نظر ہو جائے

تیری ہی ذات اول و آخر، تو ہی قائم ہے اور تُو ہی قدیم
تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے ، تیرا ہی آسرا ہے ، رب کریم

کم ہے جتنی کریں تِری توصیف، تو ہی اعلیٰ ہے اور تُو ہی علیم
والیِ شش جہات واحد ذات، رازقِ کائنات ربِ رحیم

کامل ایمان کے ساتھ جس نے بھی ، دل سے مانا زبان سے مانا
جس کی خاطر بنی ہے یہ دنیا ، اس محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم) کا مرتبہ جانا

فوقیت اس کو دوسروں پہ ملی ، اپنی ہستی کو اُس نے پہچانا
جس نے اس قادرِ حقیقی کو ، وحدہ لا شریک گردانا

(رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی، ترجمہ: شیخ ایاز)

شاہ عبداللطیف بھٹائی (۱۶۹۰ء تا ۱۷۵۱ء)

شاہ عبداللطیف کے سالِ پیدائش کے سلسلے میں جس روایت کو مستند مانا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ۱۱۰۱ھ (۹۰_۱۶۸۹ء) میں سید شاہ حبیب کے گھر ضلع مٹیاری کے علاقے ہالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید شاہ حبیب کا شمار اپنے علاقے کی بزرگ شخصیات میں ہوتا تھا جنھوں نے اپنے بیٹے شاہ لطیف کی پیدائش کے بعد اپنے علاقے کو چھوڑ کر کوٹڑی میں سکونت اختیار کی۔ سرزمین سندھ ایسے قلندروں کا مسکن ہے جن کی گفتار و کردار اور عمل ایک دنیا کی ذہنی، فکری اور روحانی تربیت اور فیوض و برکات کا باعث بنے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی بھی ایسی ہی ایک عظیم روحانی شخصیت ہیں۔ سید حبیب شاہ کا خاندان علم و ادب اور تصوف میں خاصا زرخیز تھا۔ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی ہی میں شاہ لطیف نے سندھ کی دھرتی کو اپنے سندھی کلام سے محبت، امن، رواداری اور بھائی چارے کا گہوارہ بنانے کی تعلیم دی۔ آپ نے طویل عرصے تک مخدوم نوح، مخدوم بلاول اور اپنے پردادا شاہ عبدالکریم اور دیگر بزرگوں کی درگاہوں پر وقت گزارا۔ آپ کا کلام حقیقت و معرفت الٰہی کی تعلیم تھی جو یقیناً انسان کو انسانیت کے اعلیٰ مقام و مرتبے پر لا کھڑا کرتی ہے۔ آپ آباد کردہ ریت کا ٹیلہ "بھٹ" دنیا میں بھٹ شاہ کے نام سے مشہور ہوا جس کی شہرت روز افزوں ہوتی چلی جا رہی ہے۔ دنیا میں کتنے لوگوں نے اہ لطیف کی شاعری کے اسرار و رموز جاننے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے سندھی زبان سیکھی۔ آپ کے مریدوں کی تعداد سیکڑوں بلکہ ہزاروں میں تھی۔ آپ کی شاعری کا مجموعہ "شاہ جو رسالو" کے نام سے شائع ہوا جس کا منظوم ترجمہ شیخ مبارک علی ایاز المعروف شیخ ایاز (۱۹۲۳ء_۱۹۹۷ء) نے کیا۔ شیخ ایاز خود بھی سندھی زبان کے اسکالر اور بڑے شاعر ہیں۔ "شاہ جو رسالو" یعنی "شاہ کا رسالہ" کے مختلف حصے ہیں جن میں سے ہر حصے کو "سر" کہا جاتا ہے۔ "سر کلیان" سے "سر بلاول" تک "شاہ جو رسالو" اٹھائیس حصوں پر مشتمل ہے۔

مشق

۱۔ فنِ ترجمہ نگاری

فنِ ترجمہ نگاری ایک قدیم فن ہے۔ انسان نے جب سے علمی، تہذیبی، ثقافتی، تجارتی اور تاریخی لین دین شروع کیا ہوگا تو اسے ایک دوسرے کی زبانوں کے ترجمے کی ضرورت پڑی ہوگی۔ اس طرح ترجمے کا فن اُتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ انسان کی سماجی زندگی۔ ہندوستان میں قدیم عہد سے مغلوں کے عہد تک، ترجمے کی روایت کے نمایاں آثار ملتے ہیں۔

سترھویں صدی عیسوی میں جن لوگوں نے یہاں اردو نثری اور شعری ادب کا آغاز کیا ان کی علمی زبان فارسی تھی۔ اردو ادب کے ابتدائی عہد میں بہت بڑی تعداد میں فارسی، عربی اور سنسکرت سے اردو میں ترجمے کیے گئے۔ اس کے بعد ہندوستان میں انگریزوں کی آمد ہوئی۔ انھوں نے فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج میں بے شمار فارسی اور انگریزی کی کتابوں کا اردو ترجمہ کرایا۔ جامعہ عثمانیہ کے دارالترجمہ، سرسید سائنٹیفک سوسائٹی، انجمن پنجاب لاہور، دارالمصنفین علی گڑھ نے بھی ترجمے کے سلسلے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

ترجمے کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ دیگر اقوام کے علوم وفنون سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ ترجمہ نگاری کی مختلف اقسام ہیں:

علمی ترجمہ، ادبی ترجمہ، صحافتی ترجمہ

اسی طرح ترجمہ نگاری کے تین طریقے ہیں:

لفظی ترجمہ، آزاد ترجمہ، معتدل ترجمہ

(فنِ ترجمہ نگاری۔ مرتبہ خلیق انجم)

❖ درج ذیل دی گئی انگریزی عبارت کا اردو میں لفظی ترجمہ کر کے اُستادِ محترم سے اس کی اصلاح کرائیں۔ انگریزی عبارت کے اصل معانی، مفہوم اور مقاصد ضرور برقرار رہیں۔

Reading of books is a great source of pleasure. Reading books gives peace of mind, Satisfaction and rots of recreation two. By reading books we acquire knowledge and wisdom about people, place, listers, culture and noble virtues. If develop the hobby of reading books, we can enjoy all the benefits of reading When we get dull and tired the books gives us peace of mind and mdle us optimists.

۲۔ ''پیامِ لطیف'' نظم آپ نے پڑھی۔ حوالوں کے ساتھ درج ذیل اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے دیں۔

کم ہے جتنی کریں تری توصیف، تو ہی اعلیٰ ہے اور تُو ہی علیم
والیِ شش جہات واحد ذات، رازقِ کائنات ربِ رحیم

کامل ایمان کے ساتھ جس نے بھی، دل سے مانا زبان سے مانا
جس کی خاطر بنی ہے یہ دنیا، اس محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) کا مرتبہ جانا

۳۔ شاہ عبداللطیف کے شاملِ نصاب کلام میں موجود مختلف موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اپنے ساتھی طلبہ کے سامنے وضاحت کریں اور انسانی شخصیت کی تربیت کے حوالے سے اِن زریں افکار وخیالات پر اپنی رائے کا اظہار بھی کریں۔

۴۔ شاہ لطیف کے شاملِ نصاب کلام کے اہم نکات کا خلاصہ لکھیں۔

۵۔ شاملِ نصاب شاہ لطیف کا کلام سندھی زبان کے معروف ادیب اور شاعر شیخ ایاز نے ترجمہ کیا ہے۔ معروف سندھی افسانہ نگار امر جلیل کی تصنیف ''تاریخ کا کفن'' سکول کی لائبریری سے جاری کرائیں۔ اس کتاب کا مطالعہ اپنے استاد محترم کی نگرانی میں کرتے ہوئے سندھی ثقافت کا اپنی ثقافت سے موازنہ کریں۔

سرگرمیاں

۱۔ ''شاہ لطیف کی شاعری میں "اعلیٰ انسانی اقدار'' کے عنوان سے سکول میں شہر کی سطح پر ایک مباحثے یا مذاکرے کا اہتمام کریں۔ اپنے استاد محترم سے رہ نمائی لے کر خود بھی موضوع کے حق یا مخالفت میں حصہ لیں۔

۲۔ مختلف سامعین اور مقاصد کو مدِ نظر رکھ کر ''برداشت اور رواداری'' کے موضوع پر اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر لکھیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری، ماحول کے متعلق آگاہی سے پیشتر طلبہ کو سندھی ثقافت، تہذیب، تاریخ سے متعلق معلومات سے آگاہ کریں تاکہ طلبہ علاقائی ادب سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے مختلف ثقافتوں کا اپنی ثقافت سے موازنہ کر سکیں۔
- طلبہ کو عالمی ثقافتوں، معاشرت، معاشی، سماجی رابطوں کے لیے مختلف تحاریر پڑھنے کی مشق کرائیں اور ان سے معلومات حاصل کرنا سکھائیں۔

حصہ غزل

۱ فقیرانہ آئے صدا کر چلے

اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم / نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔ مصنف شاعر کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی سوالات کے جوابات دے سکیں۔
- غزل کی شاعری میں مطلع اور مقطع کی شناخت کر سکیں اور ان کا فرق سمجھ سکیں۔
- عبارت کو درست تلفظ، لب و لہجہ، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھ سکیں۔
- مختلف سامعین اور مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی موضوع پر اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۲۵۰ الفاظ پر مبنی تقریر لکھ سکیں۔
- اصناف نظم کے محاسن (علم بدیع: تلمیح، صنعت تکرار، صنعت تضاد)، (علم بیان: کنایہ، مجاز مرسل) کو شناخت کر سکیں۔
- مختلف تحریری سرگرمیوں میں الفاظ کے درست املا کا خیال رکھتے ہوئے تحریری کام پر نظر ثانی ادارت (پروف ریڈنگ) کر سکیں،

پڑھیں

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں! خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اِس عہد کو اب وفا کر چلے

شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی
کہ مقدور تک تو دوا کر چلے

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حقِ بندگی ہم ادا کر چلے

نہ دیکھا غمِ دوستاں شکر ہے
ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

(کلّیاتِ میر تقی میرؔ)

میر تقی میرؔ (۱۸۱۰ء۔۱۷۲۳ء)

میر تقی میر کا اصل نام ''محمد تقی'' اور ''میرؔ'' تخلص تھا۔ آپ کے والد کا نام محمد علی متقی ہے جو اپنے نام کی طرح اپنے عہد کے صاحبِ کرامت بزرگ مانے جاتے تھے۔ آپ کے اجداد مجاز مقدس سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے، حیدر آباد، احمد آباد اور پھر آگرہ میں قیام کیا۔ میر کی پیدائش آگرہ ہی میں ہوئی۔ بچپن میں ہی آپ والد کے سائے سے محروم ہوگئے۔ چچانے آپ کی پرورش کا ذمہ لیا مگر جلد ہی ان کا انتقال بھی ہوگیا۔

سوتیلے بھائیوں کی بے مروتی اور بد سلوکی، فکر معاش اور حالات کی ابتری نے آپ کو بے حد متاثر کیا۔ آخر کار آپ نے دلی میں خراب حالات کے پیش نظر لکھنو کا رخ کیا اور اپنی وفات ۱۸۱۰ء تک لکھنؤ میں مقیم رہے۔ میرؔ نے ایک بھرپور اور ہنگامہ خیز زندگی بسر کی۔ حادثاتِ زمانہ نے آپ کو حساس مزاج بنادیا۔ میرؔ نے اردو کے چھے دیوان مرتب کیے جن میں غزلوں کے علاوہ قصائد، رعبائیات، مثنویاں اور واسوخت نمایاں ہیں۔ نثر میں ''نکات الشعراء ذکر میر اور فیض میر'' قابل ذکر تخلیقات ہیں۔ ایک دیوان فارسی کا بھی یادگار چھوڑا ہے۔ میرؔ نے تقریباً عام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے تاہم آپ کی وجہ شہرت غزل ہے۔ آپ کو ''خدائے سخن'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی شاعری لفظ و معنی کی ایسی جادو گری ہے جس نے قاری کو اپنے سحر میں گرفتار کیا۔ زمانے کے مزاج کی تبدیلی کے باوجود آپ کی شاعرانہ عظمت میں فرق نہ آیا۔ ہر دور میں آپ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف نا صرف ہم عصر شعرا بلکہ متاخرین نے بھی کیا ہے۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے آپ کو ''سرتاج شعرائے اُردو'' قرار دیا ہے۔ اسلوب بیان میں سادگی، سلاست، بے تکلفی، ترنم اور سہل ممتنع ہے۔ درد و غم کا بھی ترجمانی آپ کے کلام کی انفرادی خصوصیت ہے۔ دنیا کے بے ثباتی، درویشی، قناعت اور دیگر صوفیانہ موضوعات کو میرؔ نے خوب صورتی سے شاعری کا حصہ بنایا ہے۔

مشق

ا۔ درج ذیل اشعار کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جواب لکھیں۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں! خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اِس عہد کو اب وفا کر چلے

سوالات:

الف۔ شاعر نے ''فقیرانہ آئے'' سے کیا مراد لیا ہے؟ ب۔ میرؔ نے کس عہد کو وفا کرنے کا ذکر کیا ہے؟

۲۔اپنے درجے کے مطابق موزوں الفاظ و تراکیب کا استعمال کرتے ہوئے ''میر تقی میر کے عہد کے معاشی اور معاشرتی حالات'' پر گفتگو کریں۔

۳۔ مندرجہ ذیل عبارت کو درست تلفظ اور لب و لہجے سے پڑھیے۔

''میر صاحب کے اشعار میں جو نشتریت، جوشیلا پن، سوز و گداز اور بات کرنے کا جو سلیقہ ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ میرؔ کے بہتر نشتر مشہور ہیں۔ فلسفے اور تصوف کا اثر ان کے یہاں کم کم ہے مگر عشق حقیقی و مجازی کے اثرات سے ان کا سارا کلام پُر ہے۔ ان کے کلام میں ایسا ترنم اور ایسی اثر آفرینی ہے جو بعض وقت طلسم اور سحر کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ زبان شستہ و رفتہ، کلام صاف، مضمون دل پسند، طرز ادا بے ساختہ اور ہلکے ہلکے نشتروں سے بھرپور ہے یہ میرؔ کے کلام کی خصوصیت ہے۔ ان کے کلام میں جو حزن و ملال اور ایک یاس انگیز کیفیت ہے اس پر اہل نظر سر دھنتے ہیں۔

(بہ حوالہ نقوشِ ادب، مہ لقا اعجاز)

۴۔ مندرجہ بالا پیراگراف غور سے پڑھیے اور میر تقی میر کے کلام کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی سوالات کے جواب دیں۔

ا۔ میرؔ کے کلام کی نمایاں خصوصیات کون سی ہیں؟ کوئی سی دو لکھیے۔

۲۔ میرؔ کے کلام پر اہلِ نظر کے سر دھننے کی کیا وجہ ہے؟

۳۔ میرؔ کے بہتر نشتر مشہور ہیں؟ اس جملے کی وضاحت کریں۔

۵۔ میرؔ کے مندرجہ ذیل شعر پر نظرثانی/ پروف ریڈنگ کرتے ہوئے املا کی درستی کریں اور شعر دوبارہ لکھیے۔

کہا میں نے قتنا ہے گل کا سبات
قلی نے یہ سن کر تبسم کیا

۶۔اصناف نظم کے محاسن کی شناخت

i۔(غزل، مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف)

غزل عربی زبان کا لفظ ہے غزل کے معنی ہیں عشق و محبت کی باتیں کرنا یا عورتوں سے باتیں کرنا۔ شکاری کتوں کے نرغے میں آ کر انتہائی بے بسی کی حالت میں ہرن کے منہ سے جو چیخ نکلتی ہے، اسے بھی غزل کہتے ہیں۔ شاعری کی اصطلاح میں غزل سے مراد شاعری کی وہ قسم ہے جس میں عشق و محبت، ہجر و وصال کا احوال اور محبوب کے حسن کی باتیں ہوں۔ غزل کے اشعار کی تعداد ہمیشہ طاق ہوتی ہے جس کی کم سے کم تعداد پانچ اور بعض ناقدین کے نزدیک زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

غزل کا ہر شعر ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے جو معنی و مضمون کے لحاظ سے دوسرے شعر کا محتاج نہیں ہوتا۔ غزل کا پہلا شعر **مطلع** کہلاتا ہے بشر طیکہ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں۔ بصورتِ دیگر اُسے غزل کا پہلا شعر تو کہا جائے گا، مگر مطلع نہیں کہلائے گا۔ غزل کے آخری شعر کو **مقطع** کہتے ہیں بشر طیکہ اس میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال کیا ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ غزل کا آخری شعر تو کہلائے گا مقطع نہیں۔ ہم آواز الفاظ کو **قافیہ** جب کہ قافیے کے بعد دہرائے جانے والے الفاظ کو **ردیف** کہا جاتا ہے۔ ایسی غزل جس میں ردیف استعمال نہ ہو اسے غیر مردف غزل کہتے ہیں۔

❖ میر تقی میرؔ کی غزل میں مطلع، مقطع کی نشان دہی کرتے ہوئے ان میں موجود قافیہ اور ردیف لکھیں۔

ii۔ علم بدیع (صنائع معنوی اور لفظی)

بدیع کے معنی ہیں انوکھا، نوایجاد شے، اور تنی ہوئی رسی۔ اصطلاح کے طور پر بدیع سے مراد وہ علم ہے جس سے کلام کو اور زیادہ اثر آفریں اور دلکش بنایا جا سکے۔ علمِ بدیع کو علمِ معنی بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح شاعری میں معنی آفرینی، لطافت اور تخلیقی رفعت پیدا کرنے کے لیے جو پیرایۂ اظہار اختیار کیا جاتا ہے اسے صَنعت کہتے ہیں۔ صنائع کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ صنائع معنوی اور صنائع لفظی۔ صنائع معنوی سے کلام میں معانی اور صنائع لفظی سے کلام کے لفظوں میں حسن و جمال پیدا ہوتا ہے۔

(الف) صنعت تلمیح

تلمیح ایک معنوی صَنعت ہے جس میں کسی مشہور تاریخی واقعے قصے یا مسئلے کی طرف شعر میں تاثیر پیدا کرنے کے لئے مختصر الفاظ میں اشارہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی

(ب) صنعتِ تکرار:

کلام میں ایک لفظ یا الفاظ کو تکرار کے ساتھ یا بار بار استعمال کرنا۔ مثلاً:

روتے روتے کون سویا خاک پر
ہنستے ہنستے کس کا جھولا رہ گیا

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

(ج) صنعتِ تضاد:

تضاد عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں ایک شے کا کسی دوسری شے کی ضد ہونا۔ علمِ بدیع کی اصطلاح میں جب شاعر اپنے کلام میں دو ایسے الفاظ لائے جو ایک دوسرے کی ضد ہوں تو اسے صنعتِ تضاد کہا جائے گا۔ نظم ''سنیما اور فلم'' میں صنعتِ تضاد کی کئی مثالیں موجود ہیں جیسے

محبت میں خیال خودکشی پیہم ضروری ہے
کہ مرنا سخت لازم اور جینا کم ضروری ہے

اس شعر میں ''مرنا'' اور ''جینا'' دو لفظ ایسے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس طرح اس شعر میں صنعتِ تضاد استعمال ہوئی ہے۔ آپ اس نظم کے چند اور اشعار میں ''صنعتِ تضاد'' کی نشاندہی کریں۔

❖ صنعتِ تلمیح، تکرار اور تضاد کی ایک ایک مثال دے کر وضاحت کریں۔

iii۔ کنایہ

کنایہ کے لغوی معنی چھپی ہوئی، پوشیدہ یا مبہم بات کے ہیں۔ جب کوئی لفظ حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اس سے حقیقی معنی بھی مراد لیے جا سکیں۔ مثلاً: بال سفید ہو گئے مگر عادتیں نہ بدلیں۔ یہاں بال سفید ہونا سے مراد عمر کا زیادہ ہونا ہے۔

اُسے کالے نے کاٹا سے مراد سانپ نے کاٹا۔

iv۔ مجاز مرسل:

اگر کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو تو اُسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔

مجاز مرسل کے استعمال کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

i. جزو کہہ کر کل مراد لینا۔ مثلاً: انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔

ii. کُل کہہ کر جُزو مراد لینا۔ مثلاً: احمد لاہور میں رہتا ہے۔

iii. ظرف کہہ کر مظروف مراد لینا۔ مثلاً: اکرم نے بوتل پی۔

iv. مظروف کہہ کر ظرف مراد لینا۔ مثلاً: چائے چولہے پر رکھی ہے۔

❖ ایک ایک مثال دے کر کنایہ اور مجاز مرسل کی وضاحت کریں۔

سرگرمی

ا۔ طلبہ کے چار گروپ بنائیں اور ''جمہوری رویے'' کے موضوع پر ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر اشعار اور حوالوں کے ساتھ لکھیں اور باری باری دیگر طلبہ کے سامنے پیش کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- غزل خوانی سے قبل اُردو غزل کے مفہوم اور روایت کی وضاحت کریں۔ میر تقی میر کے ادبی مقام کی وضاحت کرتے ہوئے یہ شعر سنائیں

  ریختے کے تمھیں استاد نہیں ہو غالب
  کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

- میر کی غزل گوئی اور فنی محاسن کی بھی وضاحت کریں۔

۲ سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظم/نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- نظم/نثر کو پڑھ کر مصنفین/شعرا کے طرز تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہار رائے کر سکیں۔
- مختلف مصنفین/شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- متن پڑھ کر خیالات، آرا اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے رائے پیش کر سکیں۔
- مختلف سامعین اور مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی موضوع پر اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر لکھ سکیں۔
- درست تلفظ کے فہم کے لیے الفاظ پر اعراب کا استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

زیر زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف
قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

چاروں طرف سے صورت جاناں ہو جلوہ گر
دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

آتی ہے کس طرح سے مری قبضِ روح کو
دیکھوں تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتشؔ غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا

(کلّیاتِ آتشؔ)

خواجہ حیدر علی آتشؔ (۱۷۶۴ء۔۱۸۴۶ء)

اصل نام حیدر علی اور تخلص آتشؔ تھا۔ آپ کے آباواجداد کا تعلق دِلی ہی سے تھا۔ معاشی اور سیاسی حالات کے مخدوش ہونے کے باعث انھوں نے دلی سے فیض آباد کو سفر کیا اور اسی کو اپنا مسکن وٹھکانہ بنایا جہاں شجاع الدولہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور امن وامان اور خوش حالی کا دور دورہ تھا۔ نوطرزِ مرصع اور دبستانِ لکھنؤ کے نمائندہ شاعر حیدر علی آتشؔ کی پیدائش یہیں فیض آباد میں ہوئی۔ اپنے تئیں عربی اور فارسی زبان میں مہارت حاصل کی۔ خداداد شاعرانہ قابلیت کو بروئے کار لاکر سخن وری کی دنیا میں قدم رکھا اور وہ نام کمایا کہ ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔

نواب مرزا محمد تقی خاں کے ہاں لکھنؤ میں ملازمت اختیار کی اور غلام ہمدانی مصحفیؔ سے شاعری میں اصلاح لینے لگے۔ اگرچہ حیدر علی آتشؔ کی طبیعت میں شوریدہ سری کا عنصر شامل تھا لیکن فطرتاً درویش صفت اور قناعت پسند انسان تھے۔ امام بخش ناسخؔ سے معاصرانہ چشمک تھی۔

حیدر علی آتشؔ کی شاعری کا کمال یہ ہے کہ اس میں دِلی اور لکھنؤ دونوں دبستانوں کا رنگ جھلکتا ہے۔ لکھنؤ کے انحطاط پذیر معاشرے میں رہ کر بھی خود کو پوچ گوئی اور عامیانہ پن سے دُور رکھا۔ آتشؔ اول آخر اُردو غزل کے شاعر ہیں۔ ان کی غزلیات میں تغزل کی خوبی نمایاں ہے۔ آتش بھی اپنے ہم عصر شاعروں کی مانند شاعری کو شاعرانہ صناعی، مرصع کاری اور الفاظ کی نگینہ کا نام دیتے تھے۔ آپ کے کلام میں فقر وغنا، تصوف، دنیا کی بے ثباتی اور درویشانہ مضامین کی جھلک نمایاں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسرت وشادمانی، رجائیت، ضرب الامثال اور محاورات کا برجستہ استعمال بھی آتشؔ کی شاعری کو چار چاند لگانے کا باعث ہیں۔ ''کلیات آتش''، میں حیدر علی آتش کا تمام کلام دست یاب ہے۔

مشق

۱۔ کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

i۔ بدیع کے معانی کیا ہیں؟

الف۔ انوکھا　ب۔ قدیم　ج۔ جدید　د۔ مردہ

ii۔ ابنِ مریم ہُوا کرے کوئی، میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی۔ اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

الف۔ تضاد　ب۔ تلمیح　ج۔ تکرار　د۔ تضمین

iii۔ تضاد، کس زبان کا لفظ ہے۔

الف۔ ترکی　ب۔ فرانسیسی　ج۔ عربی　د۔ فارسی

iv۔ کلام میں ایک لفظ یا الفاظ کو بار بار استعمال کرنا، کون سی صفت ہوتی ہے؟

الف۔ لف ونشر　ب۔ ترصیع　ج۔ تجنیس　د۔ تکرار

۷۔ درج ذیل میں سے کس صنف کا ہر شعر ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے؟

الف۔ مرثیہ　　ب۔ قصیدہ　　ج۔ غزل　　د۔ شہر آشوب

۲۔ حیدر علی آتش کی یہ غزل پڑھنے کے بعد درج ذیل غزل کا مطالعہ کیجیے اور حیدر علی آتش کے طرزِ تحریر کی شناخت کرنے کی کوشش کریں۔

دہن پر ہیں اُن کے گماں کیسے کیسے
کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

زمینِ چمن، گُل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

نہ گورِ سکندر، نہ ہے قبرِ دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

دِل و دیدۂ اہلِ عالم میں گھر ہے
تمھارے لیے ہیں مکاں کیسے کیسے

غم و غصّہ و رنج و اندوہ و حرماں
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

۳۔ پڑھی گئی غزل کے متن میں سے لیے گئے درج ذیل اشعار کو دُہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہارِ رائے کریں۔

چاروں طرف سے صورتِ جاناں ہو جلوہ گر
دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا
آتی ہے کس طرح سے مری قبضِ روح کو
دیکھوں تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا

۴۔ اٹھارھویں صدی کے نصف سے آگے ہندوستان کے معاشی، اقتصادی حالات زبوں حالی کا شکار ہونا شروع ہوگئے۔ حملہ آوروں نے مغلیہ سلطنت کے دارالحکومت دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔ خواجہ حیدر علی آتش کی مانند بے شمار تخلیق کاروں نے گردشِ روزگار سے تنگ آکر دہلی سے لکھنو ہجرت کی۔ اُس زمانے میں لکھنو مالی و اقتصادی آسودگی کی ایک تصویر تھا۔

❖ آپ نے حیدر علی آتش کی مندرجہ بالا دو غزلیات پڑھی ہیں۔ اپنے استاد محترم کی رہ نمائی اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں حیدر علی آتش کی شاعری کی اہمیت پر اپنی رائے دیں۔

۵۔ حیدر علی آتش کی غزل اور تشریح آپ نے پڑھی۔ اُستاد محترم کی طرف سے کرائی گئی تشریح کے اہم نکات لکھنے کی کوشش کریں۔ اس میں موجود خیالات، آرا اور رویّوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے باقی طلبہ کے سامنے اپنی رائے پیش کریں۔

۶۔ سکول میں یوم دفاع کے حوالے سے ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ آپ ''قانون کا احترام اور پابندی'' کے عنوان پر اس تقریب کے سامعین اور مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر لکھیں۔

۷۔ درست تلفظ کی فہم کے لیے درج ذیل الفاظ پر اعراب کا استعمال کریں۔

دہن　　زمین چمن　　گور سکندر　　دیدہ اہل عالم　　کل قدرت

سرگرمی

سکول لائبریری سے ''دیوانِ آتش'' جاری کروائیں اور مطالعے کے بعد پانچ سے دس ایسے اشعار اپنی بیاض میں لکھیں جن میں تلمیحات استعمال کی گئی ہوں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- اس غزل کے اشعار کی تشریح کراتے ہوئے اس کے اہم نکات، خیالات، آرا اور رویوں کو خاص طور پر اپنا موضوع بنائیں۔

۳ غم ہے یا خُوشی ہے تُو

اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم / نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- نظم / غزل کے اجزا (مصرع، شعر، قافیہ، ردیف، مطلع) کی شناخت کر سکیں۔
- نظم / غزل کے اشعار کے حوالوں (شاعری کے پس منظر، انداز بیان، شعری محاسن کے استعمال کی وضاحت) کے ساتھ تشریح کر سکیں۔
- عبارت پڑھتے ہوئے علامات اوقاف کا لحاظ رکھ سکیں۔
- مختلف تحاریر پڑھ کر ان میں سے عالمی مسائل کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کے حل کے لیے تجاویز پیش کر سکیں۔
- اصناف نظم کے محاسن کو شناخت کر سکیں۔

پڑھیں

غم ہے یا خُوشی ہے تُو
میری زندگی ہے تُو

آفتوں کے دور میں
چین کی گھڑی ہے تُو

میری رات کا چراغ
میری نیند بھی ہے تُو

میں خزاں کی شام ہوں
رُت بہار کی ہے تُو

دوستوں کے درمیاں
وجۂ دوستی ہے تُو

میری ساری عمر میں
ایک ہی کمی ہے تُو

میں تو وہ نہیں رہا
ہاں مگر وہی ہے تُو

ناصرؔ اِس دیار میں
کتنا اجنبی ہے تُو

(دیوان)

ناصرؔ کاظمی

8 دسمبر، 1925ء کو انبالہ شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد محمد سلطان کاظمی رائل انڈین آرمی میں صوبیدار میجر کے عہدے پر فائز تھے۔

ناصر کے والد محمد سلطان کاظمی سرکاری ملازم تھے۔ والد کے پیشہ ورانہ تبادلوں کی وجہ سے ان کا بچپن کئی شہروں میں گذرا تھا۔ انہوں نے میٹرک مسلم ہائی اسکول انبالہ سے کیا۔ آگے کی تعلیم کے لیے اسلامیہ کالج لاہور آگئے تھے۔ ناصر کاظمی وہاں کے ایک ہوسٹل میں رہتے تھے۔ ان کے استادِ خاص رفیق خاور ان سے ملنے کے لیے اقبال ہاسٹل میں جاتے اور ان کے کمرے میں شعروشاعری پر بات کرتے تھے۔ انہوں نے بی اے کی تعلیم کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا مگر ناسازگار حالات کی وجہ سے ناصر نے بنا بی اے پورا کیے تعلیم ترک کر دی۔

ناصرؔ کاظمی آزادی کے ساتھ ہی پاکستان آگئے اور لاہور شہر کو اپنا مسکن بنایا۔ جلد ہی انھیں یکے بعد دیگرے والدین کے چل بسنے کا غم بھی جھیلنا پڑا۔ ناصر نے پہلے ادبی رسالہ ''اوراقِ نو'' کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ 1952ء میں رسالہ ''ہمایون'' کی ادارت سے وابستہ ہوئے۔ "برگِ نَے'''' دیوان'' اور ''پہلی بارش'' ناصر کاظمی کی غزلوں کے مجموعے اور ''نشاطِ خواب'' نظموں کا مجموعہ ہے۔ سُر کی چھایا ان کا منظوم ڈراما ہے۔ برگِ نَے ان کا پہلا مجموعہ کلام تھا جو 1952ء میں شائع ہوا۔ 2 مارچ، 1972ء کو ناصر کاظمی کا انتقال ہو گیا تھا۔

مشق

ا۔ درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

i۔ غزل کے پہلے شعر کو کیا کہتے ہیں:

الف۔ مقطع　ب۔ مطلع　ج۔ مطلع ثانی　د۔ حسنِ مطلع

ii۔ ناصرؔ کاظمی کی شاعری میں گہرا شعور پایا جاتا ہے:

الف۔ لسانی　ب۔ سماجی　ج۔ سیاسی　د۔ تاریخی

iii۔ ناصر کاظمی کے زمانے میں کس تحریک کا عروج تھا؟

الف۔ علی گڑھ تحریک　　ب۔ رومانوی تحریک　　ج۔ ترقی پسند تحریک　　د۔ انجمن پنجاب کی تحریک

iv۔ ہم آواز الفاظ کو کیا کہیں گے؟

الف۔ قافیہ　　ب۔ ردیف　　ج۔ محاورہ　　د۔ روزمرہ

v۔ ناصر کاظمی کی غزلوں میں اداسی اور تنہائی کے عنصر کی وجہ ہے؟

الف۔ ہجرت　　ب۔ فطرت　　ج۔ غربت　　د۔ شکست

vi۔ استعارہ کے ارکان کتنے ہوتے ہیں؟

الف۔ ایک　　ب۔ دو　　ج۔ تین　　د۔ چار

۲۔ درج ذیل اشعار کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جواب دیں۔

میں خزاں کی شام ہوں
رُت بہار کی ہے تُو
میں تو وہ نہیں رہا
ہاں مگر وہی ہے تُو
ناصرؔ اس دیار میں
کتنا اجنبی ہے تُو

سوالات:

الف۔ پہلے شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟ نشان دہی کریں۔

ب۔ دوسرے شعر میں شاعر کی اپنے بارے میں کیا رائے ہے؟

ج۔ تیسرے شعر میں شاعر کو کس بات کا دُکھ ہے؟

۳۔ درج ذیل اشعار کے حوالوں (شاعری کے پس منظر، اندازِ بیاں شعری محاسن کے استعمال کی وضاحت) کے ساتھ تشریح کریں۔

آفتوں کے دور میں
چین کی گھڑی ہے تُو
میں تو وہ نہیں رہا
ہاں مگر وہی ہے تُو

۴۔ درجہ ذیل پیراگراف کو پڑھ کر بتائیے کہ اس میں کس عالمی مسئلے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور آپ کے پاس اس کے حل کے لیے کیا تجاویز ہیں؟

انسانی زندگی میں سمندر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کا تقریباً ستر فی صد حصّہ سمندر پر مشتمل ہے۔ سمندر، موسموں میں تبدیلی و تغیر کا باعث بنتے ہیں۔ انسانوں کو رزق فراہم کرتے ہیں۔ یہی سمندر، آج انسانی سرگرمیوں کے باعث آلودگی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ انسانوں کی زرعی اور صنعتی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مضر کیمیکل والے فاسد مادے، شہری فضلات، سمندروں سے تیل کی نکاسی اور ترسیل کے دوران رسنے والا تیل اور شہری فضلات، سمندری آلودگی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ سمندری پانی کو آلودہ کرنے کا مطلب آبی حیات کی ہلاکت ہے۔

۵۔ درج بالا عبارت کو علاماتِ اوقاف کا لحاظ رکھ کر پڑھیں۔

۶۔ درجہ ذیل اشعار غور سے پڑھیے اور کے فنی و فکری محاسن کا جائزہ لیتے ہوئے تبصرہ کیجیے، نیز مصرع، شعر، قافیہ، ردیف اور مطلع کی نشاندہی کیجیے۔

ساز ہستی کی صدا غور سے سُن
کیوں ہے یہ شور بپا غور سے سُن

دن کے ہنگاموں کو بے کار نہ جان
شب کے پردوں میں ہے کیا غور سے سُن

یاس کی چھاؤں میں سونے والے
جاگ اور شور درا غور سے سُن

سرگرمی

طلبہ ناصر کاظمی کی گائی گئی مختلف غزلیں، انٹرنیٹ کی مدد سے سنیں۔ جیسے: ''دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا''، ''نئے کپڑے بدل کر جاؤں کہاں'' وغیرہ تاکہ وہ حقیقی معنوں میں لے اور آہنگ کا لطف اُٹھا سکیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو اُردو شاعری میں ۱۹۴۷ء کی ہجر کے اثرات کے حوالے سے آگاہی دیں۔

۴ کاش طوفاں میں سفینے کو اتارا ہوتا

اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم نثر پڑھ کر متعلقہ سوالات (براہ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- کسی بھی نظم کو پڑھ کر حوالوں کے ساتھ اس کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے دے سکیں۔
- نظم/نثر کو پڑھ کر قاری کے نقطہ نظر سے مرکزی خیال لکھ سکیں۔

پڑھیں

کاش طوفاں میں سفینے کو اتارا ہوتا
ڈوب جاتا بھی تو موجوں نے ابھارا ہوتا

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے
لب ساحل سے جو ہلکا سا اشارا ہوتا

تم ہی واقف نہ تھے آداب جفا سے ورنہ
ہم نے ہر ظلم کو ہنس ہنس کے سہارا ہوتا

غم تو خیر اپنا مقدر ہے سو اس کا کیا ذکر
زہر بھی ہم کو بصد شوق گوارا ہوتا

باغباں تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا
ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

تم پہ اسرارِ فنا ، رازِ بقا کھل جاتے
تم نے ایک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

(حرفِ وفا)

پروین فنا سید

خواتین شعراء میں منفرد شناخت رکھنے والی معروف شاعرہ پروین فنا سید ۳ ستمبر ۱۹۳۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد سید ناصر حسین رضوی سپرنٹنڈنٹ جیل کے عہدے پر فائز تھے۔ قیام پاکستان کے وقت آپ بھارت کے شہر گرداسپور میں مقیم تھیں۔ جہاں کے ہندو مسلم فسادات نے آپ کے ذہن کو بہت متاثر کیا۔ انھوں نے ۱۹۵۱ء میں گوجرانوالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ انھوں نے لاہور کالج برائے خواتین میں ایف ایس سی میں داخلہ لیا۔ وہ ڈاکٹر بننا چاہتی تھیں لیکن شدید علالت کے باعث وہ اپنے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ کر سکیں۔ ڈاکٹروں نے انھیں دماغی کاموں سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔

شادی کے بعد انھوں نے بی اے کیا۔ پروین سید نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ ادا جعفری اور فیض احمد فیض سے شاعری میں اصلاح لیتی تھیں۔

آپ نے طویل علالت کے بعد ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو کراچی میں وفات پائی۔ ''حرف وفا''، ''تمنا کا دوسرا قدم''، ''لہو سرخ ہے'' اور ''یقین'' ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

مشق

۱۔ خالی جگہ پر کر کے درج ذیل اشعار مکمل کریں۔

(i)

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے
__________ سے جو ہلکا سا اشارہ ہوتا

(ii)

غم تو خیر اپنا مقدر ہے اس کا کیا ذکر
زہر بھی ہم کو __________ گوارا ہوتا

(iii)

تم پہ اسرار فنا __________ کھل جاتے
تم نے ایک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

۲۔ اشعار کو پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

کاش طوفاں میں سفینے کو اتارا ہوتا
ڈوب جاتا بھی تو موجوں سے ابھارا ہوتا

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے
لب ساحل سے جو ہلکا سا اشارا ہوتا

تم ہی واقف نہ تھے آداب جفا سے ورنہ
ہم نے ہر ظلم کو ہنس ہنس کے سہارا ہوتا

سوالات:

الف۔ پہلے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیں۔

ب۔ پہلے شعر میں موجود قافیہ اور ردیف کی نشان دہی کریں۔

ج۔ شاعر کو ساحل سے اشارہ ملتا تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا؟

د۔ تیسرے شعر میں شاعر کو محبوب سے کس بات کا شکوہ ہے؟

۳۔ مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کریں۔

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے
لب ساحل سے جو ہلکا سا اشارہ ہوتا

۴۔ اس شعر کا مرکزی خیال لکھیں۔

باغبان تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا
ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کا مفہوم لکھیں۔

سفینہ　　لب ساحل　　آداب جفا　　بصد شوق　　بھرم　　راز بقا

۶۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

الف۔ درج ذیل میں سے کون سی ادبی اصطلاح علم بیان کے زمرے میں آتی ہے؟

الف۔ محاورا　　ب۔ روزمرہ　　ج۔ صنعت تلمیح　　د۔ مجاز مرسل

ب۔ قواعد کی رُو سے ''چھپی ہوئی بات یا پوشیدہ بات کرنا'' کو کیا کہیں گے؟

الف۔ کنایہ　　ب۔ مجاز مرسل　　ج۔ تشبیہ　　د۔ استعارہ

ج۔ درج ذیل میں سے کون سا لفظ اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے؟

الف۔ استعارہ　　ب۔ ردیف　　ج۔ تشبیہ　　د۔ روزمرہ

د۔ ایسی نظم جس کے ہر بند میں چھے مصرعے ہوں، کیا کہلاتی ہے؟

الف۔ قطعہ بند　　ب۔ ثلاثی　　ج۔ مخمس　　د۔ مسدس

ہ۔ درج ذیل میں سے کون سے الفاظ مرادی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں؟

الف۔ تشبیہ　　ب۔ مجاز مرسل　　ج۔ کنایہ　　د۔ استعارہ

و۔ مشترک وصف کی بنیاد پر ایک شے کو دوسری شے جیسا کہنا قواعد کی رو سے کیا کہلاتا ہے؟

الف۔ استعارہ　　ب۔ محاورا　　ج۔ تشبیہ　　د۔ روزمرہ

ز۔ درج ذیل میں سے کون سا مصرع استعارہ کی مثال ہے؟

الف۔ یہ نمائش سراب کی سی ہے　　ب۔ دو گز زمیں نہ ملی کوئے یار میں　　ج۔ ابن مریم ہوا کرے کوئی　　د۔ شہر میں اک چراغ تھا نہ

سرگرمیاں

ا۔ سکول میں غزلیہ شاعری پر مبنی ایک مقابلہ شعر خوانی منعقد کروائیں۔ جس میں فیض احمد فیضؔ، احمد فرازؔ اور امجد اسلام امجدؔ کی ایک ایک غزل کا انتخاب کریں۔ طلبہ ان غزلیات کو تحت اللفظ اور ترنم سے ادا کریں تاکہ بعد میں ایک طالب علم ان غزلوں کے اشعار کو اپنی گفتگو میں جذبے اور تاثر کے حوالے سے شدت اور لہجے کے زیر و بم کا لحاظ رکھ کر ڈرامائی کیفیات ادا کر سکے۔

ہدایات برائے اساتذہ

ا۔ موبائل فون سے طلبہ کو مرزا غالب، علامہ اقبالؔ یا ناصر کاظمی کی کوئی گائی گئی کوئی غزل سنائیں اور بتائیں کہ:

غزل کا ہر شعر الگ موضوع پر ہوتا ہے۔

مشکل الفاظ اور معانی، ہم قافیہ الفاظ　　الفاظ کے درست تلفظ

فرہنگ

اخلاق حسنہ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اہل وعیال	بیوی بچے	بالاتر	اوپر، بلند
بعثت	پیغمبر بنا کر بھیجے جانے کا عمل	بہ حسن وخوبی	بہتر طریقے سے
پیمانہ تحقیق	تحقیق کا معیار	جواں مردی	بہادری
چراغ زیر دامن	وہ چراغ جسے ہوا سے بچانے کے لیے دامن کی آڑ میں لیا جائے۔	خون ریزی	قتل وغارت
زیر دستوں	یعنی بے آسرا لوگ	سرچشمہ	چشمے کا سرا
طعن کرنا	طنزیا ملازمت کرنا	عفیف	پارسا مرد، نیکوکار مرد
قیصر روم	روم کا بادشاہ	لوازم	ضروری چیزیں یا سامان
مردار	مردہ جانور لاش	مقصود	جس کا ارادہ کیا گیا ہو، غرض مطلب
نسبت	تعلق، واسطہ		

کتبہ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
انٹرنس	میٹرک	اثاثہ	سرمایہ
آلکس	سستی، کاہلی	پرفضا	خوشگوار جگہ
پھلواریوں	پھولوں کی کیاری	بیوپار	کاروبار
ترمیم	درستی، اصلاح	توند	پیٹ
جلی حروف	بڑے حروف میں لکھی تحریر	چوڑی چکلی	بہت زیادہ چوڑی
جہاں دیدہ	جس نے دنیا دیکھی ہو	چھاتہ	چھتری
خس وخاشاک	سوکھی گھاس، تنکے	دھیرے دھیرے	آہستہ آہستہ
ڈسپیچر	دفتر کا غذات کو روانہ کرنا والا	رنگروٹ	نیا بھرتی ہونے والا سپاہی
سولا ہیٹ	دھوپ سے محفوظ رکھنے لیے سر پر رکھا جانے والا ایک خاص طرز کا ٹوپ	سعی لاحاصل	ناکام کوشش

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
غل غپاڑہ	شور شرابطہ	فارغ البالی	فرصت
قماش	انداز، طور	کاٹھ	لکڑی
کندہ کرانا	کھود کر لکھانا	کہنہ فروش	پرانی چیزیں بیچنے والا
گرہستی	گھر کے کام کاج	گہما گہمی	رونق
گدی	گردن کا پچھلا حصہ	گھاگ	تجربہ کار، بوڑھا
طمانیت	اطمینان، تسلی	ظروف	برتن
لطیفہ غیبی	خدا کی مہربانی	محویت	گہری سوچ میں
مرمریں	شفاف اور نرم و نازک	مژدہ	خوشخبری
مسخ ہونا	شکل کا بگڑ جانا	مسیں بھیگنا	آغاز ابتدا کا زمانہ
مصرف	استعمال	نقص	خرابی، کمی
ہیجان	جوش، اُبال		

بھیڑیا

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
آگ بگولہ ہونا	غصے ہونا	اذیت	جسمانی تکلیف
باؤلا پن	پاگل پن	بے سود	بے کار
پسینہ چھوٹ جانا	ڈر جانا	پیشتر	پہلے
جنون	جنون پاگل پن	کوسنا	بدعادینا، برابھلا کہنا
ماؤف ہونا	سوچنے سمجھنے کے قابل	مسکن	رہنے کی جگہ

آرام و سکون

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
بے ڈھنگا	برے رنگ ڈھنگ کا	تاکید کرنا	نصیحت کرنا
تردد	پریشانی فکر	تقویت	طاقت
تھکان	تھکاوٹ	چڑ جانا	غصہ ہونا

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
زچ ہونا	تنگ ہونا	سقا	پانی بھر کر لانے کا کام کرنے والا
طبیعت بحال ہونا	صحت مند ہونا	علیل	بیماری
کان پہ جوں نہیں رینگتی	اثر نہ ہونا	کراہنا	درد سے آواز نکالنا
مضر	نقصان پہنچانے والا	مطلق ضرورت نہیں	بالکل ضرورت نہیں
نصیب دشمناں	ایسا دشمنوں کو نصیب ہو	نغمہ سرائی	گیت گانا

کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اپنے تئیں	اپنے آپ کو	احتمال	امکان
اختلاج قلب	دل کی غیر معمولی دھڑکن، گھبراہٹ	استقلال مزاج	مستقل مزاجی
اشتداد	اسی کیفیت میں زیادتی ہونا	اضطراب جاہلانہ	جھوٹ موٹ کی بے چینی
بے بہرہ	جاہل بے وقوف	بھاڑ	چولہا یا بھٹی جس پر اناج کے
	دانے بھونے جاتے ہیں	بھلنا	گرم ہونا، تپنا
پائیں باغ	وہ باغیچہ جو مکان کے پچھلے حصے میں ہو	تسبیح بے ہنگام	شور
جاہ و حشمت	شان و شوکت	چارو ناچار	مجبوراً
چرب زبانی	بنا سنوار کر باتیں کرنا	حضور والا	جناب والا! یعنی بادشاہ سلامت
حمیت	غیرت، شرم	خاصا	بادشاہ سلامت کا خاص کھانا
خفقان کا عارضہ	ایک بیماری جس میں دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے	دیوان خانے	مہمان خانہ
دیواشتہا	بھوک کا جن	ڈیوڑھی	مکان کا وہ حصہ جو بیرونی دروازے سے جڑا ہو
رخنہ اندازیاں	رکاوٹیں	روگ	بیماری، دکھ
زیر کرنا	شکست دینا	سخن سازی	باتیں بنانا
سرائیں	مسافر خانے	سڑی	پاگل، دیوانہ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
سوندی سوندی	مزیدار، خوشبودار	شاق گزرنا	برا لگنا
شدہ شدہ	ہوتے ہوتے	ضماد	لیپ
غایت درجہ	نہایت انتہائی، بہت زیادہ	غشی	بے ہوشی
کثیف	گندہ، غلیظ	کٹڑے	عمارتیں
کرنجی	نیلی	کوتوال	محافظ، پولیس آفیسر
کھرنجے کا فرش	پتھر کا کھردرا فرش	گاڑھی چھننا	آپ میں بہت زیادہ پیار ہونا
گجردم	صبح کا وقت	لونڈیاں	نوکرانیاں
متامل	سوچنا، غور کرنا، رکنا	متبنی	لے پالک بیٹا
محل سرا	بادشاہوں نوابوں کا مکان	مسجد ضرار	منافقین کی مسجد جسے نبی پاک نے گرانے کا حکم دیا تھا
واویلا	رونا پیٹنا، چیخ و پکار	ہمرکاب	ساتھ
ہیئت کذائی	بری حالت		

نام دیو مالی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اپج	امنگ، جذبہ	استعداد	قابلیت، صلاحیت
امتیاز	فرق	بشاشت	خوشی، تازگی
بلاتامل	بغیر سوچے سمجھے	بیر	دشمنی، نفرت
بیڑی	دیسی سگریٹ	بیگار	بلا اجرت کام
تفویض ہونا	حوالے ہونا	تھانولا	پانی ڈالنے کے لیے درخت کے گرد جگہ
جلاپا	جلن، حسد	جھاڑنا بہارنا	صاف کرنا
داروغہ	افسر، نگران	درجہ کمال	عروج یا کمال کا مقام
جھلڑ	غول	ڈھیڑ	کم تر درجے کی ذات
روشیں	راستے	سیندھی	دیسی شراب
سیوا کرنا	خدمت کرنا	کندن	خالص سونا

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
کھینچ تان کر کام لینا	زبردستی کام لینا	نگہ داشت	دیکھ بھال کرنا
منکسر المزاج	جس کے مزاج میں انکسار ہو	یورش	حملہ

ابتدائی حساب

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
آزمودہ	پرکھا ہوا	تعزیرات پاکستان	پاکستان کی وہ کتاب جس میں جرائم کی تعریف اور ان کی سزائیں درج ہیں
تلقین	ہدایت، نصیحت	تفریق	علیحدگی، بڑے عدد میں سے چھوٹا عدد نکالنا
خفیف	ہلکا، معمولی	زبانی جمع خرچ	باتیں بنانا
قناعت	تھوڑی چیز پر رضامند ہونا	کانوں کان خبر نہ ہونا	کسی کو پتہ نہ چلنا
منہا کرنا	تفریق کرنا		

لڑی میں پروئے ہوئے منظر

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اول الذکر	جس کا ذکر پہلے ہو	آخر الذکر	جس کا ذکر بعد میں ہو
باؤلی	سیڑھیوں والا کنواں	پایہ تخت	دارالحکومت
پڑاؤ	ٹھہرنا	تاحد نگاہ	جہاں تک نظر جائے
چلہ گاہ	حجرہ	خرد	بچہ کا عمر
دریا در دریا چلنا	دریا کے ساتھ ساتھ سفر کرنا	شگاف	درز دو چیزوں کے درمیان فاصلہ
شعور	عقل، سمجھ، بوجھ	عالم شباب	جوانی کا زمانہ
عینی شاہد	جس نے خود دیکھا ہو	قند کی ڈلی	شکر کا ٹکڑا
لاٹ	شعلہ، اینٹوں کا اونچا ستون یادگار		

اپنی مدد آپ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
بدیہی	یقینی	بیش بہا	قیمتی
تائب	توبہ کرنے والا	تمدنی	معاشرتی
پنسال	ہموار سطح	ثمروں	پھل، نتیجہ
حاشاوکلا	ہر گز نہیں	حظ	مسرت
قوی	طاقت ور	لابدی	جس میں کوئی شک نہ ہو
لچھمی	دولت	مانع	منع کرنے والا
معمل	عمل کرنے کی جگہ	مقولہ	کہی ہوئی بات
نیست ونابود کرنا	تباہ کرنا	کوئی خضر ملے	کوئی راہ نما ملے

حمد

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
بشر	انسان	جگمگانا	چمکنا
رتوں	موسموں	سراہنا	تعریف کرنا
شعلہ جاں	زندگی	مہر قدرت	قدرت کی مہر
نظام ہستی	یہ دنیا کا نظام	نفس نفس	ہر شئے

نعت

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
پر خطا	جس نے کوئی غلطی کی ہو	دست گیر	ہاتھ پکڑنے، مدد کرنے والا
رحمت دو جہاں	دونوں جہانوں کے لیے رحمت	شناسا	جس سے جان پہچان ہو
غایت اولی	سب سے اہم وجہ	نظیر	مثال
ننگ دو جہاں	دونوں جہانوں کا برا	نور اولیں	سب سے پہلا نور

جاوید کے نام

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ثمر	پھل، نتیجہ	جام	پیالہ
دیار	شہر، آبادی	سفال	مٹی
سکوت	خاموشی	شاخ تاک	انگور کی شاخ یا بیل
شیشہ گران	شیشہ بنانے والے	طریق	طور طریقہ
فرنگ	انگریزوں کے رہنے کی جگہ	لالہ فام	لال رنگ کا یعنی خوبصورت

محنت کی برکات

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اجالا	روشنی	بے گار	بغیر اجرت کے کام
غافل	جسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ ہو	فراغت	فرصت

کرکٹ اور مشاعرہ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اناڑی	ناتجربہ کار	اہمال	جس کی تفصیل کی جا سکے
پھسڈی	ناقص، گھٹیا، کمزور	ریاض مسلسل	مسلسل محنت
عندلیب	بلبل	متشاعر	جو شاعر نہ ہو لیکن خود کو شاعر کہتا ہو
مقدر	قسمت		

غزل میر تقی میر

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
جبیں	ماتھا	شفا	علاج
فقیرانہ	فقیروں کی طرح	عہد	وعدہ، زمانہ
غم دوستاں	دوستوں کا غم	مقدور	طاقت/اختیار

حیدر علی آتش

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اندوہ	دکھ	چمن	باغ
حرماں	محرومی	خوش رو	خوب صورت
دھن	شوق	گل کھلانا	کوئی پسندیدہ یا ناپسندیدہ کام کرنا

ناصر کاظمی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
آفتوں	مشکلوں، پریشانیوں	رت	موسم
دیار	شہر	اجنبی	جس سے جان پہچان نہ ہو

پروین فناسید

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اسرار	راز	باغباں	باغ کی رکھوالی، دیکھ بھال کرنے والا
بقا	باقی رہنا	جفا	بے وفائی
سفینے	کشتیاں	گلشن	باغ
موجوں	لہروں	یزداں	خدا

مؤلفین کا تعارف

پروفیسر امجد اقبال

پروفیسر امجد اقبال عرصہ بیس سال سے اُردو مضمون کی تدریس و تعلم کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم فل اُردو کی ڈگری حاصل کی۔ 2002ء میں بطور لیکچرار شعبہ اردو، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز G-10/4 اسلام آباد سے ملازمت کا آغاز کیا اور اس وقت بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر کے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وفاقی تعلیمی بورڈ، اسلام آباد جیسے پروفیشنل ادارے میں متعدد بار کمیٹی آف کورسز کے رکن کی حیثیت سے بھی سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری سطح پر اپنی خدمات پیش کر چکے ہیں۔ سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری کلاسز کے اردو لازمی کے ماڈل پرچوں کی تیاری میں ٹیم کا حصہ رہے ہیں۔ حال ہی میں فیڈرل بورڈ کے حاصلاتِ تعلم کی بنیاد پر بننے والے نئے پرچوں کی تیاری میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن کی درسی کتاب (اُردو لازمی) برائے جماعت دوم، پنجم، ہشتم، نہم، دہم، گیارھویں اور بارھویں میں بطور شریک مصنف کام کیا۔

ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ

ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ کو ہر سطح پر درس و تدریس کا وسیع تجربہ ہے۔ انھوں نے وزارتِ تعلیم کے شعبہ نصاب سازی میں کم و بیش دس سال تک خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس دوران انھوں نے تمام پاکستانی ٹیکسٹ بک بورڈز بشمول آزاد جموں و کشمیر کی سینکڑوں درسی کتابوں کا پر نظر ثانی کی۔ اس کے علاوہ قومی نظام برائے جائزہ تعلیم کے زیرِ اہتمام ہونے والی ہر تحقیق میں بطور جائزہ کار شریک رہے ہیں۔ حکومتِ پاکستان اور آزاد جموں و کشمیر کی حکومت ان کی تحلیقی و تصنیفی صلاحیتوں کا اعتراف کر چکی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے کئی مضامین قومی و بین الاقوامی تعلیمی رسالوں میں چھپ چکے ہیں۔

ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ تعلیمی انتظام و انصرام کا بھی وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ وہ وفاقی نظامتِ تعلیمات کے زیرِ اہتمام سیکٹر سہالہ اور اربن ٹو کے ایریا ایجوکیشن آفیسر کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔ نیشنل کمیشن برائے انسانی ترقی میں بطور ڈائریکٹر ایجوکیشن خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن کی درسی کتاب (اُردو لازمی) برائے جماعت ششم، ہفتم اور ہشتم میں بطور شریک مصنف کام کیا۔

پروفیسر گل ناز

پروفیسر گلناز گذشتہ بائیس سال سے وفاقی دارالحکومت کے اسلام آباد ماڈل کالجز میں اُردو مضمون کی تدریس و تعلم میں مصروفِ عمل ہیں۔ جامعہ کراچی سے نمایاں پوزیشن کے ساتھ بی۔ اے آنرز اور ایم اے اردو کی ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ یکساں قومی نصاب (اُردو) کی نصاب سازی اور وزارت وفاقی تعلیم کی تشکیل کردہ قومی جائزہ کمیٹی کی رُکن رہی۔ جماعت اوّل تا ہشتم اُردو نصاب کی تیاری میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ قومی نصاب کے سلسلے میں لکھی جانے والی پاکستان کی مختلف ٹیکسٹ بک بورڈ کی تیار کردہ بیشتر کُتب پر نظر ثانی کی۔ آپ آج کل اسلام آباد ماڈل کالج فار گرلز، جی ٹین ٹو میں بطور صدر شعبہ اردو اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔

ڈاکٹر فردوس کوثر

ڈاکٹر فردوس کوثر دو دہائیوں سے اردو زبان و ادب کی تدریس اور ترویج و اشاعت سے وابستہ ہیں۔ آپ نے اردو زبان و ادب میں ایم۔اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد سے حاصل کی۔ آپ بزم فکر اقبال اسلام آباد شاخ کی سرگرم رکن ہیں۔ آپ قومی نصاب کونسل کی نجی اور قومی اردو جائزہ کمیٹی (اول تا بارھویں جماعت) کا حصہ ہیں اور قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۳ کے مطابق بے شمار درسی کتب پر نظر ثانی کے فرائض انجام دے چکی ہیں۔ وفاقی تعلیمی بورڈ اسلام آباد میں بھی آپ نے ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح پر اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ آج کل آپ نیول ایجوکیشن اسلام آباد کے زیر اہتمام تعلیمی ادارے بحریہ کالج اسلام آباد میں بہ طور اسسٹنٹ پروفیسر فرائض منصبی انجام دے رہی ہیں۔

پروفیسر سلمیٰ اعوان

پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اُردو کی ڈگری حاصل کی۔ گذشتہ 16 سال سے فضائیہ انٹر کالج اسلام آباد میں درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ فیڈرل بورڈ میں ایس ایس سی اور ایچ ایس ایس سی لیول میں سب ایگزامینز اور ہیڈ ایگزامینز اور حاصلات تعلم کی بنیاد پر بنائے جانے والے ماڈل پرچوں کی تیاری کے سلسلے میں ممبر کمیٹی آف کورسز کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

جاوید اقبال راجا

نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد اور آزاد جموں و کشمیر ٹیچرز فاونڈیشن مظفرآباد کے زیر اہتمام شائع شدہ کئی نصابی کتب کے مصنف، ماسٹر ٹرینر، ادیب اور خطاط جاوید اقبال راجا وفاقی مدارس سے بحیثیت پرنسپل ریٹائر ہوئے۔ آپ کی درج ذیل مشہور تصنیفات ہیں:

1--- قافلے دل کے چلے　　2--- برف پگھلنا ضروری ہے۔　　3--- میں یہاں ہوں　　4--- مرد درویش

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ متعدد تعلیمی اداروں بشمول کامسٹس یونی ورسٹی، دار ارقم سکولز، قرطبہ سکولز میں بطور ریسورس پرسن اور پرنسپل خدمات انجام دیتے رہے۔ انھوں نے یو ایم ٹی لاہور سے ایجوکیشنل لیڈرشپ اینڈ مینیجمنٹ اور پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے ایجوکیشن میں ماسٹر ڈگری حاصل کی۔